بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

باب القرآءة

الفصل الأول فی وجوب القرآءة فی الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

الفصل الثانی فی کیفیة الجهر والسرّ بالقرآءة

(جہری اور سری قراءت کے احکام کا بیان)

الفصل الثالث فی القرآءۃ خلف الإمام

(امام کے پیچھے قراءت کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی القراءۃ المسنونۃ فی الصلوۃ

(قراءت کی مقدار سنت کا بیان)

الفصل الخامس في تكرار السورة والآية وتعددها وترتيبها
(رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعدد اور ترتیب)

بابٌ فی مسائل زَلّۃ القاری

(قرأت میں غلطی کرنے کا بیان)

فصل فی الفتح علی الإمام

(امام کو لقمہ دینے کا بیان)

باب الوتر والقنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول فی السنن المؤکدة

(سنن موکدہ کا بیان)

الفصل الثانی فی سننِ غیر مؤکدة

(سنن غیر موکدہ کا بیان)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

الفصل الرابع فی التهجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

الفصل الخامس فی صلوة النفل بالجماعة

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

الفصل السادس فی صلوة التسبیح

(صلوۃ تسبیح کا بیان)

باب التراویح

الفصل الأول فی صلوة التراويح

(تراویح کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی القرآءۃ فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح
(تراویح میں قرآن ختم کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی الترویحة وتسبیحها

(ترویحہ اور اس کی تسبیح کا بیان)

باب قضاء الفوائت

(قضا نمازوں کا بیان)

فصل فی فدیۃ الفوائت

(قضا نمازوں کے فدیہ کا بیان)

باب سجود السہو

(سجدۂ سہو کا بیان)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

باب صلوۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب صلوۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

باب المتفرقات

☆ ☆ ☆

باب القرآءة

الفصل الأول فی وجوب القرآءة فی الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

قراءت کی فرضیت

سوال[۳۱۳۷]: چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں قراءت کرنا واجب ہے، مالابد منہ میں اس کو واجبات نماز میں شمار کیا ہے(۱)، تو کیا یہ واجبات نماز میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں سورت ملانا واجب ہے:

فی مراقی الفلاح: "والثانی ضم سورة قصیرة أوثلاث آیات قصار ---------- فی رکعتین غیر متعینتین من الفرض غیر الثنائی، وفی جمیع الثنائی"(۲)۔ وفی الهدایة: "والقراءة فی الفرض واجبة فی الرکعتین"(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۹ھ۔

---

(۱) ونزدِ امام اعظم رحمه الله تعالیٰ قرآت در دو رکعت از رکعاتِ فرائض خمسه فرض است". (مالا بدمنه، کتاب الصلوة، فصل در ارکان نماز ---------- ص: ۴۹، مکتبه شرکة علميه، ملتان)

(۲) (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل فی واجبات الصلاة، ص: ۲۳۸، قدیمی)

(۳) (الهداية، باب صفة الصلاة: ۱/۱۱۱، مکتبه شرکة علمية، ملتان)

"قال رحمه الله: (وتعيين القراءة فی الأولين) لقول علی بن أبی طالب رضی الله عنه: "القراءة فی الأولين قراءة فی الأخريين". وعن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، وعائشة رضی الله تعالیٰ عنها التخيير فی الأخريين: "إن شاء قرأ، وإن شاء سبّح". (تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فی رد المحتار، مطلب: كل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعيد)

نماز میں کتنی قرأت واجب ہے؟

سوال[۳۱۳۸]: نماز میں سورت کا ملانا واجب ہے، سوال یہ ہے کہ کتنا ملانا واجب ہے؟ آیا تین چھوٹی آیت ملانا واجب ہے یا ایک بڑی آیت بھی کافی ہے؟ اور ایک بڑی آیت کس کو کہتے ہیں ایک بڑی آیت میں کتنے لفظ ہونا چاہیے جس سے اس کو بڑی آیت کہہ سکیں؟

محمد احمد صدیقی، ضلع پرتاب گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سورت ملائے یا تین چھوٹی آیت ملائے کہ مجموعہ تین آیات میں کم از کم تیس حروف ہوں جیسے ﴿ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبر واستكبر﴾ یا ایک بڑی آیت ملائے، جیسے آیة الکرسی یا آیة المداینہ۔ اگر اتنی مقدار پڑھے کہ تیس حروف ہو جائیں تب بھی کفایت ہو جائے گی، هكذا في ردالمحتار: ۳٦۱/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/محرم/۷۰ھ۔

---

(۱) "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أي مثل "ثم نظر" الخ، وهي ثلاثون حرفاً. فلوقرأ آية طويلة قدر ثلاثين حرفاً، يكون قدأتى بقدر ثلاث آيات (قوله: ذكره الحلبي) وإن قرأثلاث آيات قصار أو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاث آيات قصار، خرج عن حد الكراهة المذكورة يعني كراهة التحريم اهـ.

وفي التاتر خانية: لوقرأ آية طويلة كآية الكرسي أو المداينة البعض في ركعة والبعض في ركعة اختلفوا فيه على قول أبي حنيفة، قيل: لايجوز؛ لأنه ماقرأ آية تامة في كل ركعة. وعامتهم على أنه يجوز؛ لأن بعض هذه الآيات يزيد على ثلاث قصار أويعدلها، فلاتكون قراءته أقل من ثلاث آيات. وهذا يفيدان بعض الآية كالآية في أنه إذا بلغ قدر ثلاث آيات قصار يكفي". (رد المحتار، باب صفة الصلاة، ولها واجبات: ۱/۳۵۸، ۳۵۹، سعيد)

"(قوله: وضم سورة)، وعند الأئمة الثلاثة سنة. ولنا رواية الترمذي مرفوعاً: "لاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة في فريضة أوغيرها". أطلق السورة وأرادبها ثلاث آيات؛ لأن أقل سورة في كتاب الله تعالىٰ ثلاث آيات قصار كسورة ﴿إنا أعطينك الكوثر﴾ : (وقراءة الفاتحة وسورة وثلاث آيات) والثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة في الإعجاز، فكذا هنا، وكذا الآية الطويلة تقوم =

نماز میں مقدارِ قراءت

سوال[۳۱۳۹]: نماز میں کتنی مقدار قرأت فرض، کتنی واجب اور کتنی سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک آیت کی مقدار فرض ہے، الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیت طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے یعنی فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخر بروج تک کوئی سورت اور عصر وعشاء میں اس کے بعد سے "لم یکن" تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تین آیت کی مقدار

سوال[۳۱۴۰]: امام صاحب نے تراویح کی اول رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿خلق الإنسان من صلصال کالفخار، وخلق الجان من مارج من نار، فبأی آلاء ربکما تکذبان﴾ اور دوم رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿رب المشرقین ورب المغربین. فبأی آلاء ربکما تکذبان﴾ پڑھ کر نماز پوری کی۔ اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

= مقامها". (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۶، ۵۳۷، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۱، رشیدیه)

(۱) "(وفرض القراءة آية على المذهب) ـــــ أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يلد". ـــــ وقرأ آية طويلة في الركعتين فلا أصح الصحة اتفاقاً؛ لأنه يزيد على ثلاث آيات قصار قاله الحلبي ـــــ (ويسن في السفر مطلق الفاتحة) وجوباً (وأي سورة شاء) وفي الضرورة بقدر الحال. (و) يسن (في الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر، و) منها إلى آخر "لم يكن". (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورة مما ذكر، ذكره الحلبي. واختار في البدائع عدم التقدير، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۷، ۵۴۰، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۱، ۵۹۳، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ درست ہوگئی:

"وضم أقصر سورة "كالكوثر"، أو ماقام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو: ﴿ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبر واستكبر﴾، وكذا لو كانت الآية أو آيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، اهـ". درمختار۔ "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً): أى مثل ﴿ثم نظر﴾ الخ، وهى ثلاثون حرفاً، فلوقرأ اٰية طويلةً قدر ثلاثين حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث اٰيات، لكن سيأتى فى فصل يجهر الإمام أن فرض القرأة اٰية وأن الآية عرفا طائفة من القراٰن مترجمة أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يَلِد" إلا إذا كانت كلمةً، فالأصح عدم الصحة اهـ، ومقتضاه أنه قرأ اٰيةً طويلةً قدر ثمانية عشر حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث اٰيات، اهـ". شامی: ۱/۴۲۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/محرم سنہ/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱/۶۷ھ۔

محض بسم اللہ کی قرأت سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

سوال[۲۱۲۱]: کسی شخص نے محض تسمیہ سے نماز پڑھی، تمام اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جائز نہیں ہوگی، باوجودیکہ ہمارے امام صاحب سے ایک روایت جوازِ صلوٰۃ کے بارے میں موجود ہے، كما فى شرح الجامع الصغير: "أمّا قولُهم: بشبهةٍ فى كونها اٰية تامة". اس عبارت سے عدمِ جوازِ صلوٰۃ مفید نہیں:

"لأنهم مع أنه لوقرأ اٰيةً طويلةً فى كل ركعة بعضها عامة على أنه يجوز الصلوة، وفى الكافى: وهو الأصح. ماقيل من أن الأولى أن يعلل عدم الجواز بالشبهة فى القرانية، فليس بشيء؛ لأنها عند المتأخرين قراٰن قطعاً، فكيف يعلل عدمه بالشبهة فيها عندهم؟ وأما قولهم: إنما هو لقوة شبهة فى ذلك".

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۳۵۸، سعید)

(وأيضاً راجع، ص: ۳۰، رقم الحاشية: ۱)

ابن عابدین علی رد المحتار: ۱/۳۲۳(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۹/۱۳۹۵ھ۔

قراءت میں غلطی کی وجہ سے تین تسبیح کے برابر سکتہ

سوال [۳۴۰۰]: زید امام ہے اور اکثر اس سے قراءت میں تشابہ یا بھول ہوتی ہے اور یہ تشابہ یا بھول کبھی بالکل آخر سورۃ کے بعد اور کبھی اس سے پہلے ہوتی ہے۔ زید تشابہ لگنے پر پیچھے سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کوشش میں سکتہ واقع ہو جایا کرتا ہے، اس کی مقدار کبھی تین تسبیح اور کبھی اس سے کم ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

۱... کیا صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

۲... امام کی قراءت اور اس کی تسبیح کا اعتبار کیا جائے گا یا مقتدی کی تسبیح کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یاد نہیں آیا کہ کیا پڑھے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان تالیف الصلاۃ إلی انتہائہا: ۱/۵۲۹، سعید

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۵۴۳، ۵۴۹، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنہر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۹۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

فیما اختلاف کی وجہ سے صرف تسبیح سے نماز جائز نہیں اور اس کے تکرار کو فرض بھی اسی شرح پر نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) "(قوله: وجب عليه سجود السهو) إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن، أو شغله عن الركوع بعد شيء الحدث لشكه أن صلى ثلاثاً أو أربعاً يجب السهو وإلا لا، كذا في الشرح. ولم يبين قدر الركن، وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته، وهو مقدار ثلاث تسبيحات" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۷۰، قديمي)

"(قوله: وعليه الفتوى) ... ثم الأصل في التفكر أنه إن منعه عن أداء ركن كقراءة آية أو ثلاث أو ركوع أو سجود أو عن أداء واجب كالقعود يلزمه السهو ... وقال بعض المشايخ: إن

واجب الاعادہ نماز کے بعد والی دو رکعتوں میں ضم سورت کا حکم

سوال [۳۱۴۴]: نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء باجماعت ادا کی گئی، امام نے قعدۂ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور کسی شخص نے لقمہ بھی نہیں دیا، تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کرکے نماز ختم کردی گئی اور آخر میں ترک قعدۂ اولیٰ کا انجبار سجدۂ سہو سے بھی نہیں ہوا، بعد اختتامِ نماز بالاتفاق محقق ہوا کہ قعدۂ اولیٰ واقع نہیں ہوا تھا، اس لئے طے ہوا کہ نماز کا اعادہ کیا جائے۔

مگر امام صاحب نے فرمایا کہ جماعتِ ثانیہ میں بہت سے نئے آدمی شریک ہوجائیں گے، اس لئے ان کی نماز نہ ہوگی کیونکہ ان کے ذمہ فرض ہے، اس واسطے فرداً فرداً ہر شخص اپنی نماز دوبارہ پڑھ لے، مگر اس میں یہ اشکال ہوا کہ اب یہ نماز پچھلی والی جماعت کی کمی کی اصلاح کے لئے ادا کی جارہی ہے، اس لئے فرض تو ہے نہیں واجب ہوگی، اور واجب یا نفل کی تیسری، چوتھی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ ضم سورت ضروری ہے۔ اس لئے اس صورت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اعادہ والی نماز میں دو رکعت کے بعد والی رکعات میں "الحمد" کے بعد ضم سورت واجب نہیں، نہ جماعت واقرأۃ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۱۲/۹۲ھ۔

لاحق کی قراءت کا حکم

سوال [۳۱۴۵]: امام مسافر نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، اگر کسی نے قراءت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کیسی؟

---

(۱) "(ولها واجبات) لا تفسد بترکها، وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول".

(الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشیدیہ)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۴۲، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام مسافر جب دورکعت پر سلام پھیردے تو مقیم مقتدی اپنی دو رکعت بغیر قراءت کے پوری کرے، اگر قراءت کی تو کراہت کا ارتکاب کیا کیونکہ وہ بحکم مقتدی ہے اور مقتدی کا قراءت کرنا مکروہ ہے:

"إذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم، وأتم المقيمون صلاتهم؛ لأن المقتدي التزم الموافقة في الركعتين، فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أنه لا يقرأ في الأصح؛ لأنه مقتد تحريمة لا فعلاً، والفرض صار مؤدى". بحر: ۲/۱۴۵(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۰ھ۔

جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہونے والے پر بعد والی دو رکعتوں میں قراءت لازم نہیں

سوال[۳۱۲۰]: ایک شخص فرض نماز ادا کرچکا تھا مثلاً ظہر، عشاء کی، بعد میں یہ شخص کسی دوسری مسجد میں پہونچا اور وہاں نماز نہ ہوئی تھی، اس کے پہونچتے ہی نماز شروع ہوئی، یہ بھی اس نماز میں نفل کی نیت سے شریک ہوگیا اور امام فرض پڑھا رہا ہے۔ اور فرض کی اخیر کی دو رکعتوں میں قراءت ضروری نہیں اور نفل میں چاروں رکعتوں میں "الحمد" وضم سورہ ضروری ہے، تو کیا یہ شخص جو نفل کی نیت سے شریک ہے اخیر کی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ اور ضم سورت کرے گا یا نہیں؟

اسی طرح ایک شخص جو کہ مفترض ہے اور امام کے پیچھے نماز ادا کررہا ہے اور سری نماز ہے ظہر کی یا عصر کی یا مغرب وعشاء کی اخیر دو رکعتوں میں قصداً یا نسیاناً قراءت کرے امام کے پیچھے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی فرض پڑھے یا نفل، سری نماز ہو یا جہری، اس کو قراءت کی اجازت نہیں، خواہ امام کی نماز فرض ہو

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہے: "إذا قرأ فأنصتوا". الحديث. مسلم شريف (۱)۔

اگر مقتدی نے قصداً قراءت کی تو مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا، نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)، سہواً قراءت سے اس کے ذمہ سجدۂ سہو واجب نہیں، كذا في رد المحتار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۸/۹۲ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "عن قتادة من الزيادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" ..... فحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه؟ فقال: هو صحيح، يعني: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: هو عندي صحيح، فقال: لِمَ لَمْ تضعه ههنا؟ قال: ليس كل شيء عندي صحيح وضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

(۲) "(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً ..... (فإن قرأ كره تحريماً) وتصح في الأصح". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

(۳) "(قوله: لا بسهوه أصلاً) ..... بل الأولى التمسك بما روى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عنه صلى الله تعالى عليه وسلم -: "ليس على من خلف الإمام سهو". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۶۰۰، وباب سجود السهو: ۲/۱۷۴، رشيديه)

الفصل الثاني في كيفية الجهر والسرّ بالقرآءة

(جہری اور سری قرأت کے احکام کا بیان)

تشریح جہر وسر

سوال [۳۱۰۷]: اگر قرأت اتنی آواز سے ہو کہ قریبی شخص کو آواز میں بعض کی سنائی دے تو اس نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور کس قدر آواز سے قرأت جہری قرار پائے گی؟ تشریح کے ساتھ تحریر فرمائیں اس لئے کہ بعض اوقات جہر اور سر میں اختلاف مشکل ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر ایک دو آدمی کو اس طرح سنائی دے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ یہ سری ہے، امام کی آواز کو صف اول سن لے تو یہ جہر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرأت جہری وسری کی حکمت

سوال [۳۱۰۸]: پانچ وقت کی فرض نمازوں میں تین نمازوں میں قرأت جہری اور دو میں سری کیا حکمت ہے؟

---

(۱) "ولذا قال في الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير: إن الإمام إذا قرأ في صلاة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان، لا يكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل: أي كل الصف الأول، لا كل المصلين بدليل ما في القهستاني عن المسعودية: أن جهر الإمام إسماع الصف الأول". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

"الإمام إذا قرأ في صلاة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان، لا يكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل". (خلاصة الفتاوى، الفصل الحادي عشر في القراءة: ۱/۹۵، امجد اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ ورسولہ أعلم(۱)۔ فقط۔

جہری وسری نماز میں جہر وسر کی وجہ

سوال[۲۱۴۵]: ایک آدمی یہ بات دریافت کرتا ہے کہ بوقت ظہر وعصر قراءت آہستہ کیوں پڑھی جاتی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور اللہ پاک کی مرضی اسی طرح ہے اس کے

(۱) "والأصل في الجهر والإسرار أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقرآن في الصلوات كلها في الابتداء، وكان المشركون يؤذونه، يقولون لأتباعهم: إذا سمعتموه يقرأ، فارفعوا أصواتكم بالأشعار والأراجيز، وقابلوه بكلام اللغو حتى تغلبوه، فيسكت، ويسبون من أنزل القرآن ومن أنزل عليه، فأنزل الله تعالى: ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها﴾: أي لا تجهر بصلاتك كلها ولا تخافت بها كلها: ﴿وابتغ بين ذلك سبيلاً﴾، بأن تجهر بصلاة الليل وتخافت بصلاة النهار، فكان بعد ذلك يخافت في صلاة الظهر والعصر لاستعدادهم بالإيذاء فيهما، ويجهر في المغرب لاشتغالهم بالأكل، وفي العشاء والفجر لرقادهم، وفي الجمعة والعيدين؛ لأنها أقامهما بالمدينة، وما كان للكفار قوة. وقوله: وفي العشاء والفجر لرقادهم) وجهه في الفجر وفي العشاء أن السنة تأخيرها إلى ثلث الليل، وهذا إنما يظهر في زمن الشتاء، أما في غيره فالعذر فيها كالمغرب فيما يظهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، ۲۵۴، قديمي)

(وكذا في إعلاء السنن، باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية: ۴/ ۲۰، إدارة القرآن)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان الواجبات الأصلية في الصلاة: ۱/ ۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دوسرا قصہ یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخر واستہزاء کرتے اور قرآن اور جبرئیل امین اور خود حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھے تو اس کے جواب میں اسی آیت کا آخری حصہ نازل ہوا"۔ (معارف القرآن: ۵/ ۵۴۲، مکتبۃ دار العلوم)

بغیر ضرورت کے زیادہ بلند آواز سے نماز پڑھنا

سوال [۳۱۵۱]: ایک فارغ التحصیل قاری ہیں، جہری نمازوں میں قرأت ہر اتنا جہر کرتے ہیں کہ آواز مسجد کے باہر تک پہونچ جاتی ہے، بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے معذرت کی کہ آہستہ پڑھنے سے دل متأثر نہیں ہوتا اور بھول جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے تو کیا اس سے نماز میں کراہت تنزیہی یا تحریمی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی مگر اس کی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ روشور ہر قسم کے ہوتے ہیں کوئی احترام کرتا ہے کوئی نہیں کرتا ہے، ہاں! اگر مسجد کسی سڑک کے قریب ہو تو لامحالہ آواز جائے گی اگرچہ معمولی جہر ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۸۹ھ۔

جہر وسر کی ادنیٰ مقدار

سوال [۳۱۵۲]: نماز میں قراءت بالسر کی حد یہ ہے کہ کم از کم خود سنے صرف زبان سے ادا کرنا کافی نہیں، کذا فی حاشیۃ شرح الوقایۃ (۲)۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ خود سننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ پاس

= تحقیقات للإسلام" (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۴۷۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۵۱۰، رشیدیہ)

(۱) "(ویجہر الإمام) وجوباً بحسب الجماعۃ، فإن زاد علیہ أساء". (الدر المختار). "(قولہ: فإن زاد علیہ أساء) وفی الزاہدی عن أبی جعفر: لو زاد علی الحاجۃ فہو أفضل، إلا إذا أجہد نفسہ أو آذی غیرہ، قہستانی". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی القراءۃ: ۱/۵۳۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۵۸۶، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، الفصل الثانی فی واجبات الصلاۃ: ۱/۷۲، رشیدیہ)

(۲) "وأدنی الجہر إسماع غیرہ وأدنی المخافتۃ إسماع نفسہ، ہو الصحیح" (شرح الوقایۃ)

وفی الحاشیۃ: "(قولہ: ہو الصحیح): أی تفسیر الجہر والسر بما ذکرہ ہو الصحیح؛ لأن القراءۃ وإن کانت فعل اللسان، لکن الفعل الذی ہو کلام، و الکلام بالحروف، والحروف کیفیۃ تعرض للصوت، فمجرد تصحیح الحروف بلا صوت إیماء إلی الحروف بالمخارج لا حروف، فلا کلام، کذا فی فتح القدیر". =

کھڑا ہونے والا بھی سنے، کیوں کہ جو آواز اپنے کان میں آئے گی وہ پاس والے کو بھی پہنچے گی اور یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پس بندہ کو اشکال یہ ہے کہ سر جہر ہو گیا، ورنہ پھر اپنے آپ کو سنانے کا یہ مطلب ہے کہ دل میں محسوس ہو کہ میں پڑھ رہا ہوں تو حاشیہ شرح وقایہ کی یہ بات کیسے درست ہوگی کہ قراءت ادائے حروف کا نام نہیں بلکہ اس میں صوت بھی ہونی ضروری ہے؟ بہرحال اس سلسلے میں بندہ کو الجھن ہے کہ جو آواز قراءت اپنے کان میں سنائی دے اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ضروری نہیں کہ اپنی جو آواز بھی خود سنتا ہو وہ دوسرا بھی سن لیا کرے، ہاں! کوئی لفظ اگر پاس والا بھی سن لے تو یہ منافی سر نہیں:

"قالوا: لا يضر إسماع بعض الكلمات أحياناً لحديث قتادة رضي الله تعالى عنه وهو في الصحيحين: "عن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الركعتين الأخريين بفاتحة الكتاب، ويسمعنا الآية أحياناً". ولأن التحرز عن الجهر والإخفاء لا يمكن الاحتراز عنه، لاسيما عند مبادي الأنفاس، أفاده في الفتح. وفي أواخر الحلبي عن كفاية الشعبي: يجانب الإمام عن ذلك، وهو أن يكون عند الإمام من يتحدث أو يغلبه نوم فيجهر ليدفع النوم ويرفع الكلام اهـ. وفي القهستاني: إنما يجهر تنبيهاً بكلمة ليس عليه شيء اهـ". طحطاوي، ص: ۲۵۳، تحت قول المراقي: (ويجب الإسرار) وهو إسماع النفس في الصحيح) فصل في بيان واجب الصلاة (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۹۲ھ۔

---

* (شرح الوقاية مع عمدة الرعاية، فصل في القراءة: ۱/۱۴۹، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، قديمي)

"عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر في الأوليين بأم الكتاب وسورتين، وفي الركعتين الأخريين بأم الكتاب، ويسمعنا الآية، ويطول في الركعة الأولى ما لا يطيل في الركعة الثانية، وهكذا في العصر، وهكذا في الصبح"

سری قرأت میں تیز اور جہری میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

سوال [۲۱۵۳]: جو امام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو اس کی امامت پر کیا حکم ہے، کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں، ایسے ہی اکثر امام قرأت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدمی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے۔ کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ وہ عوام کی نماز خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا وکیل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو، گرچہ امام کو چاہیے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد وآداب قرآن شریف کی رعایت رکھے(۱)۔ بحالتِ امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالتِ انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں آتی، اور اس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں، بیشک ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/۱/۵۸ھ۔

= الصحيح للبخاري، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب: ١/١٠٧، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، مسائل شتى، ص: ٢١٨، سهيل اكيدمي لاهور)

"أدنى المخافتة إسماع نفسه أو من بقربه من رجل أو رجلين مثلاً، وأعلاه تصحيح الحروف كما هو مذهب الكرخي، ولا تعتبر الهمهمة في الأصح". (رد المحتار، فصل في القراءة: ١/٥٣٤، سعيد)

(١) قال الله تعالى: ﴿يا أيها المزمل قم الليل إلا قليلاً نصفه، أو انقص منه قليلاً، أو زد عليه، ورتل القرآن ترتيلاً﴾ (سورة المزمل: ٤)

"والأخذ بالتجويد حتم لازم، من لم يجوّد القرآن آثم". (متن الجزرية في فن التجويد، باب التجويد، ص: ٩، مير محمد كتب خانه كراچي)

"وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفاً حرفاً، وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلاً له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم". (الدر المختار، فصل في القراءة: ١/٥٤٢، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض: ١/٥٢٣، إدارة القرآن كراچي)

ترتیل کے ساتھ قرأت

سوال [۳۱۵۷]: ایک قاری صاحب امام مسجد ہیں، جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں قرآن پڑھتے ہیں اسی طرح نماز کے اندر بھی پڑھتے ہیں۔ آیا نماز کے اندر قرآن حدر کے ساتھ پڑھنا چاہیے یا جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں پڑھتے ہیں اس طرح سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا امر قرآن کریم میں وارد ہے اور یہ نماز پڑھنے کے لیے ہے:

﴿یا ایها المزمل قم اللیل إلا قلیلاً نصفه، أو انقص منه قلیلاً، أو زد علیه، ورتل القرآن ترتیلاً﴾ (الآیة)(۱)۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا، حدراً پڑھنے کی بھی اجازت ہے، ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی فقہ میں تاکید ہے(۲)، مگر قواعد تجوید کی رعایت لازم ہے:

"والأخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القرآن آثم"

جزری(۳)

نیت یہ رکھے کہ شہ پاک کو سنا رہا ہے، مقتدیوں کے حال کی رعایت چاہیے(۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۰ھ۔

---

(۱) (سورۃ المزمل، آیت: ۱-۴، پارہ: ۲۹)

(۲) "وفي الحجة: یقرأ في الفرض بالترسل حرفاً حرفاً، وفي التراویح بین بین، وفي النفل له أن یسرع بعد أن یقرأ کما یفهم". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعید)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفرائض: ۱/۴۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (متن الجزریة في فن التجوید، باب التجوید، ص: ۹، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۴) "والحاصل أنه ینبغي للإمام أن یقرأ مقدار ما یخف علی القوم، ولا یثقل علیهم بعد أن یکون علی التمام، هکذا في الخلاصة". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۶، رشیدیة)

اپنے جی میں قراءت کرنا

سوال[۲۱۵۵]: مصلی بلا حرکت شفتین وبلا تحریک لسان اپنے جی میں قراءت کرتا ہے تو اس کی نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح فریضہ ادا نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بغیر آواز قراءت کا حکم

سوال[۲۱۵۶]: اگر کوئی نماز میں اتنا آہستہ پڑھے کہ خود بھی نہ سن سکے تو کیا اس کی نماز بلا کراہت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا آہستہ پڑھا کہ حروف تو صحیح ادا ہوگئے لیکن آواز بالکل نہیں سنائی دی تو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوبکر بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز صحیح ادا ہوگئی اور ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے نزدیک صرف تصحیح حروف کافی نہیں بلکہ آواز کا کان تک پہنچنا بھی ضروری ہے اور شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب محیط وحلوانی نے ہندوانی کے قول کو اختیار کیا ہے، کذا فی رد المحتار،

---

(۱) "وأما حد القراءة فنقول: تصحیح الحروف أمر لابد منه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم یسمع نفسه لایجوز، وبه أخذ عامة المشایخ، هکذا في المحیط وهو الصحیح، هکذا في الوقایة".

(الفتاوی العالمکیریة، الباب الرابع، الفصل الأول في الفرائض: ۱/۶۹، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۶، رشیدیه)

"ولو قرأ في نفسه ولم یحرک لسانه، فإنه لایجوز" (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشیدیه)

ص: ۷ ۵ ۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر نماز

سوال[۳۱۵۷]: اگر ہونٹ اور زبان ضبط کیے اسی طرح "اللہ اللہ" یا درود شریف یا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ورد کرے یا "استغفر اللہ" وغیرہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں، مگر نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال[۳۱۵۸]: ان فی عصرنا هذا یکون فی اکثر المساجد فی دیارنا مکبر الصوت یستعمل للأذان والخطبة وللصلوة أیضاً، وفی مذهب الشافعی؟ إسماع الخطبة للأربعین شرط،

---

(۱) "فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت یصل إلی أذنه، وبه قال الشافعی، ولم یشترط الکرخی وأبو بکر البلخی السماع، واکتفیا بتصحیح الحروف. واختار شیخ الإسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الهندوانی، وکذا فی معراج الدرایة. ونقل فی المجتبیٰ عن الهندوانی أنه لا یجزیه مالم تسمع أذناه ومن بقربه". (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۳۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بیروت)

(۲) "ولما حد القراءة، فنقول: تصحیح الحروف أمر لابد منه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم یسمع نفسه، لایجوز، وبه أخذ عامة المشایخ، هکذا فی المحیط ..... وهو الصحیح، هکذا فی النقایة". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۹، رشیدیه)

"ولو قرأ بقلبه ولم یحرک لسانه، فإنه لایجوز". (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشیدیه)

فهل يجوز السماع بواسطة مكبر الصوت أم لا؟ و يدعي من ينكر ذلك في ديارنا أنه صدى ليس هو صوت الخطيب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اختلف في الصوت الذي يخرج من مكبر الصوت هل هو صوت المتكلم و تلك الآلة ترفعه و تجهره أم هو صدى، وأصل صوت المتكلم يختتم و ينعدم في الآلة؟ وأكثر مشهرة هذا الفن على الأول، فتجوز الصلوة بتلك الآلة على قولهم، و هو الراجح عند أكثر أهل العلم، فصوت الخطيب بتلك الآلة يصل إلى السامعين و يتأدى الغرض، و أما الأذان بتلك الآلة فلا إشكال فيه(۱)، و مع هذا لا ينبغي استعمال هذه الآلة في الصلوة من غير حاجة بأن يصل صوت الإمام إلى الحاضرين بلا تكلف، فإن الصلوة على هيئة القديمة أحسن وأقرب(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۱۵ھ۔

---

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جدید تحقیقات کے نتیجہ میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ "آلۂ مکبر الصوت" سے نکلی ہوئی آواز متکلم کی اصل آواز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے فساد نماز کی اصل بنیاد ہی منہدم ہوگئی"۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالث، ص:۳۲، ادارۃ المعارف کراچی)

(و كذا في ضميمة امداد الفتاوى، باب مسئله مكبر الصوت: ۱/۶۰۷، دار العلوم كراچي)

(و كذا في كفايت المفتي: "نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال": ۹/۲۱۲، دار الإشاعت كراچي)

(۲) "نماز میں آلۂ مکبر الصوت کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں، اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے اور مسنت کے سیدھے سادے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لئے مکبرین کا انتظام کیا جائے، لیکن اگر کسی جگہ آلۂ مکبر الصوت پر نماز ادا کرلی گئی تو نماز فاسد واجب الاعادہ نہیں ہے۔ اور استعمال کرنے والوں کو کم از کم یہ لازم ہے کہ مکبرین کا پورا انتظام رکھیں، کیونکہ علماء کی ایک جماعت اس کو مفسد قرار دیتی ہے، ان کے خلاف سے خروج کرنا چاہئے"۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالث، تالیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ص: ۳۳، إدارة المعارف كراچي)

(و كذا في أحسن الفتاوى، اتمام الكلام في تبليغ صوت الإمام: ۳/۴۳۳، سعيد)

ایضاً

سوال[۲۱۵۹]: لاؤڈاسپیکر سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے، امام صاحب کو چاہیے کہ اس کو روک دیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کے سرّی ہونے کا معیار

سوال[۲۱۶۰]: نماز میں قراءت زور سے نہیں پڑھتا کہ خود سن سکے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

احوط تو یہی ہے کہ قراءت زور سے پڑھے کہ خود سن سکے، ابتہ گزشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۲۷ھ۔

"ولا الضالین" میں "آمین" کی آواز پست ہونے کا حکم

سوال[۲۱۶۱]: جہری نماز میں جب زید "ولا الضالین" پڑھتا ہے تو "آمین" کی آواز اس قدر

---

(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "لاؤڈ اسپیکر اصوت کا استعمال نماز میں"۔

(۲) "(وأدنی (المخافتۃ إسماع نفسہ) ومن بقربہ" (الدر المختار). "شرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه، وبه قال الشافعي ... وأن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه ... وهذا معنى قوله: أدنى المخافتة إسماع نفسه" (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۹، بيروت)

پست ہوجاتی ہے کہ پچھلی صف کے لوگ بھی نہیں سن پاتے تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا نصف الناس" میں اگر نہیں تک آواز پست ہوجاتی ہے حتی کہ صف اول کے بھی پورے آدمی نہیں سنتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۰ھ۔

فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر

سوال [۳۱۱۲]: فجر کی سنت میں قراءت جہری جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت میں قراءت جہراً ثابت نہیں، سراً ثابت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قراءت کے آخری لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال [۳۱۱۳]: امام کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت یا آیت کے آخری لفظ پر وقف نہ کرنا بلکہ اللہ اکبر کے

---

(۱) "(والجهر أن يسمع الكل) أي كل الصف الأول، لا كل المصلين ..... (وأدنى الجهر إسماع غيره) ممن ليس بقربه كأهل الصف الأول، أي الصف الأول، وأعلاه لا حد له، فافهم". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۲، رشيدية)

(۲) "(ويجهر بقراءة الفجر) أي الإمام (وأولي العشاءين ولو قضاء، والجمعة والعيدين) ويسر في غيرها كمتنفل بالنهار، لأنه المأثور المتوارث من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا، ولا يجهد نفسه في الجهر، وكذا يجهر في التراويح والوتر لكن إماماً للتوارث". (تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۳۳، سعيد)

ساتھ وصل کرکے رکوع میں جانا مثلاً "ونزله الصدور على ما خفي الله اکبر" سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آخری لفظ ثناء پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ وصل کرنا اولیٰ ہے، اگر ایسا نہ ہو تو وقف کرکے تکبیر کہنا اولیٰ ہے: "ذكر في التتارخانية تفصيلاً حسناً، وهو أنه إن كان آخر السورة ثناء مثل ﴿وكبره تكبيرا﴾ فالوصل أولى، وإلا فالفصل أولى، مثل ﴿إن شانئك هو الأبتر﴾ فيقف ثم يكبر للركوع" اهـ شامی: ۱/۳۴۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کا آہستہ قراءت کرنا

سوال [۲۰۰۲]: اگر مقتدی بجز امام کے پیچھے قرآن پاک آہستہ پڑھے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں مکروہ تحریمی ہوگی(۲)۔ فقط۔

---

(۱) (رد المحتار، فصل في تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۳۴۲، سعيد)

"(قوله: ولا يكره وصل القراءة بتكبيره) مثله أن يقول: "وأما بنعمة ربك فحدث الله أكبر" بكسر الثاء المثلثة لالتقاء الساكنين ... أي مع إيفاء كل من التكبير والقراءة في محله". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل الشروع في الصلاة: ۱/۲۲۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۴۲، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا" رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه". (مشكوة المصابيح، باب القراءة في الصلاة، ص: ۸۱، قديمي)

"(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً ... وهو مروي عن عدة من الصحابة، فالمنع أحوط، (بل يستمع) إذا جهر (وينصت) إذا أسر، لقول أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "كنا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۶، ۶۰۰، رشيدية)

الفصل الثالث فی القرآءۃ خلف الامام

(امام کے پیچھے قرأت کرنے کا بیان)

قرأت خلف الامام

سوال[۳۱۱۵]: اگر مقتدی قصداً امام کے پیچھے کوئی سورت یا کوئی دعا پڑھے تو نماز میں خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ قیام میں ثناء کے علاوہ کچھ اور پڑھنا مقتدی کو مکروہ ہے(۱)۔

---

(۱) "والمؤتم لا يقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة في السرية، فإن قرأ كره تحريماً". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

"وعن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: علّمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إذا قمتم إلى الصلاة، فليؤمكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا". رواه أحمد ومسلم، وهو حديث صحيح". (آثار السنن، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهرية الخ، ص: ۱۱۰، امدادیہ ملتان)

"(قوله: كما بسطه الكمال) حاصله أن محمداً قال في كتاب الآثار: لا نرى القراءة خلف الإمام في شيء من الصلوات يجهر فيه أو يسر، ودعوى الاحتياط ممنوعة، بل الاحتياط ترك القراءة؛ لأنه العمل بأقوى الدليلين. وقد روي الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة، فالمراد المنع ... اهـ". (الدر المختار). "(قوله: مروي عن عدة من الصحابة) قال في الخزائن: ... وفي الكافي: ومنع المؤتم من القراءة مأثور عن ثمانين نفراً من كبار الصحابة: منهم المرتضى والعبادلة، وقد دون أهل الحديث أساميهم". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۷، ۳۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان أركان الصلاة: ۱/۵۱۹، ۵۲۰، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا

سوال[۳۱۶۶]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں، ورنہ نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اس کا ثبوت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

"عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إذا قمتم إلى الصلوة فليؤمكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا". رواه أحمد(۱) ومسلم(۲) وهو حديث صحيح". آثار السنن (ص۱۰۹)(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۳۱۶۷]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل مرحمت فرمایا جائے، کیونکہ استفتا ہذا سے قبل دو فتاویٰ حاصل کیے گئے جس میں سے ایک میں ممانعت اور دوسرے میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہاں پر دونوں قسم کے خیالات کے اشخاص موجود ہیں اور ہر دو فتاویٰ سے ہر دو فریق کے خیالات کی تقویت ہوگئی، لیکن خدا کے فضل سے رنجش و دوئی کی نوبت نہیں، بلکہ ہر دو خیالات کے اشخاص صحیح راستہ حاصل کرنے کے آرزو مند ہیں۔

اس کے علاوہ ہر دو فتاویٰ میں عربی عبارت ہے جس کو اردو داں نہیں سمجھ سکے، اس لیے عرض ہے کہ جو عبارت عربی کی درج فرمائی جائے اس کا ترجمہ مفصل تحریر فرمادیا جائے۔ نیز دیوبند کے فتویٰ میں جواب قرأت قرآن کریم کی آیت نقل کی گئی ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اب نہیں یہ حکم نہیں ہے کہ نماز میں جب قرآن

(۱) (مسند أحمد بن حنبل، حديث أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه، ۴/ ۳۴۲، رقم الحديث: ۱۹۲۲۴، المكتب الإسلامي للطباعة والنشر بيروت)

(۲) (صحيح الإمام مسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱۷۴/۱، قديمي)

(۳) (آثار السنن، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهرية، ص: ۱۰۹، مكتبه امداديه ملتان)

پڑھا جائے اس وقت خاموش رہو یا صرف نماز کے بلکہ علاوہ نماز کے بھی یہی حکم ہے۔ فقط۔ ہر دو فتاویٰ ہمرشتہ ہیں۔

احقر العباد احتشام عالم کان اللہ لہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً

مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سمجھ کر جو مسائل مستنبط کیے ہیں ان پر عمل کرے، اگر دلیل پر عمل کو موقوف رکھے گا تو سخت دشواری کا سامنا ہوگا کیوں کہ ہر مقلد کا علم اور فہم اس قدر وسیع نہیں کہ ہر ہر مسئلہ کی دلیل کو معلوم کر سکے اور سمجھ سکے اس لیے اسلم طریقہ یہ ہے کہ جو مسائل امام سے منقول ہیں ان پر عمل کرے اور دلیل اور ماخذ کا طالب نہ ہو، خصوصاً جب کسی مقلد کے علم کی یہ حالت ہو کہ عربی عبارت بھی سمجھنے سے قاصر ہو اور ترجمہ اردو کا محتاج ہو۔

"والمؤتم لا يقرأ مطلقاً، فإن قرأ يكره تحريماً، بل يستمع إذا جهر، وينصت إذا أسر؛ لقول أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: كنا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾" الدر المختار على الشامي: ۱/۵۴۴ (۱)۔

ترجمہ: "اور مقتدی کچھ قراءت نہ کرے (نہ فاتحہ نہ سورت)، اگر مقتدی قرأت کرے گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے، بلکہ متوجہ ہو کر سنے جب امام زور سے پڑھے اور چپ رہے جب امام آہستہ سے پڑھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "ہم امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ "جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنو"۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا ناجائز ہے، دلیل اوپر مذکور ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن شریف میں اس کا ذکر نہیں کہ نماز میں جب قرآن شریف پڑھا جائے خاموش رہو اور سنو مگر ساتھ ہی یہ بھی قرآن شریف میں نہیں کہ یہ حکم علاوہ نماز کے ہے، بلکہ مطلق ہے خواہ نماز کی حالت ہو خواہ علاوہ نماز کے، ہر حال میں خاموش رہنا اور سننا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما

(۱) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

جُعل الإمام لیؤتم به، فإذا کبّر فکبروا، وإذا قرأ فأنصتوا". رواه أبوداؤد(۱) والنسائي(۲) وابن ماجه(۳) مشکوٰۃ شریف: ۱/۸۱(۴)۔

ترجمہ: "امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، جب وہ پڑھے تم خاموش رہو" روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی وابن ماجہ نے"۔

حنفی مقلد کے لیے اتنا ہی جواب کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/شعبان/۵۳ھ۔

ایضاً

سوال [۳۱۶۸]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بعض حنفی المذہب سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور جہری میں نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے جیسا کہ کوئی اور سورت پڑھنا ناجائز ہے اور بعض حنفی المذہب کا جو طریقہ سوال میں نقل کیا ہے، وہ بھی درست نہیں اس کی بھی صراحۃً ممانعت ہے:

"والمؤتم لایقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً، وما نُسب لمحمد ضعيف، كما بسطه الكمال، فإن قرأ، كره تحريماً". در مختار، ص:۵۶۸(۵)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ذی الحجہ/۵۴ھ۔　　　سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، باب الإمام يصلي من قعود: ۱/۸۹، مكتبه دار الحديث، ملتان)

(۲) (سنن النسائي، باب وإذا قرئ القرآن فاستمعوا: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۳) (سنن ابن ماجة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ص: ۶۱، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۴) (مشكوٰة المصابيح، باب القراءة في الصلاة، ص: ۸۱، قديمي)

(۵) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

قراءت فاتحہ خلف الامام

مکرمی عالی جناب قبلہ مولانا مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال[۳۱۱۹]: عرض یہ ہے کہ فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہوتو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کھڑا ہوتو الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے اور قرأت والی نماز میں مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف نہیں پڑھے تو نماز نہیں ہوتی ہے۔ حدیث یہ ہے:

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہوگیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ: "شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پاک سے کچھ پڑھتے رہتے ہو"۔ ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یادرکھو سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے"۔ اور حضرت امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے(۱)۔

---

(۱) "وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الفجر، فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فثقلت عليه القراءة، فلما فرغ قال: "لعلكم تقرؤون خلف إمامكم؟" قلنا: نعم هذا يا رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: "لا تفعلوا إلا بفاتحة الكتاب، فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها". (سنن أبي داؤد، باب من ترك القراءة في صلاته: ۱/۱۱۹، دار الحديث ملتان)

"عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح، فثقلت عليه القراءة، فلما انصرف قال: "إني أراكم تقرؤون وراء إمامكم"؟ قال: قلنا: يا رسول الله! إي والله، قال: "لا تفعلوا إلا بأم القرآن، فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها".

قال أبو عيسى: حديث عبادة حديث حسن ... وهذا أصح، والعمل على هذا الحديث في القراءة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين، وهو قول –

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اس حدیث عبادہ پر عمل ہے اور امام مالک، حضرت عبداللہ بن مبارک شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے"۔ جامع الترمذی، ص: ۱/ ۴۱ (۱)۔

شرح ابوداؤد، ص: ۱/۳۵ میں لکھتے ہیں:

"یعنی یہ حدیث صریح ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے خواہ امام قرأت بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ سے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ کا حکم دیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے، جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں"(۲)۔

اس کے بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، مردہ ناقص ہے، مردہ، ناقص ناقص ہے، مردہ ہے پوری نہیں"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں تب بھی پڑھیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کو آہستہ پڑھو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز کو

= مالك بن أنس وابن المبارك والشافعي وأحمد وإسحاق يرون القراءة خلف الإمام". (سنن الترمذي، باب ما جاء في القراءة خلف الإمام: ۱/۶۹، ۷۰، سعيد)

(۱) قال الإمام الترمذي: "حديث حسن". (سنن الترمذي، المصدر السابق)

(۲) "قلت: هذا الحديث نص على أن قراءة فاتحة الكتاب واجبة على من صلى خلف الإمام، سواء جهر الإمام بالقراءة أو خافت بها، وإسناده جيد لا طعن فيه". (مختصر سنن أبي داؤد: ۱/۳۹۰، مطبع أنصار السنة المحمدية)

اپنے اور بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے"۔ الخ صحیح مسلم:

۱/۱۶۹(۱)۔

اس کے علاوہ عرض ہے کہ تفسیر جلالین جلد اول ص: ۱۴۸(۲) اس کے علاوہ عرض ہے کہ ہدایہ جلد اول، ص: ۹۸(۳) میں ہے:

مکرمی عالی جناب قبلہ مفتی صاحب ہم معذرت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوگی لیکن ہمارے لئے باعث مسرت ہوگی، تحریر کی ہوئی عبارت پر غور فرما کر شریعت محمدی سے خلاصہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مسئلہ متن حدیث، شرح حدیث، تفسیر، فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے، اس پر مستقل رسائل عربی فارسی اور اردو میں لکھے گئے ہیں۔ جب دلائل متعارض ہوں تو ترجیح دے کر راجح کو اختیار کرنا یا تطبیق دینا لازم ہے اور یہ کام اعلیٰ طرز پر مجتہد سے انجام پاتا ہے۔

جو لوگ صرف ایک طرف سے دلائل دیکھتے ہیں وہ اسی طرف جھک جاتے ہیں، چنانچہ آپ کے سوال

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله عليه وسلم قال: "من صلی صلاةً لم يقرأ فيها بأم القرآن، فهي خداج" ثلاثاً "غير تمام". فقيل لأبي هريرة: إنا نكون وراء الإمام؟ فقال: اقرأ بها في نفسك، فإني سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: "قال الله تعالیٰ: قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين" الخ". (الصحيح لمسلم، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة الخ: ۱/۱۶۹، ۱۷۰، قديمي)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ عن الكلام ﴿لعلكم ترحمون﴾ نزلت في ترك الكلام في الخطبة وعبّر عنها بالقرآن لاشتمالها عليه، وقيل: في قراءة القرآن مطلقاً". (تفسير جلالين كلاں (سورة الأعراف: ۱/۱۴۷، قديمي)

(۳) "(والقراءة) لقوله تعالیٰ: ﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾. (الهداية، باب صفة الصلاة: ۱/۹۸، مكتبه شركة علمية ملتان)

میں صرف ایک طرف کے دلائل ہیں، وہ بھی اصل احادیث نہیں بلکہ اردو کا ترجمہ یا حوالہ ہے۔ دوسری طرف کے دلائل اصل احادیث مبارکہ کے الفاظ پیش خدمت ہیں، ان میں غور کیجیے، امید ہے کہ آپ احادیث کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہوں گے اور علم حدیث کو آپ نے اساتذہ سے حاصل کیا ہوگا اور ہر حدیث کی قوت وضعف سے باخبر ہوں گے، ورنہ اس طرز پر سوال نہ کرتے، بلکہ صرف مسئلہ دریافت کرنے پر کفایت کرتے، اس لیے میں نے ان احادیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی:

"عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: علّمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا قمتم إلى الصلوة، فليؤمكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا". أخرجه أحمد: ٤/٤١٥(١) إسناده إسناد مسلم، ولفظ مسلم في حديث أبي موسى مرفوعاً: "إذا قرأ فأنصتوا". ١/١٧٤"(٢)۔

ولأحمد ص: ٣٧٦(٣) ولأبي داود ص: ٣٣٥(٤) ولابن ماجة ص: ٦١(٥) والنسائي،

---

(١) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي موسى الأشعري: ٥/٤١٣، رقم الحديث: ١٩٢٣٣، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(٢) "عن قتادة من الزيادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" ...... فحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه؟ فقال: هو صحيح عندي يعني: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: هو عندي صحيح. فقال: لِمَ لم تضعه ههنا؟ قال ليس كل شيء عندي صحيح وضعتُه ههنا. إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلوة: ١/١٧٤، قديمي)

(٣) الحديث بتمامه: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبّر فكبّروا، وإذا قرأ فأنصتوا ...... الخ" (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٣/١٣٨، حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ٩١٤١، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(٤) (سنن أبي داود، باب الإمام يصلي من قعود: ١/٨٩، مكتبه دار الحديث ملتان)

(٥) "عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا قرأ الإمام، فأنصتوا، فإذا كان عند القعدة، فليكن أول ذكر أحدكم التشهد". (سنن ابن ماجة، باب: ﴿إذا قرأ القرآن فأنصتوا﴾، ص: ٦١، قديمي)

ص: ۱۶۶، مثلہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً(۱)، وقد صححہ مسلم، وکذا صححہ ابن حزم فی المحلی: ۳/۱۳۹(۲)۔

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال: "من صلی خلف الإمام، فإن قرأۃ الإمام لہ قرأۃ"۔ أخرجہ محمد: ۳/۷۷(۳)۔

والإمام أحمد، ص: ۳۴۹(۴)، وفی شرح المقنع: ۲/۱۱: "ھذا إسنادہ صحیح متصل، رجالہ کلہم ثقات(۵)۔ والإمام الطحاوی: ۱/۱۲۸(۶)، وأحمد ابن منیع، والمحدث

(۱) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "إنما الإمام لیؤتم بہ، فإذا کبر فکبروا، وإذا قرأ فأنصتوا"۔ قال أبو عبدالرحمن: کان المخرمی یقول: ہو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الأنصاری"۔ (سنن النسائی، باب: (وإذا قرئ القرآن) الخ: ۱/۱۴۶، قدیمی)

(۲) "وذکروا أیضاً حدیثاً صحیحاً من طریق ابن عجلان فیہ: "إنما جعل الإمام لیؤتم بہ، فإذا کبر فکبروا، وإذا رکع فارکعوا، وإذا رفع فارفعوا، وإذا سجد فاسجدوا، وإذا قرأ فأنصتوا، وإذا صلی جالساً فصلوا جلوساً أجمعون"۔ (المحلی لابن حزم، الأمر بقراءۃ ماتیسر من القرآن فی الصلوۃ: ۳/۲۴۰، المکتب التجاری، بیروت)

(۳) (الموطا للإمام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الإمام، ص: ۹۸، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من کان لہ إمام فقرأتہ لہ قراءۃ" (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث جابر بن عبداللہ، رقم الحدیث: ۱۴۲۳۳، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۵) "قولہ: ولاتجب القراءۃ علی المأموم: أی قراءۃ الفاتحۃ ..... لما روی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ"۔ قلنا: قد رواہ الإمام أحمد ..... عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال فی الشرح: إسنادہ متصل صحیح"۔ (المقنع فی فقہ السنۃ للإمام أحمد بن حنبل، باب صلاۃ الجماعۃ: ۱/۱۹۴، مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ)

(۶) "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ"۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی، ص: ۱۴۹، سعید)

صحیح. وللمالك، ص: ٢٩: عنه مرفوعاً بسند صحيح: "من صلى ركعة، فلم يقرأ فيها بأم القرآن، فلم يصل، إلا وراء الإمام"(١)۔ وله بسند صحيح عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: إذا صلى أحدكم خلف الإمام، فحسبه قراءة الإمام، وإذا صلى وحده، فليقرأ". قال: "وكان عبدالله لا يقرأ خلف الإمام". وفي الباب عن ابن مسعود عند الطحاوي: ١/١٢٩، بسند صحيح ابن عباس رضي الله تعالى عنه أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه علقمة بسند حسن"(٢)۔
كذا في فقه السنن والآثار(٣)۔

ان احادیث میں کوئی اشکال اور ابہام ہو تو تحریر کریں اور اس تحریر کو بھی بھیجیں۔ اگر خدانخواستہ عبارتِ عربیہ کو سمجھنے سے آپ قاصر ہوں تب اس تحریر کو یہاں بھیج دیں تا کہ اردو میں مسئلے کو حل کر دیا جائے اور آپ کی استعداد کے مطابق جواب لکھ دیا جائے۔

---

(١) (موطأ الإمام مالك، باب ما جاء في أم القرآن، ص: ٦٤-٦٦، مير محمد كتب خانه كراچى)

(٢) "عن أبي حمزة رضي الله تعالى عنه قال: قلت لابن عباس رضي الله تعالى عنهما: أقرأ والإمام بين يدي؟ فقال: لا". (شرح معاني الآثار للطحاوي، باب القراءة خلف الإمام، ص: ١٥١، سعيد)

(٣) "وعن كثير بن مرة عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قام رجل فقال: يا رسول الله! أفي كل صلاة قرآن؟ قال: "نعم". فقال رجل من القوم: وجب هذا، فقال أبو الدرداء: يا كثير! وأنا إلى جنبه لا أرى الإمام إذا أم القوم إلا قد كفاهم". رواه الدارقطني والطحاوي وأحمد وإسناده حسن. وفي الباب آثار التابعين رضوان الله عليهم أجمعين". (آثار السنن، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الصلوات كلها، ص: ١١٦، إمداديه)

"محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة قال .... "عن جابر بن عبدالله الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل خلفه يقرأ، فجعل رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة خلف نبي الله صلى الله عليه وسلم، فتنازعا، حتى ذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "من صلى خلف إمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رحمة الله عليه". (كتاب الآثار، باب القراءة خلف الإمام وتلقينه، ص: ١٧، إدارة القرآن، كراچى)

تنبیہ: آپ نے شروع خط میں لکھا ہے: ''فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہوتو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں''۔ مگر سارے خط میں ایک بھی حدیث بخاری شریف کی نہیں ہے، مہربانی فرما کر اپنے خط کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ اس میں بخاری شریف کی کون سی حدیث ہے، اگر نہیں ہے تو پھر بخاری شریف کا حوالہ کس لیے دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۲ھ۔

ایضاً

سوال[۳۰۷۰]: زید کا قول کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کو کیا ہے، اگر نہ پڑھنا ثابت ہے تو قرآن وحدیث وآثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیجیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کی دلیل اس مسئلہ میں ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ الآیۃ(۱) اور مؤطا کی یہ روایت ہے: ''عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من صلی خلف الإمام فإن قراءة الإمام له قراءة"(۲)۔

یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ہر ایک کی پوری تخریج نصب الرایہ میں ہے(۳)۔

---

(۱) (سورة الأعراف: ۲۰۴)

(۲) (الموطا للإمام محمد رحمه الله تعالى، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: [illegible]، مير محمد كتب خانه كراچى)

(۳) "قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة". قلت: روي من حديث جابر بن عبدالله، ومن حديث ابن عمر، ومن حديث الخدري، ومن حديث أبي هريرة، ومن حديث ابن عباس - رضي الله تعالى عنهم- اهـ

أما حديث جابر رضي الله تعالى عنه، فله طرق: أحسنها ما رواه الإمام أحمد في "مسنده" عن جابر بن -

"وإذا قرأ فأنصتوا" الحدیث، جس کی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے(۱)۔

= عبدالله – رضي الله تعالیٰ عنه – عن النبي صلی الله علیه وسلم "من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة" ولکن في إسناده ضعف"۔

"في مسنده" کے بارے میں "بغیة الألمعي في تخریج الزیلعي" میں لکھا ہے کہ:

"إسناد أحمد: ثنا أسود بن عامر أنا حسن بن صالح... عن أبي الزبیر عن جابر رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله علیه وسلم. قلت: رُواته کلهم ثقات. قال الشارح الکبیر "للمنیة": ۲/۱۱، بعد أن أورد حدیث أحمد بإسناده ومتنه: وهذا إسناد صحیح متصل، رجاله کلهم ثقات. وأما حدیث ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما فأخرجه الدارقطني في "سننه" عن محمد بن الفضل بن عطیة عن أبیه عن سالم بن عبدالله عن أبیه عبدالله بن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله علیه وسلم: "من کان له إمام، فقراءته له قراءة" انتهی. ثم قال الدارقطني: محمد بن الفضل متروک...... ثم أخرجه عن أحمد بن حنبل: ثنا إسماعیل بن علیة عن أیوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما أنه قال في القراءة خلف الإمام: یکفیک قراءة الإمام". انتهی. قال: هو الصواب.

وأما حدیث الخدري، فرواه الطبراني في "معجم الوسط": حدثنا محمد بن إبراهیم بن عامر بن إبراهیم الأصبهاني، حدثني أبي عن جدي عن النضر بن عبدالله، ثنا الحسن بن صالح عن أبي هارون العبدي عن أبي سعید الخدري قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من کان له إمام فقراءة الإمام له قراءة". انتهی۔

وأما حدیث أبي هریرة – رضي الله تعالیٰ عنه – في "سننه" عن محمد بن عباد الرازي ثنا إسماعیل بن إبراهیم التیمي عن سهیل بن أبي صالح عن أبیه عن أبي هریرة – رضي الله تعالیٰ عنه – مرفوعاً نحوه "سواء". قال الدارقطني: لا یصح هذا عن سهیل، تفرد به محمد بن عباد الرازي، وهو ضعیف انتهی۔

وأما حدیث ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یکفیک قراءة الإمام، خافت أو جهر". انتهی". (نصب الرایة لأحادیث الهدایة، فصل في القراءة: ۲/۱۵، ۲، مکتبه حقانیه، پشاور)

(۱) "عن قتادة من الزیادة: "وإذا قرأ فأنصتوا"۔ فحدیث أبي هریرة – رضي الله تعالیٰ عنه – ؟ فقال: هو صحیح یعني: "وإذا قرأ فأنصتوا" فقال: هو عندي صحیح، فقال: لِمَ لم تضعه ههنا؟ قال: لیس کل شيء =

نہ کسی ایک روایت کو پیش کرے جس میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم ہو، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود پڑھنا ثابت ہو۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ربیع الاول/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ربیع الاول/۶۳ھ۔

"إذا قرئ القرآن فاستمعوا له" کا شان نزول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی جناب فخر المحدثین مولانا المولوی محمد زکریا صاحب!

سوال[۱۷۱۳]: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل آیت سے متعلق لکھیں کہ شان نزول اس کا کیا ہے اور اس کی تفسیر لکھیں مع سن کے۔ بعض علمائے اہل حدیث فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نہیں اتری اور بعض علماء حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ سورۂ فاتحہ کے منع میں اتری ہے اور ان دونوں جماعتوں کے علماء نے ہم تمام اہل محلہ کو چکر میں ڈال رکھا ہے، اس لئے یہ پرچہ سوال کا پیش خدمت ہے، آپ صریح اور واضح طور سے اس آیت کریمہ کا شان نزول لکھیں۔

= عندي صحيح، وضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

۲ حاصله أن محمدا قال في كتاب الآثار: لا نرى القراءة خلف الإمام في شيء من الصلوات يجهر فيه أو يسر، ودعوى الاحتياط ممنوعة، بل الاحتياط ترك القراءة، لأنه العمل بأقوى الدليلين، وقد روي الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة، فالواجب المنع ... الخ".

قال في الخزائن: وفي الكافي: ومنع المؤتم من القراءة مأثور عن ثمانين نفرا من كبار الصحابة، منهم: المرتضى والعبادلة، وقد دوّن أهل الحديث أساميهم". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۷، ۳۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

وسلم أنه قال: "من صلی خلف الإمام فإن قراءة الإمام له قراءة" اھ". موطا الإمام محمد(۱)۔

زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو اوجز المسالک(۲)، بذل المجہود(۳)، إعلاء السنن(۴) وغیرہ دیکھیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/رمضان/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/رمضان/۶۶ھ۔

---

(۱) (الموطا للإمام محمد رحمہ اللہ تعالی: باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۶، میر محمد کتب خانہ کراچی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا قرأ فأنصتوا". وفي "الشرح": هذه حجة صريحة في أن المقتدي لايجب عليه أن يقرأ خلف الإمام أصلاً. وتعقبه المنذري في مختصره ... فإن أبا خالد الأحمر هذا هو سليمان بن حيان، وهو من الثقات الذين احتج بهم البخاري ومسلم، وقد سمع من ابن عجلان، وهو ثقة وثقه النسائي وابن معين وغيرهما.

وقد أخرج مسلم هذه الزيادة في صحيحه في حديث أبي موسى الأشعري من حديث سليمان عن قتادة، وضعفها (أي الزيادة المروية) أبو داؤد والدار قطني والبيهقي وغيرهما لتفرد سليمان التيمي بها، ولم يؤثر عند مسلم تفرده بها لثقته وحفظه، وصححها من حديث أبي موسى وأبي هريرة" انتهى.

"وعن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه قال: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة". (أماني الأحبار في شرح معاني الآثار، باب القراءة خلف الإمام: ۳/۱۳۵، ۱۳۹، إدارہ تالیفات أشرفیہ ملتان)

(۲) "أما الكتاب، فثبت بالروايات الكثيرة نزول قوله عز وجل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له، وأنصتوا﴾ في القراءة خلف الإمام. قال في التنسيق: إنهم أجمعوا واتفقوا على أنها نزلت في القراءة خلف الإمام. وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة. وقال ابن عبد البر في الاستذكار: هذا عند أهل العلم عند سماع القرآن في الصلاة، لايختلفون أن هذا الخطاب نزل في هذا المعنى دون غيره، كذا في الفرقان".

وأما السنة ... وأما من الأحاديث المرفوعة نصاً فحديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "إنما

قرأت فاتحہ خلف الامام

سوال [۲۰۰۳]: زید امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں؟ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا یہ نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اور امام کی طرف، جیسے امام محمد بن حسن یا امام محمد ابن ادریس وغیرہ، یہ لفظ کتب حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا۔ آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو کچھ جانتے ہیں تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل معلوم ہونے پر، آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۸۸ھ۔

آیت "واذا قرئ القرآن" خاص ہے یا عام؟

سوال [۲۰۰۴]: ۱..... ﴿واذا قرئ القرآن﴾ عام ہے یا خاص؟ اگر خاص ہے تو وقت بتلائیے، اگر عام ہے تو:

(الف) ایک شخص صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گیا، وہاں جماعت ہورہی تھی یہ سنت میں مشغول ہوگیا۔

(ب) یا کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت گیا کہ تراویح شروع ہوگئی اور یہ جاکر فرض علیحدہ پڑھتا ہے۔

(ج) یا کسی جمعہ کی نماز عذر سے یا سہواً قضا ہوگئی، خطبۂ جمعہ کے وقت عذر رفع ہو۔

(د) ایسی صورت میں اگر یہ نماز میں قرأت کرتا ہے تو آیت مذکورہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) أخبرنا أبو حنيفة قال: ... عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من صلى خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". رواه الإمام محمد في الموطأ. قال العيني: طريق صحيح". (إعلاء السنن، النهي عن القراءة خلف الإمام في الجهرية والسرية، وكذا للمأموم بقراءة الإمام: ۴/۵۵، ۶۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

۲… مقتدی سکتۂ امام کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام سکتہ نہ کرے تو بار کس کے ذمے ہوگا، مقتدی کے یا امام کے؟

۳… اگر سنت سمجھ کر رفع یدین کرے تو ثواب بڑھے گا یا گھٹے گا؟

۴… عشاء کے بعد وتر سے پہلے بعض علماء وعظ شروع کر دیتے ہیں اور بعض مصلی نماز پڑھتے رہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

۵… ﴿وإذا قرئ القرآن﴾ جہاں تک آواز جائے وہاں تک اپنا حکم رکھتی ہے یا کیا؟

۶… لوگوں کے نماز پڑھنے کی حالت میں لڑکے مدرسے میں کلام اللہ پڑھتے ہیں۔

۷… یا چند حافظ مل کر بآواز بلند تلاوت کرتے ہیں، یہ آیت مذکورہ کے خلاف تو نہیں ہے؟

۸… ایک شخص کہتا ہے یہ آیت تلاوت قرآن کے وقت واہی تباہی باتوں کی ممانعت کے لیے آئی ہے، آپس میں کلام اللہ پڑھنے یا قراءت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں نہیں، بلکہ یہ پڑھنا ضرور واجب اور فرض ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ آیت نماز میں فاتحہ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی، پہلا شخص کہتا ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تب بھی واہیات باتوں کی ممانعت کے لیے نازل ہوئی ہے، نہ فاتحہ کی ممانعت کے لیے۔ اور خطبہ سے لوگوں کا بیزاری ظاہر کرنے کے لیے چلے جانے اور بعض نادانوں کا نماز میں باتیں کرنا وغیرہ کو اس کا شانِ نزول قرار دیتا ہے۔ پس ان تمام باتوں کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے فرمایئے۔

والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… آیت ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ بظاہر عام ہے مگر علماء کے اس میں چند اقوال ہیں:
اول یہ کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں یا نزول قرآن کے وقت تو اس کو خاموشی سے سنو۔

دوم یہ کہ یہ مقتدی کے حق میں ہے اور یہ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔

سوم یہ کہ یہ خطبہ کے لیے ہے۔

چہارم یہ کہ یہ خطبہ اور مقتدی دونوں کے لیے ہے اور یہی صحیح ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ۱/۲۳۳ میں ہے: "الظاهر وجوب الاستماع والإنصات وقت قراءة القرآن في الصلوة وغيرها. وقيل: معناه: إذا تلى عليكم الرسول القرآن عند نزوله فاستمعوه، وجمهور الصحابة رضي الله تعالى عنهم على أنه في استماع المؤتم. وقيل: في استماع الخطبة. وقيل: فيهما، وهو الأصح"(۱)۔ وبسط في التفسيرات الأحمدية، ص: ۴۲۶ (۲)۔

(الف) اگر ایک رکعت امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو تو خارج مسجد یا جس حصہ مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اس سے دوسرے حصے میں سنتیں پڑھے، اگر دو حصے نہ ہوں اور آس پاس کوئی جگہ خارج مسجد اور بھی نہ ہو تو سنتیں نہ پڑھے فرضوں میں شریک ہو جائے، اور قرآن سننا فرض کفایہ ہے جو مقتدیوں سے ادا ہو رہا ہے، کذا في رد المحتار: ۱/۴۹۷ (۳) وکبیری (۴)۔

---

(۱) (تفسير مدارك التنزيل وحقائق التأويل، (سورة الأعراف، پاره: ۹) : ۱/۴۵۸، قديمي)

(۲) "في مسئلة أن المؤتم لا يقرأ لقوله تعالى: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ ﴿واذكر ربك﴾ الآية. ههنا آيتان، فالآية الأولى يستدل بها بعض علماء الحنفية في أن ترك القراءة للمؤتم فرض، وذلك؛ لأن الله تعالى أمر باستماع القرآن والإنصات عند قراءة القرآن مطلقاً، سواء كان في الصلاة أو في غيرها، ولكن لما كان عامة العلماء غير قائلين بوجوب استماع خارج الصلاة بل باستحبابه، وكان الآية رداً على رجل من الأنصار يقرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة -على ما في الحسيني- وكان جمهور الصحابة على أن الآية في استماع المؤتم خاصة، وقيل: في الخطبة، والأصح أنه فيهما جميعاً -على ما في المدارك- ثبت أن القرآن وجب الاستماع في الصلاة، وكمال ذلك لا يكون إلا بالسكوت لا بالقراءة خفية؛ لأنه لما أوجب الإنصات للاستماع في الصلاة أوجبه بكماله، وذلك فيما قلنا". (التفسيرات الأحمدية، (سورة الأعراف، پاره: ۹)، ص: ۴۲۶، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "(قوله: بل رجا إدراك ركعة) تصويب لعبارة المتن، وإلا فالمتبادر منها قول الثاني. (قوله: وفي التشهد) أي إذا رجا إدراك الإمام في التشهد لا يتركها بل يصليها، وإن علم أن تفوته الركعتان معه ... وقد اتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتي بالسنة اتفاقاً كما أوضحه في الشرنبلالية أيضاً ... (قوله: عند باب المسجد) أي خارج المسجد ... لأنه لو صلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة، وهو مكروه، فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة، يصليها في المسجد خلف سارية من سواري المسجد، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة، والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل. (قوله: وإلا تركها) قال في الفتح: وعلى هذا: أي على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لا يصلي فيه إذا لم يكن عند بابه مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، سعيد)

(۴) (وكذا في الحلبي الكبير، فروع في ترك سنة الفجر، ص: ۳۹۳، ۳۹۴، سهيل اكيدمي لاهور)

۵۔ اس کا جواب گزر چکا(۱)۔

۶۔ ایسی حالت میں قرآن شریف سننا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، لہٰذا اگر نماز کا وقت ہو تو بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھیں، ورنہ قرآن شریف سننے کا ثواب بھی نوافل سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے(۲)۔

۷۔ اگر اس میں حرج ہوتا ہو کہ ایک پڑھے اور سب سنیں تو تمام کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں(۳)۔

۸۔ امام کے پیچھے فاتحہ یا سورت پڑھنا جائز نہیں، کما مر(۴)۔

اس آیت مذکورہ کے بارے میں اقوال مذکورہ کے علاوہ اور بھی قول ہیں، وہی ھذہ:

"وللعلماء في ذلك أقوال: الأول: وهو قول الحسن وأهل الظاهر أن تجري هذه الآية على العموم، ففي أي وقت وأي موضع قرئ القرآن يجب على كل حال الاستماع والسكوت.

والقول الثاني: إنها نزلت في تحريم الكلام في الصلوة، روي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنهم كانوا يتكلمون في الصلوة بحوائجهم، فأمروا بالسكوت والاستماع للقرآن.

وعن عبدالله: كنا يسلم بعضنا على بعض في الصلوة: سلام على فلان وسلام على فلان، فجاء القرآن: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾.

والقول الثالث: إنما نزلت هذه الآية في رفع الأصوات وهم خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم. وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه سمع ناساً يقرأون مع الإمام، فلما

---

(۱) (راجع ص: ۷۱، رقم الحاشية: ۱، ۲)

(۲) "(قوله: يجب الاستماع للقراءة مطلقاً) ... وفي شرح المنية: والأصل أن الاستماع للقرآن فرض كفاية، لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً إليه غير مضيع، وذلك يحصل بإنصات البعض، كما في رد السلام حين كان لرعاية حق المسلم، كفى فيه البعض عن الكل". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(۳) "ولو كان القارئ في المكتب واحداً يجب على المارين الاستماع، وإن أكثر ويقع الخلل في الاستماع، لا يجب عليهم". (الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص: ۴۹۷، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) (فتح القدير، فصل في القراءة: ۱/۳۴۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

انصرف، قال: أما إنه لكم أن تفقهوا: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ كما أمركم الله تعالى. وقال الكلبي: كانوا يرفعون أصواتهم في الصلاة حين يسمعون ذكر الجنة والنار. انتهى ملخصاً". تفسیرات احمدیہ، ص: ٤٦٤(۱)۔

یہ صورت کیسی ہے۔ مذکورہ کا واقعہ کس حدیث سے بیان کیا ہے، حوالہ دیا جائے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ایسی ناواقفیت کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم/۵۳ھ۔

آیت ﴿إذا قرئ القرآن﴾ الخ سے خارج صلوٰۃ وجوبِ استماع

سوال[۵۲۰۳]: قوله تعالى: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الآية) سے خارج صلوٰۃ میں وجوبِ استماع ثابت ہوتا ہے یا ندب؟ اس زمانہ میں کس پر عمل کیا جائے گا؟ جمہور احناف کا قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وجوب ثابت ہے: "يجب الاستماع للقراءة مطلقاً اهـ". درمختار۔ "أي في الصلاة وخارجها؛ لأن الآية وإن كانت واردة في الصلاة على ما مر، فالعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب، ثم هذا حيث لا عذر. ولذا قال في القنية: صبي يقرأ في البيت وأهله مشغولون بالعمل يعذرون في ترك الاستماع إن افتتحوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن. وفي الفتح عن الخلاصة: رجل يكتب الفقه وبجنبه رجل يقرأ القرآن فلا يمكنه استماع القرآن، فالإثم على القارئ، وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم: أي لأنه يكون سبباً لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم، تأمل"۔

"وفي شرح المنية: والأصل أن الاستماع للقرآن فرض كفاية؛ لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً إليه غير مضيع، وذلك يحصل بإنصات البعض، كما في رد السلام حين كان لرعاية حق المسلم كفى فيه البعض عن الكل، إلا أنه يجب على القارئ احترامه بأن لا يقرأ في

(۱) (حاشية التفسيرات الأحمدية، ص: ٤٦٤، سورة الأعراف، الجزء ۹، مكتبه حقانيه پشاور)

الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأ فيها، كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، وتمامه في "ط" اهـ". رد المحتار، ص: ۳۶۶(۱)۔

قال الطحطاوی: "يكره للقوم أن يقرأوا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لا بأس به". طحطاوی، ص: ۱۷۴(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۱۳۹۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
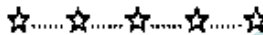
(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلوٰة، فروع في القراءة خارج الصلاة ومطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۱۶/۵، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبيح والقراءة، رشيدية)

(۲) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۸، قديمي)

"وفي المحيط، يكره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: ۲۳۰/۳، امجد اکیڈمی، لاہور)

الفصل الرابع في القرآءة المسنونة في الصلوة

(قرآءت کی مقدارِ سنت کا بیان)

قرأت مسنونہ

سوال [۳۰۷۶]: قرأت مسنونہ درمیان نماز جو کتب میں لکھی ہے مثلاً مغرب میں "لم یکن" سے سورۃ الناس تک، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی لمبی قرأت کی جائے جتنی ان سورتوں میں کی جاتی ہے یا ان ہی درمیانی سورتوں کو پڑھنا زیادہ ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون یہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے، کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی درست ہے مگر عادۃً ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم

سوال [۳۰۷۷]: فقہ کی تمام کتب میں نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی مسنون

---

(۱) "ويسن في الحضر لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي - والناس عنه غافلون - طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر، ومنها إلى آخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء، وباقيه قصاره في المغرب، أي في كل ركعة سورة مما ذكر، ذكره الحلبي". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: "(قوله: واختار في البدائع عدم التقدير الخ) والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدار معين لا يزاد عليه ولا ينقص عنه، بل يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر بالمعوذتين أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أو نحوه من الأعذار، لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه، وتارة يقرأ أكثر مما ورد إذا لم يمل القوم". (رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ١/٥٤٠، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٣، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ١/٣٣٣، دار الكتب العلمية بيروت)

میں ایک سنت قراءت مسنونہ بیان کی گئی ہے، لیکن عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ امام اس کی مطلق پابندی نہیں کرتے، بلکہ مغرب میں طوالِ مفصل یا عشاء میں سورۂ بقرہ وغیرہ پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا اماموں کا یہ عمل ترکِ سنت کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا پڑھنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ اکثر وبیشتر مفصلات کی قراءت کی جائے (۱) لیکن کبھی اس کے خلاف کردیا جائے تو اس پر بھی کراہت کا حکم نہیں ہوگا، البتہ مقتدیوں کی رعایت بھی اہم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا

سوال[۲۱۸۱]: ۱..... دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ تفصیل طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، قصارِ مفصل کے ساتھ قراءت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ حکم صرف ائمہ کے لیے ہے یا منفرد کو بھی ہے؟

۲..... اس ترتیب کو بلا کسی عذر کے عادۃً ترک کرنا، مکمل سورت کے بجائے درمیانِ سورت سے چند آیات یا ایک آدھ رکوع پڑھنا اور عادۃً اکثر وبیشتر ہمیشہ اسی طرح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کوئی عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کو ٹوکنا اور مکمل سورت کے لیے متوجہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس سنت کے مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ہونے کی تصریح نہیں دیکھی، البتہ امام اور منفرد کا حکم مقدارِ قراءت

---

(۱) (راجع ص: ۷۴، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "(قوله: أي في كل ركعة سورة مما ذكر) أي من الطوال والأوساط والقصار، ومقتضاه أنه لا نظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات مع أنه ذكر في البرهان القراءة من المفصل سنة، والمقدار المعين سنة أخرى. ثم قال: وفي الجامع الصغير: يقرأ في الفجر في الركعتين سورة الفاتحة وقدر أربعين أو خمسين، واقتصر في الأصل على الأربعين، وفي المجرد: ما بين الستين إلى المائة، والكل ثابت من فعله عليه الصلاة والسلام ..... والحاصل فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

راضی ہو یا ناراض، اس کی بھی قید مذکور ہے۔ اگر مقتدی راضی نہ ہوں تب تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اگر راضی ہوں تو پھر کیا وجہ ہے، پھر مکروہ تحریمی کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار کی وہ عبارت مع حوالۂ باب نقل کیجئے، تب اس کا جواب ہو سکے گا(۱)۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۸۸ھ۔

مغرب کی نماز طویل اور فجر وعشاء مختصر پڑھانا

سوال[۲۱۸۰]: مغرب کی نماز میں رکوع پڑھنا اور عشاء وفجر میں سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے، امام صاحب قصداً سورۂ والشمس عشاء کی پہلی رکعت میں ایک ہفتہ تک برابر روزانہ پڑھتے ہیں جب کہ دونوں رکعتوں میں رکوع پورا نہیں ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں رکوع شروع کیا اور تھوڑا سا پڑھا اور رکعت پوری کی، دوسری رکعت میں دوسرا رکوع شروع کر دیا اور وہ بھی پورا نہیں کیا۔ کیا آج کل کے اماموں کو بھی اجازت ہے کہ مغرب کی عشاء اور فجر وعشاء کی مغرب سمجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

---

(۱) "حبیب المسائل" کو درمختار کے حوالے سے یہ لکھنا کہ "اگر مقتدی راضی ہوں تو تطویل قراءة علی قدر السنة مکروہ تحریمی ہے" صحیح نہیں، کیونکہ درمختار میں "زائداً" کی قید موجود ہے یعنی تطویل قراءة علی قدر السنة سے زائد ہو تو مقتدی اگر راضی ہوں تب بھی مکروہ تحریمی ہے لإطلاق الأمر بالتخفیف چنانچہ درمختار میں ہے:

"(و) یکرہ تحریماً (تطویل الصلاة) علی القوم زائداً علی قدر السنة فی قراءة و أذکار لإطلاق الأمر بالتخفیف، نہر". (الدر المختار) "(قولہ: لإطلاق الأمر بالتخفیف) وھو ما فی الصحیحین: "إذا صلی أحدکم للناس فلیخفف، فإن فیھم الضعیف والسقیم والکبیر، وإذا صلی لنفسہ فلیطول ما شاء" (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۴، سعید)

مقتدیوں کی رضامندی کے باوجود تطویل قراءت علی قدر السنة کی کراہت کی علت درمختار کی عبارت مذکورہ میں ہے یعنی: "لإطلاق الأمر بالتخفیف".

جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے ۔

آج کل کے نوجوانوں کا یہ حلیہ کچھ نہ پوچھ
مونچھ کی داڑھی بنی اور بن گئی داڑھی کی مونچھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح سب کی نماز ادا ہو جائے گی، امام صاحب پر اعتراض غلط ہے، افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے، فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل (سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک) مغرب میں قصارِ مفصل (پارۂ عم کے اخیر کی سورتیں)[1]، عشاء میں سورۂ والشمس پڑھنے کی ترغیب خود حدیث پاک میں ہے[2]، لہٰذا اس پر اعتراض کرنا غلط اور ناواقفیت ہے۔ مغرب کی نماز

---

(۱) "(و يسن في الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر، و) منها إلى آخر لم يكن (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورة مما ذكر .... اى من الطوال، والأوساط والقصار، ومقتضاه انه لا نظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات". (الدر المختار: ۱/۵۳۹، ۵۴۰، كتاب الصلوة، فصل في القراءة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية، الفصل الرابع في القراءة، الباب الرابع: ۱/۷۷، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: كان معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه يصلي مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم .... فصلى ليلةً مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم العشاء، ثم أتى قومه فأمهم ... فأقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على معاذ فقال: "يا معاذ! أفتان أنت؟ اقرأ ﴿والشمس وضحاها﴾ الحديث". أي في الركعة الأولى". (مرقاة المفاتيح: ۲/۵۶۰-۵۴۲، كتاب الصلوة، باب القراءة في الصلوة، الفصل الأول، رقم الحديث: ۸۳۳، رشيديه)

(وكذا في الصحيح لمسلم: ۱/۱۸۷، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء، قديمي)

"عن عبد الله بن بريدة رضي الله تعالى عنه عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقرأ في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها". الحديث. (جامع الترمذي: ۱/۶۸، أبواب الصلوة، باب ماجاء في القراءة في صلاة العشاء، سعيد)

(وسنن النسائي: ۱/۱۵۵، كتاب الصلوة، باب القراءة في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها، قديمي)

میں اگر کوئی رکوع یا چند آیت پڑھ لے تب بھی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ۔

امام صاحب بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں اور مقتدی بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں، بے فکر نہ ہوں اور اپنی کوتاہیوں سے غافل ہو کر دوسروں کی عیب جوئی میں لگ جائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے اور کبھی اپنی اصلاح کی توفیق نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۳ھ۔

عشاء میں قراءت طویل کرنا

سوال [۱۸۰۳]: عشاء کی نماز میں تین چار رکوع کی مقدار قراءت طویل کرنا کیسا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ عموماً مصلیوں کو اس قسم کے طول قراءت کی شکایت ہو؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: حافظ عبدالکریم رسولپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء کی نماز میں اوساط مفصل یعنی "سورۂ بروج" سے "لم یکن" تک بیچ کی سورتیں پڑھنا مسنون و مستحب ہے، اگر مقتدی راغب ہوں تو اس سے طویل قراءت بھی جائز ہے، اگر مقتدی راغب نہ ہوں بلکہ چھوٹی سورتوں کو پڑھنے سے خوش ہوں تو قراءت مختصر کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام کو طویل قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ مقتدی راغب نہ ہوں:

"ویسن طوال المفصل من الحجرات إلی آخر البروج فی الفجر والظهر، ومنها إلی آخر لم یکن أوساطه فی العصر والعشاء". درمختار: ۱/۸۰(۱)۔

"عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا أم أحدكم الناس، فلیخفف، فإن فیهم الصغیر والكبیر والضعیف والمریض، فإذا صلی وحده،

(۱) (الدر المختار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۰، سعید)

"فلیصل کیف شاء" رواہ الترمذی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۵/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/جمادی الاولیٰ/۱۳۵۴ھ۔

امام کا فرض نماز میں ختم قرآن

سوال [۲۱۶۴]: ایک امام صاحب فجر کی نماز میں قرآن مجید کو "ختم" سے پڑھتے ہیں جس طرح تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے، اور ختم ہوجاتا ہے تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں، ان کا کئی سال سے یہی دستور ہے۔ علاوہ ازیں بہت بہت جلدی جلدی آیت پڑھ ڈالتے ہیں، بسا اوقات مقتدی سننے سے محروم رہتے ہیں اور مقتدی ان کے اس پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ازروئے شرع امام کے اس فعل میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا اس طرح پڑھنا خلاف سنت ہے، ان کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً جب کہ مقتدی اس سے راضی نہیں ہیں، تو نماز اس سے مکروہ ہوجاتی ہے، قاعدہ مسنونہ طریقہ یہ ہے کہ فجر میں

---

(۱) (سنن الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء إذا أمّ أحدکم الناس فلیخفف: ۱/۵۳، سعید)

وبمعناه في صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا صلى لنفسه فليطول ما شاء: ۱/۹۷، قديمي)

(۲) "قوله: أي في كل ركعة سورة مما ذكرنا ... أو قرأ في العصر أو العشاء سورتين من أوسط المفصل تزيدان على عشرين أو ثلاثين آية كالغاشية والفجر، ويكون ذلك موافقاً للسنة على ما في النهر لا على الرواية ... عن عمر رضي الله تعالى عنه أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه: أن اقرأ في الفجر والظهر بطوال المفصل، وفي العصر والعشاء بأوساط المفصل، وفي المغرب بقصار المفصل ... والحكمة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم، ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، هكذا في الخلاصة". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، سعيد)

وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۵، رشيدية)

طوالِ مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں وقت کی گنجائش اور مقتدیوں کے تحمل کی رعایت سے پڑھا کریں (۱)۔ اگر وقت میں کمی ہو یا مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو اس سے چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ اگر وقت زیادہ ہو اور مقتدی راغب ہوں تو اس سے بڑی سورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے (۳)۔ اگر تتمۂ قرآن کریم نماز میں پڑھنا ہو تو اپنی تنہا نماز میں پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔

سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار

سوال [۲۱۸۳]: سورتوں کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار کیا ہے؟ "مزمل" "نوح" "نبأ" میں

---

(۱) قال ابن عابدین: "(قوله: بلا بالمسنون) وهو القراءة من طوال المفصل في الفجر والظهر، وأوساطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۲، سعید)

(۲) "وفي الضرورة بقدر الحال، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۹، ۵۴۰، سعید)

"الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة . . . والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدار معين لكل أحد وفي كل وقت، بل تارة يقتصر على أدنى ما ورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت، أو نحوه من الأعذار؛ لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لما سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه. وتارة يقرأ أكثر ما ورد إذا لم يعلم ثقل على القوم . . . والحاصل فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، سعید)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۵، ۵۹۶، رشیدیہ)

(۳) "أن الأفضل قراءة سورة واحدة، ففي جامع الفتاوى روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه قال: لا أحب أن يقرأ سورتين بعد الفاتحة في المكتوبات، ولو فعل لا يكره، وفي النوافل لا بأس به". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۵۴۶، سعید)

دو گنا فرق ہے گو برابر ہیں تقریباً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیات گنتی میں برابر ہوں مگر وہ زیادہ چھوٹی بڑی ہوں تو حروف کو شمار کرلیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا

سوال [۲۱۸۴]: ایک رکعت میں زیادہ پڑھنا اور ایک میں کم کیسا ہے، مثلاً کوئی شخص تراویح کی ایک رکعت میں "عم" کا تمام پارہ پڑھے اور دوسری رکعت میں "الم" کا نصف رکوع نماز میں کچھ فساد تو نہ ہوگا؟

المستفتی: عبدالمجید، ہیڈ ماسٹر سازمعروری از کرنال۔

---

(۱) "لو قرأ في الأولى "والعصر" وفي الثانية "الهمزة" فرمز في القنية أولاً أنه لا يكره، ثم رمز ثانياً أنه يكره، وقال: لأن الأولى ثلاث آيات والثانية تسع، وتكره الزيادة الكثيرة. وأما ما روي أنه عليه الصلاة والسلام "قرأ في الأولى من الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية هل أتاك حديث الغاشية" فزاد على الأولى بسبع، فلكن السبع في السور الطوال يسير دون القصار؛ لأن الست هنا ضعف الأخس، والسبع ثمه أقل من نصفه: أي أن الست الزائد في الهمزة ضعف سورة العصر، بخلاف السبع الزائد في الغاشية فإنها أقل من نصف سورة الأعلى فكانت يسيرة ...... والذي تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية: أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيد بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذٍ فيها، أما السور الطويلة أو القصيرة المتفاوتة فلا يعتبر العدد فيهما، بل يعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات وإن اتحدت آيات السورتين عدداً. هذا ما ظهر لي، والله تعالىٰ أعلم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

"عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يطول في الركعة الأولى من صلوة الظهر، ويقصر في الثانية، ويفعل ذلك في صلوة الصبح". (صحيح البخاري، باب يطول في الركعة الأولى: ۱/۱۰۴، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی لیکن اس قدر پہلی رکعت کو لمبا کرنا خلافِ افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/شوال/۵۵ھ۔

دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا

سوال[۳۰۸۵]: زید نے نماز فجر کی اول رکعت میں سورۂ قلم کا اخیر رکوع تلاوت کیا اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ قیامہ تلاوت کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ درصورتِ ہذا نماز میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا کمی ہوئی؟ براہِ مہربانی مع حوالہ کتاب اللہ، کتب احادیث معتبرہ وکتب فقہ سے مفصل مدلل تحریر فرمائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے اور فجر کی پہلی رکعت کا طویل کرنا دوسری سے بہتر ہے اور اس کا عکس مکروہ ہے یعنی دوسری طویل کی جائے اور پہلی قصیر، لیکن معمولی طور پر فجر کی دوسری رکعت طویل ہو جائے تو مکروہ نہیں، چنانچہ کلمات اور حروف کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اتنا طول نہیں ہوا جس سے نماز مکروہ ہوتی۔

"وتطال أولى الفجر فقط وقيل: الأوليين، لا إطالة الثانية على الأولى تكره إجماعاً".

اهـ. الدر المختار. "قوله: وفي شرح منية المصلي للحلبي: وفي القنية: إن قرأ في الأولى "والعصر" وفي الثانية "الهمزة" يكره؛ لأن الأولى ثلث آيات، والثانية تسع آيات، ويكره الزيادة الكثيرة. وأما ما روي أنه صلى الله عليه وسلم "قرأ في الأولى من الجمعة: "سبح اسم ربك

---

(۱) "قوله: مطلقاً" ... وقيد بالفرض، لأنه يسوي في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر". (رد المحتار، فصل في القراءة: ١/٥٤٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٨، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، في صفة الصلاة، ص: ٣٠٣، سهيل اكيدمي لاهور)

الأعلى﴾ وفي الثانية ﴿هل أتاك حديث الغاشية﴾ فزاد الثانية على الأولى بسبع، لكن السبع في السور الطوال يسير دون القصار؛ لأن السبع هنا ضعف الأعلى والسبع ثمة أقل من نصفه، فعلم منه أن الإطالة المكروهة إنما تكره إذا كانت ظاهرة الطول من غير نظر إلى عدد الآيات".

بحر: ١/٣٤٢(١)، وكذا في الشامي: ١/٥٤٢ [illegible](٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ جمادی الاولیٰ/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۶ھ۔ صحیح: عبد اللطیف۔

دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی؟

سوال[۲۱۸۱]: پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کس قدر آیتیں زیادہ ہوجائیں جو نماز کے مکروہ ہونے کا سبب ہوگا؟

محمد صلاح الدین شمسی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آیات کی مقدار زیادتی سے کراہت تنزیہی ہوگی، طحطاوی، ص: ۱۹۳ (۳)۔ اگر یہ ان چھوٹی سورتوں

---

(١) (البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٤، رشيدية)

(٢) (رد المحتار، فصل في القراءة: ١/٥٤٣، سعيد)

"عن نعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقرأ في العيدين ويوم الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى وهل أتاك حديث الغاشية، قال: وربما اجتمعا في يوم واحد فقرأ بهما". (سنن أبي داود، باب ما يقرأ في الجمعة: ١/١٦٠، مكتبه دار الحديث، ملتان)

"عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يطول في الركعة الأولى من صلاة الظهر، ويقصر في الثانية، ويفعل ذلك في الصبح". (صحيح البخاري، باب يطول في الركعة الأولى: ١/١٠٥، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ١/٥٩٤، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ١/٣٣٥، دار الكتب العلمية، بيروت)

(٣) "(و) يكره (تطويل) الركعة (الثانية على) الركعة (الأولى) بثلاث آيات فأكثر، لا بطويل الثانية، وإنه =

ہیں جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن کی آیت میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو حروف کی گنتی کا اعتبار ہوگا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کے سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں۔ جو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں، شامی: ۱/۵۴۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے؟

سوال [۳۱۸۷]: بعض مسجد کے امام پہلی رکعت میں صرف ایک دو بڑی آیتیں پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں اس پندرہ آیتوں والی سورت مثلاً "والضحیٰ، والطارق" وغیرہ پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟ آیتوں کے حروف کی تعداد پہلی رکعت سے حروف کی تعداد میں کتنا ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں حروف گن کر دیکھ لیں، دوسری رکعت میں جس قدر حروف زائد ہوں، وہ اگر پہلی

= "اسداء صلاة نفل". (مراقي الفلاح). "(قوله: بثلاث آيات) إنما قيد بها؛ لأنه لا كراهة فيما دونها لما ورد أنه صلى الله تعالى عليه وسلم صلى الفجر بالمعوذتين والثانية أطول من الأولى بآية، وكراهة الإطالة بالثلاث فأكثر في غير ما وردت به السنة تنزيهية. كما في السيد" (حاشية الطحطاوي، فصل في بيان مكروهات الصلاة، ص: ۳۵۱، قديمي)

(۱) "الحاصل أن سنية إطالة الأولى على الثانية وكراهة العكس إنما تعتبر من حيث عدد الآيات إن تقاربت الآيات طولاً وقصراً، فإن تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات. فإذا قرأ في الأولى من الفجر عشرين آية طويلة وفي الثانية منها عشرين آية قصيرة تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الأولى، فقد حصل السنة، ولو عكس كره .... (قوله واستثنى في البحر ما وردت به السنة): أي كقراءته - عليه الصلاة والسلام - في الجمعة والعيدين في الأولى بالأعلى وفي الثانية بالغاشية، فإنه ثبت في الصحيحين مع أن الأولى تسع عشرة آية والثانية ستة وعشرون آية". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

رکعت والی سورۃ کے نصف سے زائد ہیں تو مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل ہونا

سوال[۲۱۸۸]: دو رکعت سنت نماز میں پہلے چھوٹی سورت بعد میں بڑی سورت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کرنا مناسب نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۹ھ۔

مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا

سوال[۲۱۸۹]: ہماری مسجد کے امام جب لوگ کہتے ہیں کہ آج یہ سورت پڑھئے اور آج یہ سورت پڑھئے اور وہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ یہ کیسا ہے اور مصلیان کا کہنا جائز ہے یا نہیں، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو جائے گی مگر مقتدیوں کو نہیں چاہیے کہ امام کو اپنے پابند کریں اور امام کے لئے بھی یہ پابندی لازم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

غصہ اور جھنجلاہٹ کی وجہ سے قرأت طویل کرنا

سوال[۲۱۹۰]: امام کی طبیعت میں غصہ ہے بعض دفعہ حالات خفگی میں قرآت اس قدر طویل

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة "دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی؟")

(۲) "(قوله: مطلقاً) ... وقيد بالفرض؛ لأنه يسوي في السنن والنوافل بين ركعتيها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر ... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يرد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعداً بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره؛ لما أنه شفع آخر" (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۸، رشيديه)

کرتے ہیں کہ جس سے مقتدی تکلیف محسوس کرکے یا ارادہ کرنے لگتے ہیں کہ نیت توڑ کر بھاگ جائیں، امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی جھنجلاہٹ یا غصہ کی وجہ سے قراءت طویل کرنا غلط ہے ایسا نہیں چاہئے، مقتدیوں کے حال کی رعایت رکھنی چاہئے کہ ان میں بوڑھے، ضعیف، بیمار سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۱)، شریعت نے اس کی رعایت رکھتے ہوئے طوال، اوساط، قصار کی قراءت تجویز کی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "ویکرہ تطویل الصلوۃ، کذا فی التبیین. وینبغی للإمام أن لا یطول بہم الصلوۃ بعد القدر المسنون، وینبغی لہ أن یراعی حال الجماعۃ، ہکذا فی الجوہرۃ النیرۃ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس فی الإمامۃ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیرہ: ۸۷/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ: ۳۴۸/۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "واستحسنوا فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظہر، أوساطہ فی العصر والعشاء، وقصارہ فی المغرب، کذا فی الوقایۃ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ: ۷۷/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، فصل فی القراءۃ: ۵۳۹/۱ - ۵۴۰، سعید)

الفصل الخامس في تكرار السورة والآية وتعددها وترتيبها

(ایک رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعدد اور ترتیب)

ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا

سوال [۲۰۰۱]: اول: اگر کوئی شخص کسی ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھے مثلاً "سورۂ نبأ" کے بعد "قل ہو اللہ" پھر "ناس" کیا یہ جائز ہے؟

دوم: کیا ہر سورت کے شروع کرتے وقت "بسم اللہ" پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض میں نامناسب، نوافل میں مضائقہ نہیں، طحطاوی ص: ۱۹۳(۱)۔ جہری نماز میں سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھے، سری میں پڑھے، یہی طریقہ بہتر ہے طحطاوی ص: ۱۴۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ويكره الانتقال لآية من سورتها ولو فصل بآية، والجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة في الخلاصة: لا يكره هذا في النفل" (مراقي الفلاح). "قوله: لا يكره هذا في النفل يعني القراءة منكوساً، والفصل والجمع كما هو مفاد عبارة الخلاصة ... وهذا كله في الفرض، أما في النوافل لا يكره". (حاشية الطحطاوي، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳۷، إمدادية)

(۲) "وعن محمد أنها تسن في السرية دون الجهرية لئلا يلزم الإخفاء بين جهرين، وهو شنيع. واختاره في العناية والمحيط" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۰، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في سنن الصلوة: ۲/۳۰۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

"بسم اللہ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان پڑھنا بہتر واولیٰ ہے نماز سری ہو یا جہری .... =

ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا

سوال [۲۱۰۲]: ایک امام نے صبح کی نماز میں فاتحہ کے بعد "سورۂ جمعہ" پڑھا پھر "إنا أنزلنا" پڑھا اور دوسری رکعت میں "سورۂ ألم تر كيف" سے لے کر "سورۂ ناس" تک پڑھا۔ کیا اس طرح فرض نمازوں میں سورتوں کا ملانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح ایک رکعت میں متعدد سورتوں کو فرض نماز میں جمع کرنا ثابت نہیں، اس لئے خلافِ سنت ہے، لیکن نماز پھر بھی ادا ہوگئی (۱)، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، کیونکہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۲/۹۳ھ۔

= "عن أنس رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يسر ببسم الله الرحمن الرحيم وأبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما". رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجاله موثقون، مجمع الزوائد".

"وعن أنس بن مالك قال: صليت خلف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم، فكانوا يستفتحون بالحمد لله رب العلمين لايذكرون بسم الله الرحمن الرحيم في أول قراءة ولا في آخرها". رواه مسلم". (إعلاء السنن، باب سنية التعوذ والتسمية وترك الجهر بهما: ۲/۱۹۵، إدارة القرآن، كراتشي)

"(قوله: لاتسن) وقال محمد: تسن إن خافت، لا إن جهر ... وذكر في المصفى أن الفتوى على قول أبي يوسف أنه يسمي في أول كل ركعة ويخفيها ... وإنما اختير قول أبي يوسف، لأن لفظة الفتوى آكد وأبلغ من لفظة المختار، ولأن قول أبي يوسف وسط، وخير الأمور أوسطها، كذا في شرح عمدة المصلي.

(قوله: ولا تكره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً، كان حسناً عند أبي حنيفة، ورجحه المحقق ابن الهمام". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى إنتهائها: ۱/۴۹۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۵، رشيديه)

(۱) "وإذا جمع بين سورتين بين سور أو سورة واحدة في ركعة واحدة، يكره، أما في ركعتين إن كان بينهما =

ایک رکعت میں متعدد سورتیں درمیان میں چھوڑ کر پڑھنا

سوال [۲۱۵۲]: ایک شخص ایک ہی رکعت میں "والضحی، الم نشرح، والتین" پڑھ کر درمیان کی سورتیں چھوڑ کر "الم تر کیف" سے شروع کر دیتا ہے اور "والناس" پر ختم کر دیتا ہے، سب کچھ ایک ہی رکعت میں کرتا ہے، اس میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ہے: "لا ینتقل في الرکعة الواحدة من آیة إلی آیة یکره، وإن کان بینهما آیات بلا ضرورة، فإن سها ثم تذکر یعود مراعاة لترتیب الآیات، شرح المنیة. أما في رکعة ...... فیکره الجمع بین سورتین بینهما سور أو سورة، فتح". رد المحتار: ۱/۵۴۶، قبیل باب الإمامة(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا

سوال [۲۱۵۳]: ہر رکعت میں اگر ایک ہی سورت پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہ ہوگا؟ اگر مجبوری کے سبب ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

... سور، لا یکره". (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۴، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۱) (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

"وإذا جمع بین سورتین بینهما سور أو سورة واحدة في رکعة واحدة یکره. أما في رکعتین إن کان بینهما سور، لا یکره". (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۴، مکتبه إمدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی کو ایک ہی سورت یاد ہو تو وہ اسی سورت کو پڑھے گا اور اس میں کوئی کراہت نہیں، اگر اور سورت بھی یاد ہو تو فرض نماز میں قصداً ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا مکروہ ہے، بھولے سے ایسا کرنا مکروہ نہیں، نوافل میں مطلقاً مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا

سوال [۱۵۹۶]: ایک امام نے صبح کی نماز میں "سورۂ دہر" کا پہلا رکوع پہلی رکعت میں پڑھا اور دوسرا رکوع دوسری رکعت میں پڑھا، یعنی ایک ہی سورت کے دونوں رکوع سے دونوں رکعت پڑھ دی اور یہ نہیں کہ ہر رکعت میں مستقل پوری سورت پڑھے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑی ایک سورت میں دو رکعت پوری کردے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس طرح نماز نہیں ہوتی اور وہ ایک سورت کو ایک ہی رکعت میں تمام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے مگر صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی، جو شخص فاسد کہتا ہے اس کا یہ خیال خود فاسد ہے، اس طرح تو خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ سے دو رکعت پڑھ دی، آدھا حصہ پہلی رکعت

---

(۱) "ولا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية". (الدر المختار). "أفاد أنه يكره تنزيهاً..... هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القراءة منكوساً، بزازية". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمدادیہ ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

میں کچھ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے والا دوسری رکعت میں کیا پڑھے؟

سوال[۲۱۱۹]: کسی نمازی نے پہلی ہی رکعت میں بھول کر ﴿قل اعوذ برب الناس﴾ پڑھ دی تو اب دوسری، تیسری اور چوتھی میں کون سی سورت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی سورت کو ہر رکعت میں پڑھ کر نماز پوری کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن معاذ بن عبد اللہ الجهني أن رجلاً من جهينة - رضي اللہ تعالیٰ عنه - أخبره أنه سمع النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم يقرأ في الصبح: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً". (سنن أبي داؤد، باب القراءة في الفجر: ۱/۱۱۸، دار الحديث ملتان)

"عن عائشة رضي اللہ تعالیٰ عنها أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم قرأ في صلوة المغرب بسورة الأعراف، فرقها في ركعتين". (سنن النسائي، القراءة في المغرب بالمص: ۱/۱۵۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "إلا إن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾. أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القرآءة منكوساً". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"ولا بأس بأن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية، كما روي عنه عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح. وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية ... هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فعل، قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المجتبى". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في كل ركعة فاتحة الكتاب: ۱/۵۴۳، إدارة القرآن كراچی)

ایک رکعت میں ایک آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا

سوال[۳۱۹۷]: کیا نماز میں ایک رکعت میں ایک سورت یا ایک آیت مکرر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اگر کوئی سورت یا آیت ایک ہی رکعت میں مکرر بہ کرر پڑھی جاوے تو کیا نماز میں حرج واقع ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوجاتی ہے، لیکن فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، نفل میں مکروہ نہیں:

"ویکره تکرار السورة في ركعة واحدة من الفرض، وقيد بالفرض؛ لأنه لايكره في النفل؛ لأن شأنه أوسع؛ لأنه صلى الله تعالى عليه وسلم قام إلى الصباح بآية واحدة يكررها في تهجده اهـ". مراقي الفلاح، ص: ۲۰۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم

سوال[۳۱۹۸]: ایک بوڑھی عورت ہے، اس کو صرف دو سورتیں یاد ہیں: ﴿إنا أعطينا﴾ اور ﴿قل هو الله﴾ کوئی اور سورت یاد نہیں۔ کیا اس سے اس کی نماز ہوجائے گی؟ دعائے قنوت بھی یاد نہیں، اس کی

---

(۱) (مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

"عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يجمع بين السور؟ قالت: نعم من المفصل". رواه أبو داود وصححه ابن خزيمة".

"قوله: عن عبدالله بن شقيق قلت. حديث عائشة هذا، وكذا ابن مسعود الآتي: لقد عرفت النظائر التي كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرن بينهن الخ، كلاهما واردان في صلاة التهجد، كما يشعر به سياقهما، فلا دلالة فيهما على جواز ذلك في الفرض بلا كراهة تنزيهية، نعم! يؤخذ منهما أن الجمع بين السور في ركعة من النوافل لايكره أصلاً، وهو قولنا معشر الحنفية". (إعلاء السنن، باب استحباب سورة في ركعة، وجواز سورتين فما فوقها الخ: ۱۱۸/۴، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار، فصل في القراءة: ۵۴۶/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة وما لا يكره: ۱۰۷/۱، رشيديه)

مجید ﴿قل ہو اللہ﴾ پڑھتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کوئی چھوٹی دعا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز میں ﴿إنا أعطینا﴾ اور ﴿قل ہو اللہ﴾ پڑھنے سے بھی اس کی نماز ہوجاتی ہے(۱)۔ قنوت کی جگہ وتر میں ﴿إہدنا الصراط المستقیم﴾ آخر تک پڑھ لیا کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تکرارِ آیت

سوال[۲۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ ذیل میں:

جو امام فرض نمازوں میں آیتوں کا تکرار کرے سہواً یا جہلاً یا عادۃً لوٹا لوٹا کر پڑھے تو یہ کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن أبي سعید الخدري رضي اللہ تعالیٰ عنہ أخبرني أخي قتادۃ بن نعمان أن رجلاً قام في زمن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرأ من السحر ﴿قل ہو اللہ أحد﴾ لایزید علیہا، فلما أصبحنا أتی الرجل النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نحوہ. أخرجہ البخاري".

"(قولہ: عن أبي سعید) ...... قال في مراقي الفلاح: ویکرہ تکرار السورۃ في رکعۃ واحدۃ من الفرض، وکذا تکرارہا في الرکعتین إن حفظ غیرہا وتعینہ لعدم ورودہ، وإن لم یحفظہ وجب قراء تہا لوجوب ضم السورۃ للفاتحۃ، وإن نسي لایترک". (إعلاء السنن، باب قراءۃ القرآن منکوساً في الصلاۃ وغیرہا الخ: ۴/۱۲۹، إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ، کراتشي)

(۲) "(قولہ: وہو مطلق الدعاء): أي قنوت الواجب یحصل بأي دعاء کان. في النہر: وأما خصوص "اللہم إنا نستعینک" فسنۃ فقط، حتی لو أتی بغیرہ، جاز إجماعاً". (رد المحتار، باب صفۃ الصلاۃ. مطلب: واجبات الصلاۃ: ۱/۴۶۸، سعید)

"ومن لایحسن القنوت یقول: "ربنا آتنا في الدنیا حسنۃ" الآیۃ. وقال أبو اللیث: یقول: "اللہم اغفرلي" یکررہا ثلاثاً، وقیل: یقول: "یارب": ثلاثاً، ذکرہ في الذخیرۃ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۷، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۵۲۹، رشیدیہ)

مکروہ ہے یا مفسد؟ اور مفسد اور مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں قصداً بلا عذر آیت کا تکرار کرنا مکروہ تنزیہی ہے، سہواً یا عذراً مکروہ نہیں ہے:

"وإذا كرر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلوة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس، هكذا في المحيط". عالمگیری: ۱/۱۰۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۴ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

"اهدنا الصراط المستقيم" کو دوبارہ پڑھنا

سوال[۲۲۰۰]: ۱... زید نے سورۂ فاتحہ "المستقیم" تک پڑھا اور پھر زید نے صرف ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ دوبارہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کو مکمل کیا تو اس صورت میں جب کہ ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو مکرر پڑھ لیا گیا تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوئی یا نہیں؟ جب کہ سجدہ سہو وغیرہ نہیں کیا گیا، آپ دونوں طرح کا جواب لکھئے، یا عمداً کیا ہو یا شک کی وجہ سے؟

۲... بعض آدمی نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر سجدہ میں جاتے وقت دونوں رانوں سے کپڑا اٹھاتے ہوئے یا کھینچتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، دونوں ہاتھوں سے، تو کیا اس سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... عمداً ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو دوبارہ پڑھا ہو یا شک کی وجہ سے، بہر صورت سجدۂ سہو

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۷، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

واجب نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔

۲۔ اگر معمولی حرکت سے کپڑے کو درست کرتے ہیں تاکہ جلدی و آسانی سے ہوجائے کوئی تنگی نہ ہو تو بھی نماز ہوجائے گی، ناجائز نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا

سوال [۳۲۰۱]: نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سورتیں ہی پڑھنا ثابت ہے یا کہیں مختلف بھی پڑھنا ثابت ہے، یعنی کوئی رکوع کسی سورت کا اور کوئی رکوع کسی سورت کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا بھی ثابت ہے (۳) اور ایک سورت سے کم پڑھنا بھی ثابت ہے (۴)۔ بخاری شریف: ۱/۱۰۶ میں ہے:

---

(۱) "وإذا كرر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلاة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس. هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۷، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره، النوع: ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "(و) كره (كفه): أي رفعه (وعبثه به) أي بثوبه (وبجسده) للنهي إلا لحاجة". (الدر المختار).

"(قوله: إلا لحاجة) كحك بدنه لشيء أكله وأضره، وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه، وهذا لو بدون عمل كثير". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

(۳) "عن زياد بن علاقة عن عمه قطبة بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقرأ في الفجر "والنخل باسقات" في الركعة الأولى". (سنن الترمذي، باب ما جاء في القراءة في الصبح: ۱/۴۲، سعيد)

(۴) "عن معاذ بن عبد الله الجهني أن رجلاً من جهينة -رضي الله تعالى عنه- أخبره أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقرأ في الصبح: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول =

"عن عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "المؤمنون" فی الصبح، حتی إذا جاء ذکر موسیٰ وھارون أو ذکر عیسیٰ، أخذتہ سعلۃ، الخ"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

عبداللطیف عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالرحمن غفی عنہ۔

پہلی رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا

سوال [۲۲۰۲]: ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورۃ یٰس" کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے متصل دوسری سورت "والصافات" کا پہلا رکوع پورا پڑھا، ایسے کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ درست ہوتی ہے، لیکن ایک رکعت میں پوری سورت

= اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أو قرأ ذلک بعضاً"۔ (سنن أبی داؤد، باب القراءۃ فی العشاء: ۱/۱۱۹، دار الحدیث ملتان)

"عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوۃ المغرب بسورۃ الأعراف، فرقہا فی رکعتین"۔ (سنن النسائی، القراءۃ فی المغرب بالمص: ۱/۱۵۳، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ: ۱/۷۹، رشیدیہ)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، تتمات فیما یکرہ من القرآن، ص: ۴۹۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

"والأفضل أن یقرأ فی کل رکعۃ الفاتحۃ وسورۃ کاملۃ فی المکتوبۃ، ولو قرأ بعض السورۃ فی الرکعۃ والبعض فی رکعۃ قیل: یکرہ، وقیل: لا، وھو الصحیح"۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ: ۱/۷۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الصلاۃ، الفرائض، نوع آخر: ۱/۵۳۰، إدارۃ القرآن)

(۱) (صحیح البخاری، باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ والقراءۃ بالخواتیم وبسورۃ قبل سورۃ وبأول سورۃ: ۱/۱۰۶، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، باب فی صلوۃ الفجر، ص: ۵۹، میر محمد کتب خانہ کراچی)

پڑھنا افضل ہے:

"الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورة كاملة في المكتوبة، وقيل: لا يكره، وهو الصحيح ..... ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة، وقرأ في الركعة الأخرى من وسط سورة أخرى أو من آخر سورة أخرى، لا ينبغي له أن يفعل ذلك على ما هو ظاهر الرواية، ولكن لو فعل ذلك لا بأس به ..... لو قرأ في الركعة الأولى آخر سورة وفي الركعة الثانية سورة قصيرة كما لو قرأ ﴿آمن الرسول﴾ في ركعة و﴿قل هو الله أحد﴾ في ركعة، لا يكره، كذا في التاتارخانية". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا بہتر ہے

سوال [۲۲۰۳]: فرض نماز میں اگر ہم ایک سورت کا ٹکڑا جس کی مقدار تین آیت سے زائد ہو ایک رکعت میں اور دوسری سورت کا ٹکڑا دوسری میں پڑھیں، یا ایک سورت کے دو ٹکڑے کرکے نصف ایک رکعت میں نصف دوسری میں، یا ایک پوری سورت ایک رکعت میں اور دوسری رکعت میں دوسری سورت پڑھے۔ ان تینوں طریقوں میں بہتر کونسا طریقہ ہے؟ نوافل بھی انہیں سورتوں سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت علاحدہ پڑھی جائے، نماز تینوں صورت میں ہو جائے گی، نوافل کا بھی یہی حکم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيدية)

"الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة ... والحاصل أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، هكذا في الخلاصة". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، القراءة، نوع آخر: ۱/۵۴۸، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) "أي في كل ركعة سورة مما ذكر، ذكره الحلبي، وعبر في البدائع بعدم التقدير، وإنه يختلف —

نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا

سوال [۳۲۰۴]: مختلف پاروں سے نماز میں ایک ایک آیت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں اس طرح پڑھنا کہ ایک آیت ایک پارہ کی، پھر دوسری آیت کسی اور پارہ کی، تیسری آیت کسی اور پارہ کی پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۸۷ھ۔

عند الوقت والخوف والإسم، مع أنهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة الخ"

(رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان: "ہر رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا")

(۱) "عن سعيد بن المسيب رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مرّ ببلال رضي الله تعالى عنه وهو يقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة، فقال: "يا بلال! مررت بك وأنت تقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة" فقال: أخلط الطيب بالطيب، فقال: "اقرأ السورة على وجهها" أو قال: "على نحوها". أخرجه أبو داود (وهو) مرسل صحيح، كذا في الإتقان"

"(قوله: عن سعيد بن المسيب) قلت: الظاهر من قول بلال رضي الله تعالى عنه "أخلط الطيب بالطيب" أنه كان يجمع الآيات من سور مختلفة، فأنكر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على ذلك، وقال: "اقرأ السورة على وجهها". أي لا تخلط السورة بغيرها في ركعة واحدة. وهذا هو قولنا معشر الحنفية .... والحاصل أن الانتقال من آية من سورة إلى آية من سورة أخرى، أو من هذه السورة في ركعة واحدة مكروه مطلقاً، فرضاً كان أو نفلاً ..... الخ". (إعلاء السنن، باب استحباب سورة في ركعة، وجواز سورتين فصاعداً فيها الخ: ۴/۲۲۲، ۲۲۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(وكذا في رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيدية)

ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہوگیا

سوال[۲۰۰۵]: اگر کوئی نماز میں ایک سورت یا ایک رکوع شروع کرے اور پھر فوراً ہی دوسری سورت یا رکوع شروع کردے ترتیب وغیرہ کا خیال کرکے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیب کا خیال تو رکھنا چاہیے لیکن اگر بھول اور غلطی سے کوئی سورت یا رکوع خلافِ ترتیب شروع کردے تو اس کو چھوڑ کر ترتیب وار سورت اور رکوع پڑھنے کی ضرورت نہیں، یہ مکروہ ہے۔

"وفي القنية: قرأ في الأولى ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ وفي الثانية: "ألم تر كيف": أي نكس وفصل بسورة قصيرة. (قوله: ثم ذكر يتم) أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصد، فلو سهواً فلا، كما في شرح المنية. وإذا انتفت الكراهة، فإعراضه عن التي شرع فيها لاينبغي. وفي الخلاصة: افتتح سورة وقصده سورة أخرى، فلما قرأ آية أو آيتين أراد أن يترك تلك السورة ويفتتح التي أرادها، يكره. وفي الفتح: ولو كان: أي المقروء حرفاً واحداً". شامی: ۱/۵۴۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

دو سورتوں میں فصل

سوال[۲۰۰۶]: امام نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں "اذا جاء" پڑھی اور دوسری میں "قل ہو اللہ"، ایسا کرنا صحیح تو نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعید)

"افتتح سورة وقصده سورة أخرى، فلما قرأ آية أو آيتين، فأراد أن يترك السورة ويفتتح التي أرادها يكره، وكذا لو قرأ أقل من آية وإن كان حرفاً" (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۴۲، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مغرب کی پہلی رکعت میں "الم تر کیف" پڑھ کر دوسری رکعت میں "لایلاف" چھوڑ کر "تبت یدا" پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دی تو پھر کیا کرے؟

سوال [۲۲۰۹]: کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دے تو اس کے لئے بقیہ تینوں رکعتوں میں کون سی سورت پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بقیہ میں بھی "قل أعوذ برب الناس" ہی پڑھے (۲) اگر یہ فرض نماز ہے تو صرف دوسری میں پڑھے

---

(۱) "ویکرہ الفصل بسورة قصيرة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، قبيل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"وصلى إذا كان بين السورتين سورتان أو أكثر، فإن كان بينهما سورة واحدة، يكره إلا من ضرورة". (الحلبي الكبير، ص: ۴۹۳، تتمات فيما يكره من القرآن وما لايكره، سهيل أكيدمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۷۸، رشيدية)

(۲) "فإن اضطر بأن قرأ في الأولى: ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعاده في الثانية إن لم يختم ... لأن التكرار أهون من القراءة منكوساً". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"ولا بأس بأن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية كما روي عنه عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح، وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية ... هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ ثم أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فصل قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المحيط". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۴، إمدادية ملتان)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في قل ركعة بفاتحة الكتاب: ۱/۵۴۳، إدارة القرآن، كراچي)

اھ، وتعاد الصلوٰۃ مع كونها صحيحة لترك واجب وجوباً اھ". (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترک واجب سے جو کراہت ہوتی ہے وہ تحریمی ہے اور کراہت تحریمی کی صورت میں اعادہ نماز واجب ہوتا ہے، لیکن جس واجب کا تعلق صلب صلوٰۃ سے ہے وہ اقویٰ ہے اور جس کا تعلق صلب صلوٰۃ سے نہ ہو، اس کے حکم میں فرق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

دو سورتوں کے درمیان ترتیب میں غلطی

سوال[۳۲۱۱]: امام صاحب نے ﴿والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ﴾ پڑھا اور پھر اس سے جو پہلی سورت ہے اس کی ایک آیت چھوڑ کر قرأت یہاں سے شروع کی ﴿والنهار اذا تجلى وما خلق﴾ سے یعنی سورت آخر تک پڑھی۔ اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدۂ سہو ہوگا یا نماز لوٹانی پڑے گی، یا پھر سجدہ کے بغیر ہی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، اعادہ بھی لازم نہیں، اس غلطی کی وجہ

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروهات، ص: ۳۴۴، قدیمی)

"(قوله: ولا يكره في النفل شيء من ذلك) عزاه في الفتح إلى الخلاصة ..... واعترض بأنهم نصوا بأن القراءة على الترتيب من واجبات القراءة، فلو عكسه خارج الصلاة يكره، فكيف لا يكره في النفل؟ تأمل، وأجيب ط بأن النفل لاتساع بابه نزلت كل ركعة منه فعلاً مستقلاً، فيكون كما لو قرأ إنسان سورة، ثم سكت، ثم قرأ ما فوقها، فلا كراهة فيه" (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعید)

"قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم، فتجب الإعادة، أو تنزيه فتستحب" (رد المحتار، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في ما يكره فعله في الصلاة وما لا يكره، ص: ۳۴۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

سے معنی نہیں بگڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۲/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۲/ ۹۰ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

(۱) "لو ذکر آیة مکان آیة، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة، لا تفسد، کما لو قرأ ﴿والعصر، إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعیم﴾، أو قرأ: ﴿والتین﴾ ﴿وهذا البلد الأمین﴾ ووقف، ثم قرأ: "لقد خلقنا الإنسان في کبد" لا تفسد". (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/ ۸۰، رشیدیة)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، الفصل الثاني في زلة القاري، جنس آخر لو ذکر آیة مکان آیة: ۱/ [illegible]، امجد اکیڈمي، لاهور)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، الفصل الرابع في ذکر آیة مکان آیة: ۱/ ۴۸۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشي)

باب فی مسائل زلۃ القاری

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

"اولئك هم خير البرية" کے بجائے "لهم جنت تجري الخ" پڑھنا

سوال [۳۲۱۴]: امر ذیل دریافت طلب ہے کہ ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے اور اول رکعت میں سورۃ البینہ کے پہلے حصہ کو ﴿اولئك هم شر البرية﴾ تک صحیح پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں باقی حصہ سورۃ مذکورہ کا بھول کر پڑھ جاتا ہے ﴿ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت لهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا رضي الله عنهم ورضوا عنه ذلك لمن خشي ربه﴾ (۱) اور باقی نماز حسب ضرورت پوری کر کے سلام پھیر دیتا ہے اور کسی نمازی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور غور کرنے والا بھی شک ہی میں ہے کہ اگر یہ غلطی اس طرح ہوتی تو اعتراض ضرور ہوتا۔ ایسی حالت میں نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں، اگر نہیں تو کیا چارۂ کار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پڑھنے سے معنی نہیں بگڑے، لہٰذا نماز خراب نہیں ہوئی بلکہ صحیح ہو گئی (۲)۔ ہر رکعت میں

---

(۱) (البینۃ: ۸)

(۲) "لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

"أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: ﴿كانت لهم جنت الفردوس نزلا﴾ لا تفسد". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، جنس آخر: لو ذكر آية مكان آية: ۱/۱۱۲، امجد اكيدمي، لاهور)

مستقل سورت پڑھنا افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/محرم/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/محرم/ ۵۹ھ۔

نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا

سوال[۳۴۰۳]: اگر کسی نے نماز کے اندر بجائے معروف کے مجہول پڑھ دیا، یعنی سورۂ والعادیات کے اندر ﴿أفلا يعلم إذا بعثر ما في القبور وحصل ما في الصدور إن ربهم بهم يومئذ لخبير﴾ آیت مذکورہ کے اندر جو لفظ "يعلم" معروف کے ساتھ ہے اس کو "يُعلم" مجہول کے ساتھ پڑھ جاوے۔ آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی، لیکن ہر معروف کو مجہول پڑھنے کا یہ حکم نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "(قوله سورة) أشار إلى أن الأفضل قراءة سورة واحدة". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۲، سعيد)

"(قوله: أي في كل ركعة سورة مما ذكر) ... انهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر: الأفضل أن يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة تامة: ۱/۵۱۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(۲) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيدية)

پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

جمع متکلم کے الف کو گرانا

سوال[۳۲۱۵]: اگر قاری نے ﴿لو انزلنا هذا القرآن﴾ کے بجائے "انزلن" پڑھا یعنی جمع متکلم کو جمع مؤنث غائب سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمع متکلم کے اس الف کو اس جگہ گرا دینا درست نہیں، پورا خیال رکھیں، لیکن دیگر مقامات پر اجتماع ساکنین کی صورت میں یہ الف رہ جاتا ہے جیسے ﴿وانزلنا الحديد﴾ ﴿يسرنا للذكر﴾ اس لئے ایسی حالت میں نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا، فساد سے بچنے کے لئے اتنا بھی کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۰ھ۔

"قل هو الله احد، الله الصمد" کو ملا کر نونِ قطنی کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۱۶]: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو نونِ قطنی کے

---

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس، ومنها اللحن في الإعراب: ۸۱/۱، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۲۹۷/۱، غفارية كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۴۹۳/۱، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۳۲/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القارئ، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۳۸۶/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها حذف حرف: ۷۹/۱، رشيدية)

ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا، کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑبڑ ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیونکہ یہ قاعدے کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس کا فتویٰ منگا لیجئے، متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب نے یہ قواعد تجوید کے موافق پڑھا ہے، کتب تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے محل وقف اور مد کرنا

سوال[۲۲۱۷]: ہمارے یہاں کے امام صاحب قرأت کے اندر جہاں آیت ہوتی ہے وہاں پر نہیں رکتے، اور جہاں آیت نہیں ہوتی وہاں رک جاتے ہیں۔ جہاں مد یا عزا الف ہوتا ہے وہاں پر ٹھہرتے ہیں، جہاں مد ہوتا ہے وہاں ٹھہرتے ہیں، الف کو نہیں کھینچتے اور جہاں الف نہیں ہوتا وہاں کھینچتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں آیت ہو وہاں آیت کرنا اچھا ہے، جہاں آیت نہ ہو وہاں آیت نہ کرنا اچھا ہے، سانس ٹوٹ جائے تو

---

(۱) "ذکرہ کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے آخر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے، اس کو تنوین کہتے ہیں، یہ تنوین الف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس کو الف سے بدلتے ہیں اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصل ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور کہیں کہیں خلاف قیاس چھوٹا سا نون لکھ دیتے ہیں مثل (نوحا ن الکتاب، خیرا ن الوصیۃ الخ)" (فوائد مکیہ، تیسرا باب، ص ۳۱، ط ملتان)

جائے تو آیت بگڑ سکتی ہے، یا عجب ہے بے موقع آیت بدل جائے(۱)۔ مد کی جگہ مد پڑھیں، جہاں مد نہ ہو وہاں مد نہ کیا جائے، معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسے ہی جہاں الف نہ ہو وہاں تحقیق کر کے حرف بڑھائے اور جہاں الف ہو وہاں الف نہ پڑھنے سے بھی معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے(۲)، امام صاحب کو بہت احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۴/ ۹۴ھ۔

”إنا أعطينا“ بغیر مد کے پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے

سوال[۸۲۰۰]: کچھ حفاظ ”إنا أعطينٰک“ کے اندر کھینچنا لازم کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نماز میں بغیر کھینچے پڑھے تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس شخص کی نماز فاسد نہیں ہوئی، مگر صحیح پڑھنے کی کوشش لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع وقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، إنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو: إن وقف على الشرط قبل ذكر الجزاء، ثم ابتدأ في الجزاء، نحو: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئك هم خير البرية﴾ لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا. الثاني: أن يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: ﴿شهد الله أنه لا إله﴾ ووقف ثم قرأ: ﴿إلا هو﴾، وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته عند علمائنا ... لأن القارئ عسى لا يجد بداً من الوقف في مثل هذا الموضع إما لانقطاع النفس أو غيره". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في الوقف والوصل والابتداء: ۱/ ۳۲۲، مكتبه غفاريه)

(۲) "ترك المد والتشديد في موضعهما، والإتيان بهما في غير موضعهما إن كان لا يغير المعنى ولا يقبح الكلام، لا يوجب فساد الصلاة، وإن كان يغير المعنى ويقبح الكلام، اختلف المشايخ: قال بعضهم: لا تفسد صلاته دفعاً للحرج، وقال عامتهم: تفسد صلاته". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل التاسع في ترك المد والتشديد في موضعهما: ۱/ ۳۸۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ترك التشديد والمد في موضعهما: ۱/ ۸۰، رشيديه)

(۳) "وإن ترك المد إن كان لا يغير المعنى نحو: ﴿أولئك﴾ بلا مد، و ﴿إنا أعطيناك﴾ بدون المد، لا تفسد". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۸۱، الفصل الخامس في زلة القاري، رشيديه)

=

"فقد ضل" میں "دال" کو "ضاد" میں ادغام کرکے پڑھنا

سوال [۳۰۱۰]: ایک شخص فرض نماز میں: ﴿ومن یتبدل الکفر بالایمان﴾ پر وقف کرکے ابتداء مابعد کے لفظ "فقد ضل" سے کرتا ہے، "فقد" کی "دال" کو "ضاد" میں ادغام بھی کرتا ہے، ایسا کرنے سے نماز میں نقص آتا ہے یا نہیں؟ اور امام جزری یہ فرماتے ہیں: "وغیر ماتم قبیح وله یوقف"(۱)۔

والسلام:

سائل: احقر شریف احمد مکی ورد از ہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں آتا، نہ اس وقف سے نہ اس ادغام سے، البتہ ایسی جگہ وقف نہ کرنا چاہیے، جزری کا مطلب بھی یہی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/ رجب/۵۶ھ۔

= (وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۱۴، الفصل التاسع في الترك والتشديد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۲۸۱، فصل في القراءة، رشيديه)

(۱) پورا شعر

"وغير ما تم قبيح وله يوقف مضطراً و يبدأ قبله".

(متن المقدمة الجزرية، باب معرفة الوقف والابتداء، ص: ۲۹، مكتبه القراءة لاهور)

(۲) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ في غير موضع الابتداء، إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتداء بقوله: ﴿أولئك هم خير البرية﴾ لا تفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا في المحيط ..... وإن أتى بإدغام في موضع لم يدغمه أحد، إلا أن المعنى لا يتغير به، ويفهم ما يفهم مع الإظهار نحو أن يقرأ: ﴿قل سيروا﴾ بإدغام اللام في السين، لا تفسد صلاته". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، منها الوقف والوصل، ومنها ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۲۸۹، والفصل الحادي عشر في ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۲۹۹، إدارة القرآن، كراچی)

سانس ٹوٹنے کے بعد لوٹ کر نہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۲۲۰]: اگر کچھ آیت پر سانس ٹوٹ جائے اور اس کی طرف لوٹ کر نہیں پڑھا تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

"مذکوراً" اور "کفوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفور" (بغیر الف کے) پڑھنا

سوال[۳۲۲۱]: امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورۂ دہر پڑھی، اس میں "مذکوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفوراً" کی جگہ "کفور" پڑھا، یعنی "راء" کو ساکن کرکے پڑھا، ایک مقتدی نے لقمہ بھی دیا، لیکن امام صاحب نے لقمہ نہیں لیا۔ اب عرض ہے کہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اعرابی غلطی سے معنی نہیں بگڑے، اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی(۲) لقمہ دینے کی بھی ضرورت نہیں

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، وأنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً..... نحو أن يقرأ ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئک هم خير البرية﴾ ...... لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله".
(المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، الغفارية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثمن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۹، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (سياتي تخريجه تحت عنوان: "ق والقرآن المجيد کا اعراب")

تھی، جس نے لقمہ دیا اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوئی۔ (کذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۸۶)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

”زبر“ کی جگہ ”زیر“ یا برعکس پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۲۲]: زبر کی جگہ زیر یا برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، بموجب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳/۱۸۹(۲) کیا اعادہ کرتے وقت نیا آدمی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑ جائے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں (۳) اور جب تک معنی بگڑنے کی تحقیق نہ ہو جائے اعادہ واجب نہیں۔ ایسی صورت میں اعادہ والی نماز میں نئے آدمی کو شرکت کرنی درست نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "ویکرہ للمقتدی أن یعجل بالفتح، لأن الإمام ربما یتذکر فیکون التلقین من غیر حاجۃ. ویکرہ للإمام أن یلجئهم إلیه بأن یقف ساکتاً بعد الحصر، أو یکرر الآیۃ، بل ینتقل إلی آیۃ أخری أو یرکع إن قرأ القدر المستحب، وقیل: قدر الفرض، والأول هو الظاهر" (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب ما یفسد الصلوۃ، ص: ۳۳۲، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۱/۶۲۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۱۰، رشیدیہ)

(۲) "سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نماز میں 'زبر' کی جگہ 'زیر' یا برعکس پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: "کافر نہیں ہوتا، مگر نماز فاسد ہو جاتی ہے"۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۸۱، مکتبہ امدادیہ)

(۳) (مسائل تفصیلیہ تحت عنوان: "سمع اللہ لمن حمدہ" میں "ع" کو زیر کے ساتھ بجائے "ح" کو زبر کے ساتھ پڑھنا)

(۴) "کل صلاۃ أدیت مع کراهۃ التحریم تجب إعادتها، والمختار أنه جابر للأول". (الدر المختار)

"(قوله: والمختار أنه) أی الفعل الثانی جابر للأول بمنزلۃ الجبر بسجود السهو، وبالأول یخرج عن —

غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا

سوال [۳۲۲۴]: امام نے جمعہ کی فرض نماز میں قراءت میں ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾ کی جگہ "إن الأبرار لفي جحيم" پڑھا، مگر پھر دوبارہ لوٹ کر صحیح پڑھ دیا تو کیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں اور اعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"وإن تغير المعنى بأن قرأ: "إن الأبرار لفي جحيم، وإن الفجار لفي نعيم" أو قرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، أولئك هم شر البرية" أو قرأ: "وجوه يومئذ عليها غبرة، أولئك هم المؤمنون حقاً" تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالى به، وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلوى، والأول أصح" اهـ. فتاوى قاضي خان: ۱/۱۵۳(۱)۔

= المهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۷۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۷، رشيديه)

(۱) (فتاوى قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، جنس آخر لو ذكر آية مكان آية: ۱/۹۸، امجد اكيڈمي لاهور)

تنبیہ: غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کردی تو نماز صحیح ہوجائے گی جیسا کہ فتاوی حقانیہ میں ہے کہ: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کرجائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کرے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہوجانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست ہوگی۔

"ذكر في الفوائد لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحاً قال عندي صلاته جائزة، وكذلك الإعراب". (الفتاوى الهندية: ۱/۸۲، الباب الرابع في صفة الصلاة، فصل في زلة القاري)". (فتاوى حقانيه، باب القراءة: ۳/۱۴۷، المطبع العربيه، لاهور)

(وكذا في أحسن الفتاوى، مسائل زلة القاري: ۳/۴۳، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، باب شروط الصلاة وصفتها: ۱/۱۹۸، مكتبه دار العلوم كراچى)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، مسائل زلة القاري: ۴/۸۱، دار الاشاعت)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صحیح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی لہٰذا اس کا اعادہ کرنا چاہیے اور چونکہ یہ نماز جمعہ کی ہے اس لئے بجائے جمعہ کے اس روز کی ظہر کی نماز قضا پڑھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم ربیع الاول/۵۹ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، یکم ربیع الاول/۵۹ھ۔

غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ

سوال[۳۲۲۴]: اگر امام پہلی رکعت میں کسی آیت کی تلاوت اس طرح کرے کہ جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن دوسری رکعت میں اس آیت کی تصحیح کرے تو ایسی صورت میں نماز فاسد رہے گی، یا اس کو فساد ہو جاتا رہے گا، وہ نماز درست ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسد ہی رہے گی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

”للیسریٰ“ کی جگہ ”للعسریٰ“ پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۲۵]: اگر ہم نماز قرأت میں غلط آیت پڑھ دے پھر صحیح کر کے لوٹا دے تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟ مثلاً پہلے ”وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ“ غلطی سے پڑھ دیا، پھر لوٹا کر ”فسنیسرہ للیسریٰ“ پڑھ دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لوٹانے سے نماز درست نہ ہوگی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع ص: ۱۱۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) (راجع ص: ۱۱۸، رقم الحاشیة: ۲)

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قراءت کے اندر غلطی فاحش ہوگئی خواہ اس کی اصلاح بھی کرلی گئی ہو، اگر لوٹا دیا جائے تو نماز فاسد ہوگئی اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تراویح کے اندر اگر قراءت میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی ہو تو گنجائش نہیں (۱) اور درمختار کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں: "كما لو بدل كلمة بكلمة وغير المعنى، إلى آخره"۔ درمختار: ۱/۲۳۳(۲)۔

براہِ کرم اس عبارت کا مطالعہ فرما کر مدلل بحوالۂ کتاب جواب ارسال فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلطی فاحش وہ ہے جس سے معنی بگڑ جائیں، مقصودِ قرآن کے خلاف ہوجائیں جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے، ایسی غلطی سے فرض نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اصلاح کر لینے پر بھی درست نہیں ہوگی، كذا في منظومة ابن وهبان: "ومن لحن القاري وأصلح بعده، إذا غير المعنى، الفساد مقرر" (۳)۔ ایسی نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔ تراویح میں ختمِ قرآن کریم مقصود ہوتا ہے، اس میں ایسی غلطی کا ہوجانا نادر نہیں، اس لئے وہاں توسع ہے، یہی محمل ہے فتاویٰ درمختار کی عبارت کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۱ھ۔

غلطی فاحش سے مراد

سوال [۳۲۲۸]: امام نے سورۂ انفطار پڑھی ﴿الذي خلقك فسوك فعدلك، في أي صورة

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور کے بعد حضرت تھانوی کی طرف جو حوالہ منسوب کیا گیا ہے کہ "تراویح کے اندر قراءت میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی تو گنجائش نہیں" نہیں ملا۔ البتہ امداد الفتاویٰ میں "صحت صلاۃ بعد تدارک زلۂ قاری" کے عنوان کے تحت تصحیح کرنے پر نماز صحیح ہوجانے کی مقدار موجود ہے، دیکھئے: (امداد الفتاوی: ۱/۱۶۹، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۳) (مقدمة نور الإيضاح رسالة منظومة للشيخ العلامة الهمام ابن وهبان، فصل من كتاب الصلاة، ص: ۱۳، سعيد)

(وأيضاً راجع، ص: ۱۰۸، رقم الحاشية: ۱)

قاضی خان: ۱/۱۶۸(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

صحیح: بندہ محمد عبد الرحمن، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/محرم الحرام/۵۱ھ۔

نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا

سوال [۳۲۲۰]: فجر میں امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والفجر شروع کی تو پڑھتے پڑھتے ایک آیت ﴿واللیل اذا یسر﴾ چھوڑ دی اور آگے پھر سورہ شریف پڑھ دی، اس طرح اب نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ آدمیوں نے جو مقتدی شامل تھے، مشکوک حالت میں انفرادی طور پر دوبارہ الگ الگ نماز پڑھی، دوسری دفعہ پھر ایسی ہی غلطی ہوئی، "والشمس" پڑھی لیکن حسب سابق پڑھتے پڑھتے ﴿والارض وما طحٰها﴾ چھوڑ دی اور باقی سورۃ مکمل کر کے نماز پڑھی۔ اس طرح سہواً یا بھول ہونے کے قصداً نماز چھوڑ جانے سے ادا ہو جاتی ہے اور اعراب کی غلطیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے جب کہ وہ معنی نہیں جانتے۔ یہ دورافتادہ علاقہ ہے، کوئی دینی ادارہ یا مفتی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں جگہوں کو بھول کر امام نے جو آیتیں چھوڑ دی ہیں اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔

---

(۱) (الفتاوی لقاضی خان، فصل فی قراءۃ القرآن خطأ وفی الأحکام المتعلقۃ بالقراءۃ: ۱/۱۳۹، رشیدیہ)

"واختلف المتأخرون فی ذلک ...... لا تفسد صلاتہ وما قالہ المتقدمون أحوط ......

وما قالہ المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا یمیزون بین إعراب وإعراب، فلا تفسد الصلاۃ". (فتاوی قاضی خان، المصدر السابق: ۱/۱۴۰، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری، ومنہا اللحن فی الإعراب: ۱/۸۱، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب: مسائل زلۃ القاری: ۱/۶۳۱، سعید)

(۲) "لو ذکر آیۃ مکان آیۃ، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآیۃ أخری أو ببعض آیۃ، لاتفسد ...... کما إذا لم یقف ووصل، إن لم یغیر المعنی نحو أن یقرأ: "إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنی" مکان قولہ: ﴿کانت لهم جنات الفردوس نزلاً﴾، لاتفسد". (الفتاوی العالمکیریۃ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری، ومنہا ذکر آیۃ مکان آیۃ: ۱/۸۰، رشیدیہ)

اگر کوئی صحیح العقیدہ مسائل سے واقف امام مل جائے تو وہ بڑی نعمت ہے، لیکن جب سارا علاقہ ہی دور افتادہ ہے اور کوئی بھی متقی مولوی کا بیٹے وارث نہ ہو تو ان میں سے جو بہتر حالت میں ہو اسی کو امام بنایا جائے (۱)، ایسی حالت میں امام کو چاہیے کہ چند سورتیں صحیح اور بہتر یاد کرلے (۲) اور ان کو ہی نماز میں پڑھا کرے تاکہ غلطی نہ ہو۔ معنیٰ بگڑنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس لئے جب تک غلطی کا علم نہ ہو تو کیا حکم لگایا جائے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

آیت کا کچھ حصہ حذف کردینے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۲۱]: امام صاحب نے سورۂ بینہ میں ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ کے بعد ﴿لهم جنت تجري﴾ شروع کردیا اور اسی پر نماز ختم کردی، نماز لوٹائی نہیں گئی کیا نماز ہوگئی؟ امام صاحب کا خیال ہے کہ نماز صحیح ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا خیال درست ہے، نماز صحیح ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں: "وإن لم يكن (الحذف) على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لا يغير المعنى، لاتفسد صلوته". عالمگیری، ۱/۳۱، مطبوعہ کتابہور (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

= (وكذا في الفتاوى قاضي خان، كتاب الصلوة، فصل في قراءة القرآن خطأ: ۱/۱۴۵، رشيدية)

(۱) "(والأحق بالإمامة) الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل: واجب، وقيل: سنة". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۳، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي)

(۲) "(وضم) فاتحة الكتاب (وسورة واجب على كل مسلم)، ويكره نقص شيء من الواجب".

(الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في القراءة: ۱/۵۳۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۲، رشيدية)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيدية)

سورۂ "والطارق" کے کچھ اجزاء چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۴۲]: ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھائی، اس میں انہوں نے سورۂ "والطارق" پڑھی، اس کے اندر دو جگہ پر کچھ بھول گیا: پہلی جگہ "ثم خلق" میں "علم خلق" پڑھا اور سانس کو برابر جاری رکھا اور "خلق" کو چھوڑ کر ﴿من ماء دافق - بلی - والسماء ذات الرجع﴾ صحیح پڑھتا چلا گیا، پھر ﴿إنه لقول فصل﴾ پڑھتا چلا گیا اور درمیان میں ﴿وما هو بالهزل﴾ چھوڑ دیا یعنی ﴿إنه لقول فصل﴾ پر بغیر وقف کئے ہوئے ﴿إنهم يكيدون﴾ پڑھا، تو کیا ایسی صورت میں نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۹ھ۔

دو آیتوں کا چھوٹ جانا

سوال [۳۲۴۳]: نماز میں سورۂ "عم یتساءلون" میں ﴿إلا حميماً وغساقاً، جزاءً وفاقاً، إنهم كانوا لا يرجون حساباً﴾ (۲) کے بعد کی آیتوں کو چھوڑ کر ﴿فذوقوا فلن نزيدكم إلا عذاباً﴾ (۳) پڑھ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/۳۸۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(وكما في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، نوع منه، نقصان حرف: ۱/۱۱۳، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۱) "ولو ذكر آية مكان آية إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية لا تفسد، كما لو قرأ: ﴿والعصر، إن الإنسان﴾، ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) (سورة النبأ، رقم الآيات: ۲۵، ۲۶، ۲۷)

(۳) (سورة النبأ، رقم الآية: ۳۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۶ھ۔

"ق، والقرآن المجید" کا اعراب

سوال [۳۲۳۳]: ۱... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ اس آیت کریمہ میں لفظ "مجید" کی "دال" کے کسرہ اور ضمہ اور سکون کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ضمہ الدال پڑھا گیا تو نماز کیا مکروہ ہو جائے گی؟

دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں

۲... ﴿فإن لا تحصوها﴾ کے بجائے ﴿وأن الله ليس بظلام للعبيد﴾ پڑھا ہے، اس کے بارے میں بھی مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ میں "دال" کو کسرہ ہے، وقف کرنے کی وجہ سے دال پر سکون ہو جائے گا، دال پر قصداً ضمہ پڑھنا درست نہیں، ضمہ پڑھا گیا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔

۲... اگر غلطی سے دو آیتیں چھوٹ گئیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (اس کی تخریج تحت عنوان: "درمیان سے آیت چھوٹ جانے پر نماز کا حکم")

(۲) "(قوله: ومنها زلة القارئ) ... فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفراً، لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب". (ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القارئ: ۱/۶۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارئ، منها اللحن في الإعراب: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۲۷۰، امداديه)

(۳) "ولو ذكر آية مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لا تفسد، كما لو قرأ ﴿والعصر إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

مجہورہ (۱) مستطیلہ (۲) رخوہ (۳) اس کو ادا کرنا تمام حروف سے زیادہ مشکل ہے، اس کے لئے بڑی مشق کی ضرورت ہے، کوشش یہی کی جائے کہ اپنے اصل مخرج سے اپنی پوری صفات کے ساتھ ادا ہو اور ممتاز ہو جائے، قصداً اس کو "دال" یا "زا" یا "ظا" نہ پڑھے، کوشش کے باوجود جس طرح بھی ادا ہوگا نماز درست ہو جائے گی (۴)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"ضاد" کو "ذال" وغیرہ پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۲۷]: اگر کوئی "ضاد" کی ادائیگی مخرج سے نہ کر سکے تو وہ کس کے مشابہ اس کو ادا کرے

---

(۱) "الجهر لغةً: الإعلان، واصطلاحاً: انحباس جري النفس عند النطق بالحرف لقوة الاعتماد على المخرج، وحروفها تسعة عشر، وهي ما سوى حروف الهمس". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ۷۰، مكتبه إحياء التراث الإسلامي)

(۲) "الاستطالة: ولها حرف واحد، وهو: الضاد، سميت بذلك لاستطالتها". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات التي لا ضد لها، ص: ۷۳، مكتبة إحياء التراث الإسلامي)

(۳) "الرخاوة لغةً: اللين، واصطلاحاً: جريان الصوت مع الحروف لضعف الاعتماد على المخرج، وحروفها ستة عشر، وهي ما عدا حروف الشدة والتوسط". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ۷۱، مكتبه إحياء التراث الإسلامي، بيروت)

(وكذا في متن المقدمة الجزرية، باب الصفات، ص: ۳، ۹، ۱۰، مكتبه القراءة لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: جمال القرآن، ص: ۹، ۱۳، دار الإشاعت، وفوائد مکیہ، ص: ۴۰، ۴۱، قدیمی)

(۴) "وإن ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، تفسد صلاته عند الكل، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، والصاد مع السين، والطاء مع التاء، اختلف المشايخ فيه، قال أكثرهم: لا تفسد صلاته ولو قرأ الظالين بالظاء أو بالذال، لا تفسد صلاته، ولو قرأ الدالين بالدال تفسد صلاته". (فتاوى قاضي خان، فصل في القراءة في القرآن خطأ الخ: ۱/۱۴۲، ۱۴۳، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۹۵، إدارة القرآن كراچي)

؟ یا زال کے یا دال کے یا ظا کے، ہر ایک کے جواز وعدم جواز کی دلیل کہ اگر زال کے ساتھ مثلاً ناجائز ہے تو کیوں اور دوسرے کیساتھ کیوں جائز ہے اور نماز کن کن صورتوں میں فاسد ہوگی اور کن کن میں نہیں فاسد ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ضاد" مستقل حرف ہے اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہیے (۱) "ظا" کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے۔ نماز کی صحت وفساد معنی کی صحت وفساد اور قدرت ادا پر موقوف ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"ضاد" کو بلفظ "دال" پڑھنا

سوال[۲۲۲۸]: نماز میں "ولا الضالین" کو بلفظ دال پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص "ض" کو صحیح ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ "د" پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۳۲، رشيديه)

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان المسئلة "ضاد کا مخرج")

(۲) قال في الخانية: "وإن ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، فقرأ الطالحات مكان الصالحات، تفسد صلاته عند الكل. وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء، اختلف المشائخ فيه قال أكثرهم لا تفسد صلاته...... ولو قرأ المغضوب بالظاء أو بالذال، لا تفسد صلاته. و لو قرأ الدالين بالدال، تفسد صلاته". (فتاوى قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأ الخ: ۱/۱۴۱، ۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۶۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۳۲، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

"لا یوقنون" کی جگہ "لا یؤمنون" پڑھ دیا

سوال [۳۴۴۴]: ایک امام نے نماز پڑھتے ہوئے سورۃ الطور شریف میں رکوع نمبر ۲ میں "بل لا یوقنون" کے بجائے "بل لا یؤمنون" پڑھ لے تو نماز ہو جاوے گی یا نہیں؟ فقط۔

محمد اسحاق، سرائے فیض علی، سہارنپور، ۳۰/محرم/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بصورتِ مسئولہ اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/محرم/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳۰/محرم/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/محرم/۵۹ھ۔

"کافرون" کی جگہ "ظالمون" پڑھ دیا

سوال [۳۴۴۵]: اگر کوئی شخص نماز میں "إنہ لا یفلح الکافرون" کے بجائے "إنہ لا یفلح الظالمون" پڑھ دے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

= يمكنهم إقامتها إلا بمشقة". (التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۷۸، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في مسائل زلة القارى: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۱) "ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً، أو قدمه أو بدله بآخر نحو "انفرجت" بدل "انفجرت"، "أياب" بدل "أواب" لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، منها ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القارى، جنس آخر في الكلمة مكان كلمة: ۱/۱۰۱، امجد اكيدمى لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصداً ایسا پڑھنا جائز نہیں اور سہواً اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"لِلْیُسْرٰی" کی جگہ "لِلْعُسْرٰی" پڑھ دیا

سوال [۳۴۴۹]: سائل نے بھول کر "واللیل اذا یغشی" میں "فسنیسرہ للعسری" پڑھا تو کیا حکم ہے؟ پھر یاد آنے کی صورت میں دوسری سورت پڑھ لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی (۲)، دوسری سورت پڑھنے سے بھی نماز صحیح نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۱۲ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "لایوقنون" کی جگہ "یؤمنون" پڑھ دیا")

(۲) "وإن غیر المعنی بأن قرأ: "إن الأبرار لفي جحیم، وإن الفجار لفي نعیم". أو قرأ: "إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات، أولئک هم شر البریة" ... تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالیٰ به. وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلوی، والأول أصح". (فتاوی قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأ ... في ذکر آیة مکان آیة: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، الفصل الخامس في زلة القاري، ذکر آیة مکان آیة: ۱/۸۱، رشیدیه)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، جنس آخر في ذکر آیة مکان آیة: ۱/۱۰۸، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۳) البتہ اگر غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کرلی تو نماز صحیح ہوجائے گی، جیسا کہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کرجائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کردے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہونے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور درست اور صحیح ہوگی:

"ذکر في الفوائد لو قرأ في الصلوة بخطأ فاحش، ثم رجع وقرأ صحیحاً، قال: عندي صلاته جائزة وکذلک الإعراب". (الفتاوی الهندیة: ۱/۸۲، الباب الرابع في صفة الصلوة، فصل في زلة القاري)"

"ولم یجدوا" کی جگہ "ولا یجدوا" پڑھنا

سوال [۳۲۲۷]: اگر امام صاحب نے قراءت پڑھی ایک بڑی آیت کی مقدار، یا اس سے زائد یعنی واجب قراءت کی مقدار یا زائد صحیح پڑھ گیا تو نماز درست ہوئی یا نہیں (جب کہ آخر میں جاکر غلطی کرے) جیسے "ولم یجدوا" کی بجائے "ولا یجدوا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا ہی تغیر ہوا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لربہ" کی جگہ "للانسان" پڑھ دیا

سوال [۳۲۲۸]: امام نے "وکان الشیطان لربہ کفوراً" کے بجائے "وکان الشیطان للانسان کفوراً" پڑھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

– (فتاوی حقانیہ، باب القراءة: ۳/۱۴۴، المطبع العربیۃ لاہور)

(وکذا فی احسن الفتاوی، مسائل زلۃ القاری: ۳/۳۵، سعید)

(وکذا فی امداد الفتاوی، باب شروط الصلوۃ وصفتها: ۱/۱۶۸، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(وکذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند، مسائل زلۃ القاری: ۳/۱۸، دار الاشاعت)

(۱) "(ومنها) ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل، إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة يقرب معناها وهي في القرآن، لا تفسد صلاته نحو: إن قرأ مكان العليم الحكيم" (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر، جنس آخر في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۱۰۵، امجد اكيدمي، لاهور)

(وكذا في الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۲) "وإن كان اختلافاً متباعداً نحو أن يختم آية الرحمة بآية العذاب أو آية العذاب بآية الرحمة أو زاد ما

"عَمَلَ عَامِلٍ" کی جگہ "عَمَلَ عَمَلٍ" پڑھ دیا

سوال [۳۲۴۹]: اگر امام نے ﴿فاستجاب لهم ربهم انی لا أضيع عمل عامل منكم﴾ کے بجائے "عَمَلَ عَمَلٍ منكم" پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(مولانا) مرتضیٰ حسین صاحب کانپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز صحیح ہوگئی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"یتلون علیکم آیات ربکم" میں "آیات" کی جگہ "آیاتی" پڑھ دیا

سوال [۳۲۵۰]: پارہ نمبر ۲۴، میں ﴿یتلون علیکم آیات ربکم﴾ میں اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

﴿آیات ربکم﴾ کی جگہ اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن آیت کا مع

= أن يقرأ: "الرحمن علم القرآن" فجرى على لسانه "الشيطان" أو أراد أن يقرأ: "الشيطان يعدكم الفقر" فجرى على لسانه "الرحمن" فعلى قول أبي حنيفة ومحمد تفسد، وأما على قول أبي يوسف لاتفسد صلاته؛ لأنه لم يقصد ذلك ومرّ على لسانه غلطاً ...... وبه كان يفتي الشيخ الإمام أبو الحسن، وهو اختيار محمد بن مقاتل الرازي". (الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/ ۴۸۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الرابع، نوع في ذكر كلمة مكان كلمة: ۲/ ۶۸، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً أو قدمه أو بدله بآخر ...... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/ ۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها حذف حرف: ۱/ ۷۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الخامس: ۱/ ۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

پڑھنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"إذا جاء أجلهم" میں صرف "جاء أجلهم" یا "وكان سعيكم" میں صرف "سعيكم" پڑھنا

سوال [۳۲۷۵]: جو امام نماز میں کوئی حرف بھول کر چھوڑ دے جیسا کہ ﴿إذا جاء أجلهم﴾ میں "جاء أجلهم" یا ﴿وكان سعيكم مشكوراً﴾ میں "وکان" چھوڑ کر صرف "سعیکم" پڑھ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں اور ہر صورت کا حکم یکساں نہیں، جیسی صورت ہوگی ویسا ہی حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "(ومنها) زيادة حرف، إن زاد حرفاً، فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته عند عامة المشايخ، نحو: أن يقرأ: "وانهى عن المنكر" بزيادة الياء، هكذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها زيادة حرف: ۱/۷۹، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القارى، نوع منه فإن زاد حرفاً: ۱/۱۱۱، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۲) "ولو زاد كلمة أو نقص كلمة أو نقص حرفاً ...... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الخامس: ۱/۳۸۹، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

"جزاءً وفاقاً" کی جگہ "جزاءً من ربك" پڑھ دیا

سوال [۳۲۵۲]: فجر کی نماز میں امام نے سورۂ نباء پڑھی ﴿إلا حميماً وغساقاً﴾ کے بعد بجائے ﴿جزاءً وفاقاً﴾ کے ﴿جزاءً من ربك عطاءً حساباً﴾ الخ پڑھا، ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ یہاں دونوں قسم کی رائے ہوگئی، بعض نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ معنی خراب ہوگئے، بعض نے کہا کہ معنی خراب نہیں ہوئے بلکہ مضمون بدل گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں اگر "وفاقاً" پر آیت پوری کی تھی تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۸ھ۔

"وجوه يومئذ خاشعة" کے بجائے "وجوه يومئذ ناعمة" پڑھنا

سوال [۳۲۵۳]: فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں امام نے سورۃ الغاشیہ پڑھی، ﴿وجوه يومئذ خاشعة﴾ کے بجائے سہواً "وجوه يومئذ ناعمة" پڑھا اور چند آیات درمیان سے چھوٹ گئیں اور سورت ختم کی، سجدۂ سہو بھی نہ کیا۔ آیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورۃ الغاشیہ میں ﴿وجوه يومئذ خاشعة﴾ کے بعد چند آیت سہواً چھوٹ گئیں اور "وجوه يومئذ ناعمة" پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں، نماز درست ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۲ھ۔

"إنما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين" کی جگہ "لم يقاتلوكم في الدين" پڑھنا

سوال [۳۲۵۴]: سورۂ ممتحنہ پارہ: ۲۸، رکوع: ۲، آیت: ۹، یعنی ﴿إنما ينهكم الله عن الذين

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیت چھوٹ جائے تو نماز کا حکم")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیت چھوٹ گئی تو نماز کا حکم")

قاتلوکم في الدین﴾ کی جگہ "لم یقاتلوکم في الدین، ولم یخرجوکم" "هم الظالمون"(۱) پڑھ گیا، نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس کی تلاوت کو ایک ماہ گزر گیا ہے، کوئی مقتدی پردیسی ہو تو اس کو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی (۲)۔ دن تاریخ یاد نہ ہو تو نیت اس طرح کی جائے کہ جس دن سورۂ ممتحنہ کی فلاں آیت غلط پڑھنے سے فلاں نماز خراب ہوئی تھی اس کا اعادہ کرتا ہوں (۳)۔ جہاں تک مقتدیوں کو اطلاع کرنا اپنے قابو میں ہو اطلاع کردی جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۹۲ھ۔

"فَاُدْخِلُوا نَارًا" کی جگہ "فَادْخُلُوا"، "الذین ضل سعیهم" میں "المضلین" پڑھ دیا

سوال [۵۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

---

(۱) (سورة الممتحنة: ۹)

(۲) "أما إذا غیر المعنی بأن قرأ: "إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات، أولئک هم شر البریة، إن الذین کفروا من أهل الکتاب" ... "خالدین فیها، أولئک هم خیر البریة" تفسد عند عامة علمائنا وهو الصحیح، هکذا في الخلاصة". (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذکر آیة مکان آیة: ۱/ ۸۰، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأ ... إن ذکر آیة مکان آیة: ۱/ ۱۵۳، رشیدیه)

(۳) "(قوله: والأصح اشتراط التعیین إلخ) ... وفي الصلاة أي تعیین الصلاة ویومها بأن یعین ظهر یوم کذا، ولو نوی أول ظهر علیه أو آخره، جاز، وهذا مخلص من لم یعرف الأوقات التي فاتته أو اشتبهت علیه أو أراد التسهیل علی نفسه" (رد المحتار، مسائل شتی: ۶/ ۷۶۴، سعید)

(۴) "(وإذا ظهر حدث إمامه) وکذا کل مفسد في رأي مقتد (بطلت فیلزم إعادتها) ... کما یلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو رکن ... (بالقدر الممکن) بلسانه أو (بکتاب أو رسول علی الأصح) لو معینین وإلا لا یلزمه، بحر عن المعراج" (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۹۱، ۵۹۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/ ۶۳۸، رشیدیه)

۱…نماز میں امام نے سورۂ نوح کی آیت: ﴿مما خطیئٰتهم أغرقوا فأدخلوا نارا﴾ کی جگہ "فادخلوا" پڑھا، چونکہ معنی بدل گئے اس لئے عرض ہے کہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

۲…صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ قیامہ (پارہ تبارک الذی) اور رکعت ثانیہ میں بقرہ (پارہ تلک الرسل) رکوع ۳ کرکے ﴿لله ما فی السمٰوٰت﴾ الخ پڑھا۔ چونکہ ترتیب بدل گئی اس لئے نماز ہوگئی یا نہیں؟

۳…نماز کی نیت باندھنے سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا بدعت بتلاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، بسم اللہ نہ پڑھنی چاہیے؟

۴…نماز میں سورۂ کہف پ ۱۶ کی آیت: ﴿قل هل أنبئکم بالأخسرین أعمالاً الذین ضل سعیهم﴾ الخ "الظین" پڑھی جائے "ذ" کے "ظ" پڑھی گئی نماز میں تو کوئی نقص نہیں یا لوٹائی جائے؟

محمد ادریس سہارنپوری، از بڑوت ضلع میرٹھ، ۱۰/ شعبان/ ۷۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…نماز ہوگئی، معنی ایسے نہیں بدلے کہ جس سے نماز فاسد ہو جائے (۱)۔

۲…نماز ہوگئی، لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے: "ویکره الفصل بسورة قصیرة وأن یقرأ منکوساً". درمختار (۲)۔ "هذا إذا کان قصداً، وأما سهواً فلا". کبیری، ص: ۴۶۲ (۳)۔

۳…نیت باندھنے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا ثابت نہیں (۴)۔

(۱) (سیأتی تخریجه تحت عنوان: "سمع الله لمن حمده" میں "ع" کی زیر کے ساتھ "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا")

(۲) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۶، سعید)

(۳) (العبارة بأسرها: "ویکره أن یقرأ في الثانیة سورة فوق التي قرأها في الأولیٰ؛ لأن فیه ترک الترتیب الذي أجمع علیه الصحابة رضي الله تعالیٰ عنهم، هذا إذا کان قصداً، وأما سهواً فلا". (الحلبي الکبیر، تتمات فیما یکره من القرآن في الصلاة وما لا یکره، ص: ۴۹۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه، فهو رد". (الصحیح للإمام مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد

۳... یہ لفظاً مہمل ہو گیا، نماز لوٹائی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شعبان/۵۷ھ۔

"الإنسان" منصوب کی جگہ "الإنسان" مرفوع اور "في أحسن تقويم" کو "ما أحسن تقويم" پڑھنا

سوال[۳۱۵۹]: اگر نماز میں قراءت کرتے ہوئے ﴿لقد خلقنا الإنسان﴾ کے بجائے "لقد خلقنا الإنسانُ" پیش کے ساتھ پڑھ دے اور "في أحسن تقويم" کے بجائے "ما أحسن تقويم" پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! اس طرح بھی معنیٰ نہیں بگڑیں گے، بلکہ صحیح بن جائیں گے، نماز درست ہو جائے گی، مگر قصداً ایسا نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= محلات الأمور: ۲/۲۷۷، قدیمی)

(وصحیح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/ ۲۷۱، قدیمی)

(۱) "وإن اختلف المعنى ولم يكن في القرآن نحو أن يقرأ: ﴿وما أنا بظلام للعبيد﴾ بالذال، تفسد صلاته". (الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۳۶۸، ۳۷۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، فصل في القراءة خطأً في ذكر حرف مكان حرف: ۱/ ۳۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، منها ذكر حرف مكان حرف: ۱/ ۷۹، رشيديه)

(۲) "قوله: (كما لو بدل) هذا على أربعة أوجه؛ لأن الكلمة التي أتى بها، إما أن يغير المعنى أو لا ... وإلا تسم تغيير لا تفسد الخ". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في مسائل زلة القاري: ۱/ ۶۳۲، ۶۳۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی، اس سے معنی نہیں بگڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

"انفسُکم" مرفوع کی بجائے "انفسَکم" منصوب پڑھنا

سوال[۲۲۵]: اگر "انفسکم" کے "س" پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

"ہ" کی جگہ "ح" یا برعکس پڑھنا

سوال[۲۲۶]: اگر نماز میں لفظ صحیح پڑھا مگر اس کی زبان سے چھوٹی "ہ" کے بجائے بڑی "ح" کی آواز معلوم ہوئی یا بڑی "ح" کے بجائے چھوٹی "ہ" کی آواز معلوم ہوئی تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتكم" برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۲/۷۹، مكتبة غفارية، كوئٹہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "تحفظون" کے بجائے "تحفظون" پڑھنا)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۲ھ۔

"ولنبلونكم" کی جگہ "ولا نبلونكم" اور "ما أغنى عنه ماله" کی جگہ "مالہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۹۱]: زید نے عشاء کی نماز کے اندر تین دن میں تین غلطیاں کیں:

۱…… پارہ نمبر ۲، رکوع نمبر ۳ میں آیت ﴿ولنبلونكم بشيء من الخوف﴾ میں لام تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھ دیا جس کی وجہ سے معنی بالکل الٹ ہو گئے۔

۲…… سورہ "تبت یدا" میں ﴿ما أغنى عنه ماله﴾ ضم اللام کے بجائے فتح اللام پڑھ دیا۔

۳…… پارہ نمبر ۲۷، سورہ رحمٰن میں ﴿خلق الإنسان من صلصال﴾ الخ کے بعد آیت ﴿رب المشرقين ورب المغربين﴾ کو پڑھنا چاہیے تھا لیکن ان آیت چھوڑ کر آگے والی آیت ﴿يخرج منهما اللؤلؤ﴾ پڑھ دیا، اس کے بعد ﴿رب المشرقين﴾ کو پڑھا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں کون سی حالتوں میں نماز ہوئی اور کون سی صورت میں فاسد ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…… بعض علاقوں میں لوگ فتحہ کو کھینچ کر بھی پڑھتے ہیں، یہ غلطی ان سے غیر شعوری طور پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ لام تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھا گیا ہے۔ غلبۂ جہل کی وجہ سے متأخرین ایسی صورت میں نماز کے فساد کا حکم نہیں لگاتے(۲)۔

---

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً، أو قدمه أو بدله بآخر …… لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۹۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(۲) "(قوله: ومنها زلة القارى) …… فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لايفسد مطلقاً ولو اعتقاده —

۲... سورۂ تبت میں جو حرکتِ لام کی غلطی ہوئی، اس سے معنیٰ فاسد نہیں ہوئے (۱)۔

۳... سورۂ رحمٰن میں جو آیت کی تقدیم وتاخیر ہوئی اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ تاہم امام صاحب کو پوری احتیاط سے نماز پڑھانے کی ضرورت ہے، چند سورتیں خوب صحیح یاد کرلیں، ان کو ہی پڑھا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۱/۲۵ھ۔

"مالُه" کی جگہ "مالَه" پڑھ دیا

سوال [۳۰۹۰]: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں سورۂ لہب پڑھا اور "مالُه" کی جگہ سہواً "مالَه" پڑھ دیا تو کیا نماز ہو جائے گی یا نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی، معنیٰ نہیں بگڑے (۳)، صحیح پڑھنے کا خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ /۹۲ھ۔

= كفراً؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب. قال قاضي خان: ما قاله المتأخرون أوسع، وما قاله المتقدمون أحوط". (رد المحتار، مطلب مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها: اللحن في الإعراب: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۹۳۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

(۱) (راجع، ص: ۱۳۳، الحاشية رقمها: ۲)

(۲) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لا تفسد، كما لو قرأ: "والعصر إن الإنسان" ثم قال: "إن الأبرار لفي نعيم" ..... أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: "كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، منها: ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، نوع في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر آية مكان آية: ۱/۵۴۲، إدارة القرآن)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ولا يلتكم" کی جگہ "ولا يلتكم" اور "ما أغنى عنه ماله" کی جگہ "ماله" پڑھ دیا")

سورۂ جمعہ میں "انفضوا" کی جگہ "انفض" پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۹۳]: امام صاحب نے درحالتِ صلوٰۃ سورۂ جمعہ کا آخری رکوع تلاوت فرمایا: ﴿وإذا رأوا تجارةً أو لهواً انفضوا﴾ کے بجائے "انفض" کہہ پائے تھے کہ سانس اکھڑ آئی اور "انفضوا" کو پورا نہ کر سکے، پھر جب قراءت شروع کی تو بجائے "انفضوا" کے "انفضوا" پڑھا گیا ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی؟ اگر نہیں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ایسے ہی "التکاثر" پورا نہیں کیا بلکہ "الهكم التكاثر" کہہ کر سانس توڑی یا نہیں توڑی مگر پھر اس طرح الگ الگ پڑھا جس سے دھوکہ ہونے لگا، اس کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ تو اس طرح نماز درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے، تاہم نماز ہوگئی، اعادہ واجب نہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"خیراً یرہ" کی جگہ "شراً یرہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۹۴]: سورۂ "إذا زلزلت" میں ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾ کی جگہ ﴿ومن يعمل ذرة شراً يره﴾ یا اس کے مثل اگر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف، أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، فإنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً ... لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله ... ... ولو قرأ "أأنت قلت للناس" ووقف عليه ... أو "فحشر فنادى فقال" ووقف عليه، إن وقف لانقطاع النفس في هذه المواضع، لا تفسد صلاته". (الفتاویٰ التاتارخانیہ، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۲۷۹/۱، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱۱۱/۲، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها الوقف والوصل والابتداء في غير موضعها: ۸۱/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لایملکون منه خطاباً" میں "إلا خطاباً" پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۶۵]: اگر کوئی شخص نماز میں ﴿لایملکون منه خطاباً﴾ کے بجائے "لایملکون منه إلا خطاباً" پڑھ جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں معنی میں تغیرِ فحش ہوگیا جو کہ مقصودِ قرآن کریم کے خلاف ہے، لہٰذا نماز فاسد ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

"سمع الله لمن حمده" میں "ع" کو زیر کے ساتھ اور "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا

سوال [۳۲۶۶]: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب میں ہے کہ "زیر" کی جگہ "زبر" یا

---

(۱) "أحدها- أن يقدم جملة على جملة، ويفهم بالتقديم ما يفهم بالتأخير نحو أن يقرأ: "يوم تسود وجوه وتبيض وجوه" أو يقرأ: "وكتبنا عليهم فيها أن العين بالعين والنفس بالنفس" ... ونحو ذلك، لا تفسد". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل السابع في الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۳۷۶، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع في زلة القاري، الفصل السابع في الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۴۸۸، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) "اعلم أن الكلمة الزائدة إما أن تكون في القرآن أولا، وعلى كل: إما أن تغير أولا، فإن غيرت أفسدت مطلقاً". (رد المحتار، مطلب: مسائل في زلة القاري: ۱/۶۳۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها زيادة كلمة: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، فصل في قراءة القرآن: ۱/۵۳۱، رشيديه)

برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی"(۱)۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی غلطی سے صرف قراءت میں نماز فاسد ہوگی؟ ایک امام مقررہ "سمع اللہ لمن حمدہ" میں "ح" کو "زیر" کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہیں، اس سے نماز تو فاسد نہ ہوگی؟ اگر ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بعد ایسی غلطی ہو جائے کہ "زبر" کی جگہ "زیر" پڑھا جائے یا کوئی اور ایسی غلطی ہو جائے جس سے معنی بگڑ جائیں تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

الف... سورۂ ملک میں "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ اور سورۂ بروج میں "ان بطش ربک" میں "ربک" کو "زبر" کے ساتھ پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

ب..... اگر قراءت میں کوئی سہو "زبر" کی جگہ "زیر" یا برعکس پڑھا جائے اور فوراً درست کرے خواہ الٹے پلٹنے پر ہو تو کیا تب بھی نماز فاسد ہوگی؟

ج... اور جب یہ معلوم ہو کہ عشاء کی فرض نماز فاسد ہوگئی تو اب صرف عشاء دہرائیں یا وتر اور سنتیں بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدار معنی بگڑنے پر ہے، بعض جگہ "زیر زبر" کی غلطی سے معنی بگڑ جاتے ہیں(۲)۔ تشہد اور تکبیر انتقال میں "زیر زبر" میں غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی(۳)۔ قراءت میں تین آیت سے پہلے غلطی ہو یا بعد میں سب کا حکم ایک ہے۔

---

(۱) سوال: "ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مصلی نماز میں زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟"
جواب: "کافر نہیں ہوتا مگر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ فقط"۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴/۹۹، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتكم" برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع، وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: "وعصى آدمَ ربُّه" بنصب الميم ورفع الرب، وما أشبه ذلك مما لو تعمد به يكفر، إذا قرأ خطأً فسدت صلاته في قول المتقدمين". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارئ، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۴۹، رشيدية)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

سورۂ فجر میں "أکرمن" کی بجائے "أھانن" پڑھنا

سوال[۳۰۶۷]: ایک روز نمازِ فجر میں قاری صاحب نے "والفجر" پڑھی، اس میں ایک جگہ "أھانن" ہے اور دوسری جگہ "أکرمن" ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے صحیح پڑھا مگر دو مقتدی رمضانی اور حافظ عبدالحمید صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ "أھانن" پڑھا ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کو پختہ یقین نہیں بلکہ شک ہے اور دو معتبر مقتدی کہتے ہیں کہ غلط پڑھا ہے تو ان دونوں کا قول معتبر مانتے ہوئے نماز کو لوٹانا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۸۹ھ۔

☆....☆....☆....☆....☆

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إحدى صلاتي العشي الظهر أو العصر ...... فقام رجل - كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسميه ذواليدين - فقال: يا رسول الله أنسيت أم قصرت الصلاة؟ قال: "لم أنس، ولم تقصر الصلاة". بل نسيت يا رسول الله، فأقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على القوم فقال: "أصدق ذواليدين"؟ فأومؤا أي نعم، فرجع رسول الله إلى مقامه فصلى ركعتين الباقيتين ثم سلم الخ" (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في سجدتي السهو: ۱/۱۴۳، دار الحديث ملتان)

"لو قرأ: "وعداً علينا إنا كنا غافلين" مكان "فاعلين" ...... أو ما أشبه ذلك أو ختم آية الرحمة بآية العذاب أو على العكس، قال عامة المشايخ رحمهم الله تعالى: تفسد صلاته ...... لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالى به" (فتاوى قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأ ...... بذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۱۵۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل: ۱/۵۰۹، إدارة القرآن كراچی)

فصل فی الفتح علی الامام

(امام کو لقمہ دینے کا بیان)

امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل

سوال [۳۲۶۸]: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی آیت پر اٹک گیا اب مقتدی اس کو لقمہ دے تو نماز صحیح ہوگی یا فاسد ہو جائے گی یا قراءت تین آیات کی مقدار ہو چکنے کے بعد لقمہ دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اگر اتنی مقدار پڑھنے کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا تب تو امام کو رکوع کر دینا چاہئے اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے وہیں اٹکا نہ رہے، امام کے لئے اسی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کردے، یا دوسری سورت پڑھ دے، یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے، جب امام نہ رکوع کرے نہ دوسری سورت پڑھے نہ خود نکال پائے تو لقمہ دیدے۔ خواہ تین آیت پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی نہ امام کی نہ مقتدی کی طحطاوی ص: ۱۸۳ (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "قوله: (وفتحه على إمامه جائز) بما روي أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قرأ في الصلاة سورة المؤمنين، فترك كلمة، فلما فرغ قال: "ألم يكن فيكم أبي؟" قال: بلى، قال: "هلا فتحت علي؟" قال: ظننت أنها نسخت، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "لو نسخت لأعلمتكم" وقال: "إذا استطعمك الإمام فأطعمه": أي إذا استفتحك الإمام فافتح عليه .... ويكره للمقتدي أن يعجل بالفتح؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة. ويكره للإمام أن يُلجئهم إليه بأن يقف ساكتاً بعد الحصر، أو يكرر الآية، بل ينتقل إلى آية أخرى، أو يركع إن قرأ القدر المستحب، وقيل: قدر الفرض والأول هو الظاهر .... ـ

سہو پر امام کو مطلع کرنے کے لئے "سبحان اللہ" کہا جائے یا "اللہ اکبر"؟

سوال [۳۲۹۹]: ہماری مسجد کے امام نے عصر کی نماز پڑھی اور چوتھی رکعت میں بجائے کھڑے ہونے کے سہواً بیٹھ گئے تو کسی مقتدی نے "اللہ اکبر" کہہ دیا تا کہ وہ اپنے سہو پر مطلع ہو جائیں۔ نماز پوری کر لینے کے بعد امام صاحب نے بتایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام سہو کرے تو اس کو "سبحان اللہ" کے ذریعہ تنبیہ کرنا چاہئے اور "اللہ اکبر" کہنا جائز ہے اور انہوں نے ترمذی شریف میں مذکور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو دلیل میں پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان سے سہو ہوا تو "فسبح به من خلفه" روایت میں ہے: "هكذا صنع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم"(۱) اور دوسری دلیل عالمگیری کی ص:۱۰۴ پر: "ولو عرض للإمام شيء، فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن المقصد به إصلاح الصلوة"(۲)۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں اور ان پر تجریح کیا گیا ہے۔

نیز امام کو اس کی سہو پر "اللہ اکبر" کے ذریعہ تنبیہ کرنا جائز ہے یا نا جائز؟ جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هي التسبيح والتكبير وقرأة القرآن". رواه مسلم (۳) اور عالمگیری ص:۱۰۴ میں مذکور ہے: "وإذا أخبر بما يعجبه،

- قوله: (لإصلاح صلاتهما)؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجري على لسانه ما يكون مفسداً، فيكون فيه إصلاح صلاة الإمام، وبإصلاحها تصلح صلاة المقتدي". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص:۳۲۳، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۱۰، رشيديه)

(۱) "عن زياد بن علاقة قال: صلى بنا المغيرة بن شعبة رضي الله تعالىٰ عنه فلما صلى ركعتين قام ولم يجلس، فسبح به من خلفه فأشار إليهم أن قوموا، فلما فرغ من صلاته، سلم فسجد سجدتي السهو وسلم، وقال: هكذا صنع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن الترمذي، باب ما جاء في الإمام ينهض في الركعتين ناسياً: ۱/۸۳، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(۳) (الصحيح لمسلم، باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من إباحته: ۱/۲۰۳، قديمي)

فقال: سبحان الله، أو لا إله إلا الله، أو الله أکبر، إن لم یرد به الجواب، لا تفسد صلوته عند الکل"(۱) اور اسی کتاب میں مذکور ہے: "ولو أخطأ الإمام، ففتح المقتدي علی الإمام، لا تفسد صلوته"(۲)۔

پھر ایک مقامی عالم نے مجھے بتایا کہ جس رکعت میں امام کو کھڑا ہونا چاہئے تھا اور وہ سہواً بیٹھ گئے تو مقتدی کو چاہئے کہ "الله اکبر" کے ذریعہ امام کو اس کی سہو پر تنبیہ کرے اور جس رکعت میں امام کو بیٹھنا چاہئے اور سہواً کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں "سبحان الله" کے ذریعہ امام کو تنبیہ کرنا چاہئے۔

آپ سے گزارش ہے۔ "الله اکبر" کے جواز وعدم جواز پر اور "سبحان الله، الحمد لله" کی افضلیت پھر ایک مقامی عالم دین کا فرمان کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کریں تاکہ آئندہ سے ہم لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ دیگر طرق سے بھی یہ روایت مروی ہے جن میں وجہ ضعف موجود ہے اور خود اس کا ضعف بھی ہو جاتا ہے، ترمذی شریف کے صفحہ مذکور پر ملاحظہ ہو(۳)۔

امام سے اگر سہو ہو جائے تو اس کو یاد دلانا چاہئے، یاد دلانے کے لئے "سبحان الله" کہنا چاہئے خواہ قیام کی جگہ قعود ہو یا برعکس ہو، لیکن اگر امام دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا تو اب اس کو یاد نہ دلائے(۴)، "الله

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۹۹، رشیدیه)

(۲) لم أجد العبارة فیها بهذ اللفظ، ولکن ذکرها بلفظ: "لو أخطأ الإمام، فصحح المقتدي یهتدي الإمام، لا تفسد صلاته" (الفتاوی العالمکیریة، الباب السابع فیما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۱/۱۰۱، رشیدیه)

(۳) سوال میں ذکر کردہ حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے "حدیث حسن صحیح" فرمایا۔ (جامع الترمذي، باب ما جاء في الإمام ینهض في الرکعتین ناسیاً: ۱/۹۳، سعید)

(۴) "لو عرض للإمام شيء فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن المقصود به إصلاح الصلاة ..... ولا یسبح للإمام إذا قام إلی الأخریین؛ لأنه لا یجوز له الرجوع إذا کان إلی القیام أقرب، فلم یکن التسبیح مفیداً ..... وإنما ترک لحدیث الصحیح "من نابه شيء في صلاته فلیسبح". فللحاجة لم یعمل بالقیاس". (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها: ۲/۱۰، رشیدیه)

"فسبح علی إمامه فلا فساد؛ لأنه تعلق به إصلاح صلوته". البحر الرائق: ۲/۱ (۱)، اس میں لفظ "شیء" عام ہے، یہی لفظ "شیء" حدیث میں بھی ہے: "نابه شیء في صلوة فليسبح" كذا في البحر الرائق (۲)۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مقتدیوں کے لئے یکساں تنبیہ کی جائے، دونوں کا فرق مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، تاہم "اللہ اکبر" کہہ کر تنبیہ کی جائے تب بھی فساد نماز کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

لقمہ دینا

سوال[۱۲۲۷]: امام صاحب جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہیں، نہ تو وہ عالم ہیں نہ ہی حافظ قرآن، بلکہ چند سورتیں یاد کرلی ہیں۔ امام صاحب نے جمعہ کی نماز میں آخری رکعت میں ایک سورت تیسویں پارہ کی ملائی جو تین آیتوں سے زیادہ آیتوں کی تھی، ان کو تین آیتوں کے بعد متذبذب ہونے لگے، تین بار کے بعد ایک مقتدی جو حافظ قرآن تھے انہوں نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے آگے پڑھ کر نماز پوری کی۔ دو عالم دین جماعت میں تھے، انہوں نے اپنی دلیلیں پیش کرنا شروع کیں، ایک صاحب نے فرمایا کہ نماز جمعہ بالکل ہوئی نہیں، دلیل بھی انہوں نے پیش کی کہ تاقی نمازوں میں لقمہ جائز نہیں۔ دوسرے عالم نے نماز کے غلط ہونے کی دعویٰ میں دلیل پیش کی کہ امام نے چونکہ لقمہ لے لیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس لئے نماز درست نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے اپنی نماز کے ہونے کا اعلان کردیا بعدہ سنت بھی ادا کرلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اگر اٹک جائے یا اس کو تشابہ لگ جائے تو مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے تاکہ امام خود نکال لے یا رکوع کردے، یا دوسری جگہ سے پڑھ دے، جلدی میں لقمہ دینا مکروہ ہے۔ امام کو بھی چاہئے کہ وہیں اٹکا نہ رہے کسی اور جگہ سے پڑھ دے، وہیں اٹکے رہنا اور بار بار اسی کو پڑھنا امام کے لئے مکروہ ہے، یہ اصل مسئلہ ہے۔ اس کے باوجود جب مقتدی لقمہ دے تو مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی، امام لقمہ لے تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، خواہ تین آیت کے مقدار پڑھ چکا ہو یا کم زیادہ سب کا یہی حکم ہے اور اس لقمہ دینے اور لینے سے سجدۂ سہو

---

(۱) (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۱۰، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا: ۲/۱۰، رشیدیہ)

واجب نہ ہوگا فرض نماز ہو یا عید و تراویح سب کا حال اس مسئلہ میں یکساں ہے۔ جمعہ کے بعد مستقل پڑھ کر لوگوں کو روکنا اور جمعہ وجہ مذکورہ کی بنا پر دوبارہ پڑھنا غلط ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۷/۹۲ھ۔

قعدۂ اولیٰ میں قعدۂ اولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا

سوال [۲۲۷۱]: امام قعدۂ اولیٰ اور تشہد میں جتنا روز بیٹھتا ہے آج اس سے زیادہ بیٹھ تو مقتدی کو شبہ ہو گیا کہ امام کو سہو ہو گیا، اس نے "سبحان اللہ" کہہ دیا اور امام کھڑا ہو گیا اور اس نے سجدۂ سہو بھی کر لیا۔ نماز کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ امام جب تک سلام شروع نہ کرے لقمہ نہ دینا چاہئے۔ تو اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور محض شبہ کی بنیاد پر لقمہ نہ دے، کما فی الطحطاوی (۲)۔ محض معمول سے کسی قدر تشہد کے ختم ہونے میں تاخیر ہو جانے سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ امام کو سہو ہو گیا اور اس نے تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ معنی کی طرف دھیان کرنے سے یا کسی دوسری حضوری کیفیت کی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہو، لیکن جب وہ سلام پھیرنے لگے تو یقینی بات ہے کہ اس نے اس قعدہ کو قعدۂ اخیرہ تصور کیا تب لقمہ دینا لازم ہے، تاہم اگر کسی نے شبہ کی بنا پر لقمہ دیا تو نماز تب بھی فاسد نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة: "امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل")

(۲) "قوله: (وفتحه على إمامه جائز) ويكره للمقتدي أن يعجل بالفتح، لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۳۳، قديمي)
(وكذا في رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(۳) "لو فتح على إمامه، فلا فساد، لأنه تعلق به إصلاح صلاته؛ أما إن كان الإمام لم يقرأ الفرض فظاهر ...... والصحيح عدم الفساد، لأنه لو لم يفتح ربما يجري على لسانه مايكون مفسداً، فكان فيه إصلاح صلاته". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۲/۱۰، رشيديه)

نابالغ کا امام کو لقمہ دینا

سوال [۳۲۷۶]: ہمارے یہاں مدرسہ میں بہت سے طلباء نابالغ درجۂ حفظ میں پڑھتے ہیں، نماز میں یہ لقمہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ سمجھدار جو کہ مفسداتِ صلوٰۃ سے بچتا ہو، امام کو لقمہ دے سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۹ھ۔

غلط لقمہ دینا

سوال [۳۲۷۷]: مقتدی نے امام کو تعدادِ رکعات کے اندر غلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ یا کسی اور قسم کا غلط لقمہ دیا، مگر ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے مطابق قرأت کر چکا ہے، پھر قصداً دوسری جگہ سے قرأت کرنے لگتا ہے، یا سہواً دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ اگر ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے مطابق قرأت نہیں کی ہے اور قصداً یا سہواً منتقل ہو گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدی نے عمداً غلط لقمہ نہیں دیا تو اس کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ ما یجوز بہ الصلوٰۃ قرأت

---

(۱) "وإن فتح على إمامه لم تفسد ... وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۹۹/۱، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۵۸۱/۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۱/۲، رشيدية)

(۲) "بخلاف فتحه على إمامه، فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بكل حال". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۲۲/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۱/۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۹۹/۱، رشيدية)

کے مطابق ہو، اس سے پہلے اگر ایک جملہ سے دوسری جگہ میں قرأت کی، قصداً یا سہواً تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی الا یہ کہ معنی بگڑ جائیں، مثلاً "ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات" کے بعد بغیر وقف کے دوسری جگہ سے "اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون" پڑھ دیا تو معنی بگڑ گئے اور نماز فاسد ہوگئی (۱) ہاں بلا مجبوری کے قصداً دوسری جگہ منتقل ہونا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

☆...☆...☆...☆...☆

---

(۱) "أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: "كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد. أما إذا غير المعنى بأن قرأ "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات أولئك هم شر البرية" ... تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحيح، هكذا في الخلاصة" (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى الخانية، فصل في القراءة في القرآن خطأ، إن ذكر آية مكان آية: ۱/۱۵۳، رشيدية)

باب الوتر و القنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

تعدادِ رکعاتِ وتر

سوال [۳۲۴۰]: زید وتر کی تین رکعات کا قائل ہے اور علمائے دیوبند وامامِ اعظم کا اسی پر عمل تھا اور ہے، بکر یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں نہ عمر کا اور نہ کسی کا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ثابت کرو۔ اہلِ حدیث یعنی غیر مقلدوں سے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو علمائے مقلدین سے معلوم کرتے ہیں، اب وہ ان کے مقلد ہوئے یا نہیں، اور جب کہ وہ کسی سے دریافت نہیں کرتے؟ تقلید کی تعریف لغوی اور اصطلاحی بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عظیم اللہ بنوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے: "قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوتر بثلاث، لا يسلم إلا في آخرهن"(۱)۔

---

(۱) (المستدرك مع التلخيص، كتاب الوتر: ۱/ ۳۰۴، دار الفكر، بيروت)

"عن المسور بن مخرمة قال: دفنا أبا بكر رضي الله تعالى عنه ليلاً، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: إني لم أوتر، فقام وصففنا وراءه فصلى بنا ثلث ركعات، لم يسلم إلا في آخرهن". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۲، سعيد)

"عن أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقرأ =

دوسری روایت ہے: "أن النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یقرأ في الرکعة الأولی من الوتر بفاتحة الکتاب و"سبح اسم ربک الأعلی" وفي الثانیة "قل یا أیها الکافرون" وفي الثالثة: "قل هو اللہ أحد" والمعوذتین" اهـ"(۱)۔

اس کو اصحاب سنن اربعہ(۲)، ابن حبان(۳)، حاکم، طحاوی(۴) نے روایت کیا ہے۔

مسئلہ تقلید پر بہت سے رسائل شائع ہو چکے ہیں، اس مختصر سے کاغذ میں تفصیل کی گنجائش نہیں، اصل مسئلہ کا جواب ان بہت اختصار کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے۔ نیز اس مسئلہ کے لئے رسالہ "الاقتصاد في التقلید والاجتهاد" وغیرہ کوئی رسالہ مطالعہ کر لیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/۳/۶۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الثانی/۶۳ھ۔

= في الوتر "سبح اسم ربک الأعلی" وفي الرکعة الثانیة "بقل یا أیها الکافرون" وفي الثالثة "بقل هو اللہ أحد" ولا یسلم إلا في آخرهن، ویقول – یعني بعد التسلیم – "سبحان الملک القدوس" ثلاثا".
(سنن النسائي، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار: ۱/۲۴۹، قدیمی)

(۱) (المستدرک مع التلخیص، کتاب الوتر: ۱/۳۰۵، دار الفکر بیروت)

(۲) "عن عبد العزیز بن جریج قال: سألت عائشة رضي اللہ تعالی عنها: بأي شيء کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم؟ قالت: کان یقرأ في الأولی: "بسبح اسم ربک الأعلی" وفي الثانیة "بقل یا أیها الکافرون" وفي الثالثة "بقل هو اللہ أحد، والمعوذتین"". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما یقرأ في الوتر: ۱/۱۰۶، سعید)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب ما جاء في الوتر، ص: ۸۳، میر محمد کتب خانه)

"عن ابن عبد الرحمن بن أبزی عن أبیه رضي اللہ تعالی عنه أن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم کان یوتر بـ"سبح اسم ربک الأعلی" و"قل یا أیها الکافرون" و"قل هو اللہ أحد" الخ". (سنن النسائي، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار: ۱/۲۵۱، قدیمی)

(وسنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب ما یقرأ في الوتر: ۱/۲۰۸، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۳) (الصحیح لابن حبان، ذکر الإباحة للمرء أن یضم القراءة المعوذتین إلی قراءة قل هو اللہ أحد الخ: ۴/۲۰۵، المکتبة الأثریة سانگله هل)

(۴) (شرح معاني الآثار للطحاوي، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۹۲، سعید)

وتر میں سورتوں کی تعیین

سوال[۳۴۲۵]: بعض حفاظ وتر میں ہمیشہ "إنا أنزلناه" اور "سورۂ کافرون"، وآخر رکعت میں "سورۂ اخلاص" پڑھتے ہیں حالانکہ ہمیشہ ایک سورت پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے۔ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء نے جو منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو جائے کہ اس مخصوص سورت کے علاوہ دوسری سورت پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی، یا اس کے عمل سے دوسروں کو اس کا خیال نہ ہو جائے، لیکن جن سورتوں کا کثرت سے پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان کو کثرت سے پڑھنا اتباعِ سنت کی نیت سے درست ہے بلکہ ثواب ہے(۱)، البتہ کبھی کبھی مصلحت بالا کی وجہ سے دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

وتر میں "سبح اسم ربك الأعلى، قل يا أيها الكافرون، و قل هو الله" کا پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتبِ احادیث میں مذکور ہے مگر اس پر مداومت ثابت نہیں، لہٰذا اکثر ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، كذا في الطحطاوي (۲)۔ "إنا أنزلناه" کا پڑھنا میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا (۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ذی قعدہ/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ذی قعدہ/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "يقرأ في الوتر" بسبح اسم ربك الأعلى" و "قل يا أيها الكافرون" و "قل هو الله أحد" في ركعة ركعة". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما يقرأ في الوتر: ۱/۱۰۶، سعيد)

(۲) وفي مراقي الفلاح: "(ويقرأ) وجوباً (في كل ركعة منه الفاتحة وسورة) لما روي أنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الأولى منه: أي بعد الفاتحة "بسبح اسم ربك الأعلى" وفي الثانية "بقل يا أيها الكافرون" وفي الثالثة: "بقل هو الله أحد" وقنت قبل الركوع". (باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۷۵، قديمي)

(۳) قال العلامة الشامي: "والسنة السور الثلاث: أي الأعلى، والكافرون والإخلاص، لكن في النهاية: أن التعيين يفضي إلى اعتقاد بعض الناس أنه واجب، وهو لا يجوز، فلو تبرك بالمأثور به الآثار أحياناً بلا مواظبة، يكون حسناً، بحر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۶، رشيدية)

رمضان کی وتر میں سورۂ قدر

سوال[۳۲۶۹]: سورۂ "إنا أنزلناه" رمضان میں وتروں میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سنت ہے، دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں سنت کو نہیں مانتا، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورۂ "إنا أنزلنا" کا وتر میں پڑھنا متعین طور پر احادیث سے ثابت نہیں، اور سورتوں کی طرح یہ بھی ایک سورت ہے، وتر میں پڑھنا بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عشاء کی نماز تنہا پڑھ کر وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۷۰]: رمضان شریف میں زید نے عشاء کی نماز تنہا پڑھ لی اور تراویح میں شریک ہوگیا تو وتر کی نماز زید جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا اس کو درست ہے:

"إن فاتته مع الإمام ترويحة أو ترويحتان أو أكثر هل يقضيها في الوتر أو يوتر ثم يقضيها؟ ذكره في الذخيرة فقال: اختلف مشايخ زماننا، قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي ما فاته من التراويح، وقال بعضهم: يقضي التراويح ثم يوتر". كبيري، ص: ۳۸۶ (۲)

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فاقرءوا ما تيسر من القرآن﴾ (المزمل: ۲۰)

"(قوله: ويكره التعيين الخ) هذه المسألة مفرعة على ما قبلها، لأن الشرع إذا لم يعين عليه شيئاً تيسيراً عليه، كره له أن يعين، وعلله في الهداية بقوله: لما فيه من هجر الباقي وإيهام التفضيل. وأيضاً في وتر البحر عن النهاية: أنه لا ينبغي أن يقرأ سورة معينة على الدوام، فلا يظن بعض الناس أنه واجب". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۹، رشيديه)

(۲) (الحلبي الكبير، ومن السنن المؤكدة: التراويح، ص: ۴۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"صلى العشاء وحده، فله أن يصلي التراويح مع الإمام. ولو تركوا الجماعة في الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح بجماعة. وإذا صلى معه شيئاً من التراويح أو لم يدرك شيئاً منها أو صلاها مع غيره، له أن يصلي الوتر معه، هو الصحيح". فتاوی عالمگیری مصری: ١/ ١١٧(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٦/ ١/ ٨٩ھ۔

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟

سوال[٢٢٤٧]: یہاں ایک مدرسہ والوں نے اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عشاء کی جماعت نہیں ملی وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ جب کہ ہمارے تمام اسلاف نے اجازت دی ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے صاف صاف الفاظ میں اجازت دی ہے اور اشتہار میں حوالہ شامی کا ہے۔ خصوصیت سے اس مسئلہ کو حوالہ کی بہت ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ہوگئی وہ کوئی شخص بعد میں پہونچا اس کو چاہئے کہ فرض عشاء پڑھ کر تراویح میں شرکت کرے، پھر وتر بھی جماعت سے پڑھے، یہی صحیح ہے، کذا فی شرح المنیۃ کبیری، ص: ٤٠٩(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (الفتاوی العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ١/ ١١٧، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٢/ ٧٣، رشيدية)

(٢) "قال أبو يوسف: الثاني إذا صلى مع الإمام شيئاً من التراويح، يصلي معه الوتر، وكذا إذا لم يدرك معه شيئاً منها، وكذا ظهير الدين المرغيناني: لو صلى العشاء وحده، فله أن يصلي التراويح مع الإمام، وهو الصحيح" (غنية المستملي شرح منية المصلي للحلبي الكبير، فروع: فيما تزويحة أو ترويحتين، ص: ٤٠٣، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ١/ ١١٧، رشيدية)

قنوت کے لئے کانوں تک رفع یدین

سوال[۳۲۷۹]: الاستفتاء: وتر نماز میں دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کاندھوں تک اٹھانے چاہئے یا کانوں تک؟ کونسا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کانوں تک (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

وتر میں قنوت کے لئے رفع یدین

سوال[۳۲۸۰]: ایک شخص رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو وہ مسبوق رفع یدین کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام وتر میں جب دعائے قنوت پڑھنے کے لئے رفع یدین کرکے تکبیر کہے تو مقتدی مسبوق وغیرہ کو بھی اسی طرح کرنا چاہئے، یہ رفع یدین فرض یا واجب نہیں، سنت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۳، رشيديه)

(۱) "ويكبر قبل ركوع الثالثة رافعاً يديه إلى حذاء أذنيه كتكبيرة الإحرام". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

"إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة، كبر ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع السنة، ومقدار القيام في القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۵۲، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة، كبر ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع =

قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد "سبحان الملک القدوس" کہنا

سوال [[illegible]]: وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ اور "سبوح قدوس" بلند آواز سے کیوں کہتے ہیں یا آہستہ کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر میں ایک واجب سے دوسرے واجب کی طرف انتقال ہے، اس لئے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں(۱)۔

وتر کے بعد "سبحان الملک القدوس" کہنا تین دفعہ اور تیسری دفعہ آواز بلند کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/[illegible]ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/[illegible]ھ۔

---

* السنة ومقدار القيام في القنوت قدر إذا السماء انشقت، هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، صلاة الوتر: [illegible]، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: [illegible]، سعيد)

(۱) "عن الأسود عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر "قل هو الله أحد"، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة". رواه الإمام البخاري في "جزء رفع اليدين" له، وإسناده صحيح". (إعلاء السنن، باب وجوب القنوت في جميع السنة كلها وسنية رفع اليدين الخ: [illegible]، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

"إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة كبر ورفع يديه حذاء أذنيه ويقنت قبل الركوع في جميع السنة ومقدار القيام في القنوت قدر إذا السماء انشقت، هكذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: [illegible]، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "عن سعيد بن عبد الرحمن بن أبزى عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم -

دعائے قنوت احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

سوال [۳۳۸۲]: دعائے قنوتِ وتر "اللّٰھم إنا نستعینك الخ" بعینہٖ کس کتاب میں منقول ہے؟ حصنِ حصین میں: "نؤمن بك و نتوکل علیك و نشکرك" منقول نہیں، یہ الفاظ کس حدیث میں منقول ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے قنوت کے یہ الفاظ مشہور ایسے حتمی نہیں کہ ان کے ترک یا تبدل سے نماز فاسد ہو جائے جیسے کہ کتبِ فقہ زیلعی (۱) شامی (۲) طحطاوی (۳) وغیرہ میں صراحۃً مذکور ہے۔ دعاء "اللّٰھم إنا نستعینك الخ" ابوداود (۴) کے حوالے سے رسائل الارکان اور فتح القدیر (۵) میں منقول ہے، اس میں لفظ "نؤمن

۔ کان یوتر "بسبح اسم ربک الأعلی وقل یا أیها الکافرون و قل هو الله أحد" وإذا سلّم قال: "سبحان الملک القدوس" ثلث مرات، یمد صوته فی الثالثة ثم یرفع". (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار: ۱/۲۵۳، قدیمی)

(وشرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۱، سعید)

(۱) "ولیس فی القنوت دعاء مؤقت؛ لأنه یذهب برقة القلب. هکذا ذکره محمد". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "(قوله: ولیس الدعاء المشهور) .... وذکر فی البحر عن الکرخی أن القنوت لیس فیه دعاء مؤقت؛ لأنه روی عن الصحابة أدعیة مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء یذهب برقة القلب".

(رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعید)

(۳) "(قوله: وإنه لا توقیت فیه) الأفضل أن یکون الدعاء مؤقتاً؛ لأن الداعی ربما یکون جاهلاً فیدعو بما یقطع الصلاة، ولا یعلمه. کذا فی غایة البیان. وقول محمد: لیس فی القنوت دعاء مؤقت، یعنی غیر "اللّٰهم إنا نستعینک" الخ". (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر وأحکامه، ص: ۳۸۴، قدیمی)

(۴) "عن خالد بن أبی عمران قال: بینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یدعو علی مُضَر إذ جاءه جبرئیل علیه السلام، فأومأ إلیه أن اسکت فسکت .... قال: ثم علّمه هذا القنوت: "اللّٰهم إنا نستعینک و نستغفرک ونؤمن بک ونخضع لک، ونخلع و نترک من یکفرک. اللّٰهم إیاک نعبد و لک نصلی و نسجد وإلیک نسعی و نحفد و نرجو رحمتک و نخاف عذابک، إن عذابک الجد بالکافرین ملحق". (مراسیل أبی داود، ص: ۸، سعید)

(۵) (فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب صلاة الوتر: ۱/۳۷۰، مطبعة مصطفی البابی الحلبی)

"ملک" بھی مذکور ہے۔ شرح سفر السعادۃ اور اعلاء السنن (۱) میں طبرانی، مدونہ، بیہقی، ابن ابی شیبہ وغیرہ سے بھی اس دعاء کو نقل کیا ہے (۲) اور اس کے اور الفاظ میں بھی کچھ فرق ہے۔ شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ لفظ "نشکرک" اس دعا میں مرویہ ثابت نہیں، لفظ "نثنی علیک" بھی کسی روایت میں نہیں ملا۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/ جمادی الاولیٰ/ ۴۹ھ۔

دعائے قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال [۲۲۸۲]: نماز وتر میں جو لوگ بجائے دعائے قنوت کے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھی جائے نماز ہوجائے گی، مشہور ومعروف دعاء پر موقوف نہیں، لیکن

---

(۱) "عن ابن وهب ...... عن خالد بن أبي عمران قال (إلى آخر الحديث، كما مر آنفا في الحاشية الماضية أخرجه سحنون في "المدونة الكبرى" .... وقال الحازمي في "الاعتبار": أخرجه أبو داود في المراسيل، وهو حسن في المتابعات".

"وعن عبد الرحمن بن أبزى قال: صليت خلف عمر بن الخطاب الصبح، فلما فرغ من السورة في الركعة الثانية، قال قبل الركوع -وفي رواية الطحاوي بعد الركوع-: "اللهم إنا نستعينك ونستغفرك ونثني عليك الخير كله، ولا نكفرك، ونخلع ونترك من يفجرك". ثم ذكر نحوه سواء غير أنه لم يذكر الجد" رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" ورواه البيهقي في "سننه" وصححه. كنز العمال". (إعلاء السنن، باب إخفاء القنوت في الوتر وذكر ألفاظه الخ: ۲/ ۸۹، ۹۰، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (المدونة الكبرى، كتاب الصلوة، القنوت في الصبح والدعاء في الصلوة: ۱/ ۲۲۴، مكتبه نزار مصطفى الباز)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلوة، باب قنوت الوتر: ۲/ ۲۰۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(والمصنف لابن أبي شيبة، كتاب الصلوة، في قنوت الوتر من الدعاء: ۲/ ۹۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

دعا ہونی چاہئے(۱)، سورۂ اخلاص دعا نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قنوتِ وتر میں تشہد کا پڑھنا

سوال[۲۲۸۴]: اگر وتر میں دعائے قنوت کے بجائے سہواً تشہد پڑھی گئی، یا قرآن پاک میں سے چند آیات پڑھی گئیں تو نماز وتر درست ہوجائے گی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں، قنوت کے لئے کوئی مخصوص دعاء لازم نہیں کہ جس کے ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آئے، یا نماز فاسد ہوجائے، تشہد میں بھی ایک قسم کی دعاء ہے جو کہ قنوت کے لئے کافی ہوسکتی ہے:

"وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء موقت؛ لأنه روي عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن الموقت من الدعاء يذهب برقة القلب، الخ". ۴۴۸/۱(۳)۔

---

(۱) "(قوله: ويسن الدعاء المشهور) وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيها دعاء مؤقت؛ لأنه روي عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۷۳/۲، رشیدیہ)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۶۴۳/۱، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) یہ حکم عام حالات کا ہے، اگر کسی کو دعائے قنوت یا کوئی اور دعا یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص قنوت کی جگہ پڑھ سکتا ہے: "وفي المقدمة الغزنوية: إن كان لا يحسن القنوت يقرأ ثلاث مرات: "قل هو الله أحد" أو ثلاث مرات "اللهم اغفرلنا وللمؤمنين والمؤمنات". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، باب صفة الصلاة: ۲۴۰/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۷۳/۲، رشیدیہ)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۶۴۳/۱، إدارة القرآن، كراچی)

دعائے قنوت کے ترک پر لقمہ دینا

سوال [۳۲۸۵]: الاستفتاء: رمضان میں نمازِ تراویح کے بعد وتر جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، اس میں اگر امام دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو اس کو لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ اگر اشارہ نہیں دیا گیا تو ممکن ہے امام سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور پھر نماز نہیں ہوگی، کیونکہ واجب ترک ہوجاتا ہے اور اگر اشارہ نہیں دیا جاتا تو بہت مقتدی رکوع میں نہیں جاتے ہیں اور ان کا رکوع ترک ہوجاتا ہے اور فرض ترک ہونے سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ جواب جلد دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام بجائے دعائے قنوت پڑھنے کے رکوع میں جانے کے لئے تیاری کررہا ہو تو اس کو بتلادیا جائے، لیکن اگر امام رکوع میں پہنچ گیا ہے تو پھر قنوت کے لئے کھڑا نہ ہو، اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اس طرح نماز درست ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۵ھ۔

شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا

سوال [۳۲۸۶]: ہمارے یہاں رمضان کی تراویح میں کچھ شافعی بھی آرہے ہیں، تراویح کے ختم پر شافعی لوگ الگ ہوکر اپنی وتر کی نماز الگ پڑھتے ہیں۔ یہ فعل شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولو نسیه: أی القنوت، ثم تذکره فی الرکوع، لا یقنت فیه لفوات محله، ولا یعود إلی القیام، ویسجد للسهو اهـ". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۰۰، سعید)

"ولو ترک القنوت فتذکر فی القعدة أو بعد ما قام من الرکوع، لا یقنت، ویسجد للسهو". (الفتاوی الخانیة، فصل فیما یوجب السهو وما لا یوجب السهو: ۱/۱۲۱، رشیدیة)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب الثامن فی الوتر: ۱/۱۱۱، رشیدیة)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ ان کو کچھ نہ کہیں، وہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۹ھ۔

وتر کے بعد دعاء

سوال [۳۲۸۷]: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۸۵ھ۔

وتر میں امامت امام کرائے یا حافظ صاحب؟

سوال [۳۲۸۸]: ہماری مسجد میں مقیم امام فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں، فرض نمازِ عشاء پڑھانے کے بعد تراویح حافظ صاحب جن کو رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے، پڑھاتے ہیں۔ وتر جماعت کے لئے امامت کا مستحق امام مقیم ہے یا حافظ صاحب؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس امام نے عشاء کی فرض پڑھائی، وتر بھی وہی پڑھائے، لیکن تراویح پڑھانے والا وتر پڑھائے تب بھی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾

"قيل معناه تذللاً واستكانة، وخفيةً كقوله: ﴿واذكر ربك في نفسك﴾ الآية، وفي الصحيحين عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إن الذي تدعون سميع قريب" الحديث. (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن (سورة الأعراف): ۲/۲۹۹، مكتبة دار السلام الرياض)

الفصل الثاني في قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

قنوتِ نازلہ

سوال [۲۲۸۹]: قنوتِ نازلہ روزانہ نماز فجر میں پابندی سے پڑھی جاوے جب کہ اس کا موجب علی التواتر پایا جاتا ہے یعنی جنگ وقتال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، لہٰذا ہر ماہ کے بعد چند روز چھوڑ دیا جائے، کیا ہونا چاہیے: علی الاتصال یا ہر ماہ کے بعد کچھ انفصال کیا جاوے؟ جواب مدلل سے مشرف فرمادیں۔

ابوحامد محمد نصر اللہ حیدرآباد دکن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی مستقل اور اصلی چیز نہیں بلکہ وقوعِ نازلہ اس کا سبب ہے، پس جب سبب پایا جائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے، جب سبب منقطع ہوجائے تو قنوت نازلہ کی ضرورت نہیں، اس کو ترک کردیا جائے، جو فقہاء اور محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے ایک ماہ یا کم وبیش کی تحدید نہیں فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ کے ذیل میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے۔

زیلعی شرح کنز میں لکھا ہے: "وروي في ذلك أنه عليه الصلوة والسلام قنت شهراً أو أربعين يوماً اهـ".(۱)۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں لکھا ہے: "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شهراً بعد الركوع اهـ" (۲)۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب القنوت في الفجر وغيره، ص: ۱۴۸، سعيد)

معلوم ہوا کہ تین قسم کی روایتیں ہیں: ایک ہفتہ، ایک ماہ، چالیس روز۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قنوت نازلہ کو موقوف فرمانا ایک ماہ کی تحدید کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی وجہ کچھ اور تھی: "قنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شهراً يدعو على عصية وذكوان، فلما ظهر عليهم ترك القنوت بعد"(۱)
عقود الجواہر المنیفہ: ۱/۸۸(۲)۔

لہٰذا استمرار نازلہ کی حالت میں ایک ماہ سے زائد مدت تک مسلسل پڑھتے رہنا بھی خلاف شرع نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

قنوت نازلہ

سوال[۴۴۶۰]: "عن أنس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت شهراً ثم تركه". رواه أبو داود (۳) والنسائي (۴)۔ "ثم تركه" سے مراد قنوت کا پڑھنا امت کے لئے مسنون ہے یا متروک؟

"وعن أبي مالك الأشجعي قال: قلت لأبي: يا أبت! إنك قد صليت خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله تعالى عنه ههنا بالكوفة

---

(۱) (شرح معاني الآثار، باب القنوت في الفجر: ص ۱۴۹، سعيد)

(۲) وأظن على هذا الكلام وقد قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: فيقنت الإمام في الجهرية: لكن في الأشباه عن الغاية: قنت في صلاة الفجر، ويؤيده في شرح المنية حيث قال بعد كلام: فتكون شرعيته أي شرعية القنوت في النوازل مستمرة، وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه الصلاة والسلام، وهو مذهبنا، وعليه الجمهور. وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعيد)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب القنوت في الصلاة: ۱/۲۰۴، سعيد)

(۴) (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، ترك القنوت: ۱/۱۶۴، قديمي)

نحو من خمس سنين، وكانوا يقنتون. قال: أي بني! محدث". رواه الترمذي (۱) والنسائي (۲) وابن ماجة (۳)۔

حدیث مذکور میں لفظ "محدث" سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اگر کوئی امام مسجد نماز صبح کے بعد اور نماز جمعہ جو بدل نماز ظہر ہے کثرت جماعت اور تقویت کی امید و خیال میں قنوت نازلہ پڑھتا ہے تو اس کا یہ عمل مستحسن اور محمود ہے یا معیوب اور متروک؟ اس امر کی تصریح فرما کر بصیرت کا موقع دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

استمرار متروک ہے، البتہ شدیدہ عامہ کے وقت مشروع ہے، اس کا محل راجح قول پر صلوٰۃ فجر ہے، خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں وقت ضرورت نماز فجر میں پڑھی ہے:

"والقنوت في الفجر لا يشرع لمطلق الحرب عندنا، وإنما يشرع لبلية شديدة تبلغ بها القلوب الحناجر. ولولا ذلك، للزم الصحابة القائلين بالقنوت للنازلة أن يقنتوا أبداً، ولا يتركوه يوماً لعدم خلو المسلمين عن نازلة ما، سيما في زمن الخلفاء الأربعة. قلت: وهذا هو الذي يحصل به الجمع بين الأحاديث المختلفة في الباب، وأما دعوى نسخ القنوت في الفجر مطلقاً فترده آثار الصحابة وقنوتهم بعد وفاة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أحياناً" (٤)۔

یعنی اگر قنوت نازلہ منسوخ ہو جاتی تو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ بھی نہ پڑھتے، اگر اس کا استمرار ہوتا

---

(۱) (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب في ترك القنوت: ۱/۹۲، سعيد)

(۲) وقال النسائي: "عن أبي مالك الأشجعي عن أبيه قال: صليت خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يقنت، وصليت خلف أبي بكر رضي الله تعالى عنه فلم يقنت، وصليت خلف عمر رضي الله تعالى عنه فلم يقنت، وصليت خلف عثمان رضي الله تعالى عنه فلم يقنت، وصليت خلف علي رضي الله تعالى عنه فلم يقنت، ثم قال: يا بني! إنها بدعة" (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، ترك القنوت: ۱/۱۶۴، قديمي)

(۳) (سنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، باب ما جاء في القنوت في صلاة الفجر، ص: ۸۹، مير محمد كتب خانه، كراچي)

(۴) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الوتر، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۶/۹۲، إدارة القرآن، كراچي)

یعنی ہر زمانے کے وقت پڑھنا مشروع رہتا تو ہمیشہ پڑھتے رہتے اس لئے کہ جو دعا مستقل طور پر جاری ہے، مگر ان حضرات کا معمول یہ تھا کہ جب شدید و عام حادثہ کے وقت پڑھتے تھے، بغیر اس کے نہیں پڑھتے تھے، اور یہ پڑھنا صرف فجر کی نماز میں تھا، دیگر نمازوں میں نہیں تھا۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ نسخ بھی دو وجہ سے ہے: ایک استمرار، دوسرے ماعدا الفجر، یعنی فجر کے علاوہ دیگر صلوٰۃ میں قنوت نہیں خواہ سریہ ہو خواہ جہریہ ہو۔

نیز آپ نے جو صلوٰۃ جہریہ میں مشروعیت درج کی ہے اس کی توضیح علامہ شامی نے اس طرح کی ہے۔ یہ لفظ "صلوٰۃ الفجر" تھا نقل میں تحریف ہو کر "صلوٰۃ الجہر" ہوگیا، لہٰذا صرف فجر میں مشروعیت ہے، کل صلوٰۃ جہریہ میں نہیں، مذہب جمہور یہی ہے اور نقل زیادہ یہی۔ ہاں! اگر وقتِ ضرورت خطبہ جمعہ میں قنوتِ نازلہ پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ قنوت کی مفصل بحث جس میں دس جہت سے کلام کیا ہے اور احادیث کثیرہ نیز عباراتِ فقہیہ کو پورے حوالوں سے نقل کر کے تعارض رفع کیا ہے اور روایات پر جرح و تعدیل بحث کر کے ہر راجح کو محقق کیا ہے "اعلاء السنن" کی جلد سادس میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: فيقنت الإمام في الجهرية) أي شرعية القنوت في النوازل مستمرة، وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه الصلاة والسلام، وهو مذهبنا وعليه الجمهور. وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. وهو صريح في أن قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلوات الجهرية أو السرية". (رد المحتار، مطلب في قنوت النازلة: ۲/۱۱، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۸، رشيدية)

(۲) "اعلم أن الكلام في قنوت النازلة في مواضع: الأول: أن محله صلاة الفجر خاصة، أو الجهرية أو الصلوات كلها؟ الثاني: كونه بعد الركوع أو قبله؟ والثالث: كونه سراً أو جهراً؟ والرابع: هل يقنت المؤتمون أو يؤمنون؟ الخامس: هل يؤمنون سراً أو جهراً؟ السادس: هل ترفع الأيدي فيه أم لا؟ السابع: هل يكبر له أم لا؟ الثامن: هل يضع اليدين حال قراءته أو يرسلهما؟ التاسع: هل يرفع اليدين حال قراءته كرفعهما في الدعاء خارج الصلاة؟ العاشر: هل القنوت عند النازلة مشروع عندنا أم لا؟ والكلام في هذا المقام بسيط" من شاء فليراجع. (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۶/۱۲۳، إدارة القرآن كراتشي)

قنوتِ نازلہ کے متعلق

سوال[۳۲۹۱]: مورخہ ۱۱/اپریل/۱۹۷۱ء بروز یکشنبہ سائل کا موقع اتفاقیہ نماز فجر باجماعت پڑھنے کا بڑی جامع مسجد سہارنپور میں ہوا، دوسری رکعت کی قرأت کے بعد رکوع کیا گیا، رکوع سے کھڑے ہوکر ہاتھ چھوڑے ہوئے امام صاحب نے کچھ دعا، بالجہر پڑھی، کچھ مقتدی بجہر اور کچھ باخفاء آمین کہتے رہے، یہ فعل تخمیناً دس منٹ تک ہوا، اس دعاء کے ختم کرنے کے بعد نماز کے دو سجدے کرکے التحیات وغیرہ پڑھ کر نماز ختم کی۔ کیونکہ سائل نے اپنی ساٹھ سالہ عمر میں ایسا فعل جماعت احناف نماز فرض میں اول ہی مرتبہ دیکھا، چنانچہ بڑے بڑے علماء جیسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف وتالیف کردہ کتب کا بہت مطالعہ کیا اور بڑے بڑے علماء کی صحبت میں رہا، مگر اس مسئلہ کا اتفاق نہیں پڑا، اس لئے سائل کو تعجب سا معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے وہیں ایک عالم صاحب بھی موجود تھے، ان سے پوچھا کہ ایسا فعل کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مصیبت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں یہ فعل کیا ہے اور سنت ہے، بدعت نہیں، چونکہ زبانی میں سائل کو پوری تسلی نہ ہوئی اس لئے عرض ہے کہ مسئلہ ہذا کو شرح فرمادیا جائے، تاکہ عام مسلمانوں کو تردد نہ رہے کہ کس مقام پر، کس مصیبت پر اور مصیبت امام صاحب کی ہو یا کہ جمیع مسلمین کی، یہ فعل جماعت میں ہوسکتا ہے یا نہیں اور کوئی تنہا بھی کرسکتا ہے اور تاخیر وتقدیم کی حالت میں سجدۂ سہو تو لازم آئے گا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم وتشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہورہے ہوں، اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوتِ نازلہ بعد رکوع گاہے گاہے پڑھ لے تو گنجائش ہے، استحباب بھی ثابت ہوتا ہے، مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہوسکتا ہے، یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کرلیا جائے، ایسے ہی اگر کوئی اکیلا رات میں کسی نوافل میں بھی پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات میں آمین کہتے رہیں، اس پر کوئی اعتراض جائز نہ ہوگا:

"قال أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت

الجواب حامداً ومصلیاً :

مصائب عامہ شدیدہ کے وقت فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے: "قال الحافظ أبو جعفر الطحاوي رحمه الله تعالىٰ: إنما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". شامی (۱)۔

شوافع قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں، حنفیہ ہاتھ نہیں اٹھاتے، اگر کوئی حنفی کسی شافعی امام کی اقتدا کرے تو ہاتھ چھوڑ کر کھڑا رہے اور دعاؤں کے آخر میں آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔

قال محمد رحمه الله تعالىٰ: "ثم يقنت ساكتاً على الأظهر مرسلاً يديه". الدر المختار على هامش رد المحتار (۲)۔ "وهل المقتدي مثله (أي مثل الإمام) أم لا؟ وهل القنوت هنا قبل الركوع أم بعده؟ لم أره. والذي يظهر لي أن المقتدي يتابع إمامه إلا إذا جهر فيؤمن، وأنه يقنت بعد الركوع لا قبله ...... ثم رأيت الشرنبلالية في مراقي الفلاح صرح بأنه بعده اهـ". شامی: ۱/۷۰۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، مطلب في قنوت النازلة: ۱۱/۲، سعید)

(وكذا في إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۹۵/۶، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲۸/۲، رشيدية)

(۲) (رد المحتار، مطلب في قنوت النازلة: ۱۱/۲، سعيد)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة، انفاً)

"وقال محمد: لا يقرأ بل يؤمن، كذا في رد المحتار، والمختار للنازلة عند الشامي أنه يقرأ إن قرأ الإمام، ويؤمن إذا جهر به". (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۱۰۱/۶، إدارة القرآن كراچی)

قنوتِ نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟

سوال[۳۲۹۷]: قنوتِ نازلہ کے وقت ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑ دینا چاہئے، مسئلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں دونوں قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ قیام کی طرح ہاتھ باندھے، دوسرا یہ ہے کہ قومہ کی طرح ہاتھ چھوڑے، مدقق العلائی نے اس پر اعتراض کیا ہے: "والحاصل أنه یضع عند الشیخین فی القنوت سواء کان قبل الرکوع أو بعده"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۱۳۹۲ھ۔

قنوتِ نازلہ اور ختمِ یٰسین کب تک پڑھنی چاہئے؟

سوال[۳۲۹۸]: جب سے کہ بحرانِ خلیج رونما ہوا ہے، آج تک قنوتِ نازلہ پڑھی جاتی ہے، بعد نماز عشاء سورۂ یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے پھر دعاء ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ اور ختمِ یٰسین شریف کی کوئی حد بھی ہے، کب تک پڑھی جائے؟ ختم یٰسین شریف کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قنوتِ نازلہ بمنزلہ علاج کے ہے، جب تک مرض ہے علاج جاری رہتا ہے(۲) اور یٰسین شریف کے فضائل احادیث میں موجود ہیں، دفعِ مصائب میں یہ بہت نافع اور مجرب ہے(۳)۔ ورد عاؤں کا امر قرآن

---

(۱) (إعلاء السنن، تتمة فی بقیة أحكام قنوت النازلة: ۶/۱۰۲، إدارة القرآن كراچی)

"(ویأتی المأموم بقنوت الوتر لا الفجر؛ لأنه منسوخ (بل یقف ساكتاً علی الأظهر) مرسلاً یدیه". (الدرالمختار) "(قوله: مرسلاً یدیه)؛ لأن الوضع سنة قیام طویل فیه ذكر مسنون، وهذا الذكر لیس مسنوناً عندنا". (ردالمحتار، مطلب فی قنوت النازلة: ۲/۹، سعید)

(۲) "وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوی: إنما لا یقنت عندنا فی صلوٰة الفجر من غیر بلیة، فإن وقعت فتنة أو بلیة، فلا بأس به، فعله رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (ردالمحتار، مطلب فی قنوت النازلة: ۲/۱۱، سعید)

(۳) "وقال علیه السلام: من قرأ یٰس أیة الحاجة، قضیت له ... وتدعی الدافعة والقاضیة تدفع =

کریم میں ہے(۱) اس کو "مخ العبادۃ" فرمایا گیا ہے(۲) البتہ اس قنوت اور اجتماعی دعا کو مستقل واجب یا سنت کا درجہ دینا کہ شریک ہونے والے کو عاصی قرار دیا جائے درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

عام بدامنی کے موقع پر بعد نماز فجر آیت کریمہ کا ختم

سوال[۲۲۰۹]: جب بدامنی عام ہوجائے اور اہلِ اسلام کی جان و اموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہوجائیں تو ایسی صورت میں اہلِ اسلام کو کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوٰۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ: ﴿لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين﴾ پڑھ کر دعا کرتے ہیں، ایسے حوادث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہدِ مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

— عنه كل سوء وتقضي له كل حاجة". (تفسير المدارك، سورة يس: ۴/۸/۲۰۰۸، قديمي)

(۱) "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعاء هو العبادة" ثم قرأ: ﴿وقال ربكم ادعوني أستجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ هذا حديث حسن". (سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل الدعاء: ۲/۱۷۵، سعيد)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعاء مخ العبادة" هذا حديث غريب". (سنن الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء: ۲/۱۷۵، سعيد)

(۳) "قال الطيبي رحمه الله تعالى: "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۱، رشيدية)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول في السنن المؤكدة

(سنن مؤکدہ کا بیان)

کیا فجر کی سنتوں کو پڑھے بغیر فرض نماز جائز نہیں؟

سوال[۳۲۹۱]: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز سنت نماز پڑھنے کے بغیر فرض نماز کے ساتھ جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ وہ فرض نماز جائز ہے، آیا یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فجر کی سنت کی زیادہ تاکید آئی ہے(۱) تاہم اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں پہونچے کہ سنت پڑھنے کا وقت نہیں رہا، اگر پڑھے گا تو جماعت میں شرکت نہیں کر سکے گا تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، پھر آفتاب زرا بلند ہو جانے پر سنت پڑھ لے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱۷۹/۱، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: شهد عندي رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب، وأرضاهم عندي عمر أن نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ولا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة: ۱۸۸/۱، مكتبه إمداديه ملتان)

"(قوله: ولا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) ... وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضى قبل

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے؟

سوال [۳۲۹۵]: بوقت اقامت جماعت فجر در صف ثانی سنت فجر خواندن مکروہ است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا حائل مکروہ است:

"ثم السنة التي كذلك يكره خلافها في سنة الفجر، وكذا في سائر السنن، هو أن لا يأتي بها مخالطاً للصف بعد شروع القوم في الفريضة ولا خلف الصف من غير حائل، وأن يأتي بها إما في بيته وهو الأفضل، أو عند باب المسجد إن أمكنه ذلك بأن كان ثم موضع يليق للصلوة، وإن لم يمكنه ذلك ففي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل، أو في الداخل إن كانوا في الخارج إن كان هناك مسجدان صيفي وشتوي، وإن كان المسجد واحداً فخلف الأسطوانة، ونحو ذلك كالعمود والشجر وما أشبههما في كونهما حائلاً. والإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه، ومخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهلة أشد كراهة لما فيه من مخالفة الجماعة اهـ". كبيري، ص: ۳۷۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

= طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما. وقال محمد: أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال، كما في الدرر ... وقالا: لا يقضي، وإن قضى فلا بأس به". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۷، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض وبعده وفواته عن وقته وتركه: ۲/۱۱۵، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

(۱) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع لو ترك، ص: ۳۹۹، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۱، رشيدية)

جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم

سوال[۲۲۹۱]: بسم اللہ الرحمن الرحیم:

روایت ہے محمد بن ابراہیم سے، اس نے نقل کی قیس بن عمرو سے، کہا: دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ پڑھتا تھا بعد نماز فرض صبح کی دو رکعتیں، پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "نماز صبح کی دو رکعتیں ہیں" پس کہا: میں نے نہیں پڑھی تھی دو رکعتیں سنت، یہ پہلی دو رکعتیں سنت ہیں، پس پڑھا ان کو اب۔ پس چپ رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور روایات کیا ترمذی نے۔

۱- یہ حدیث ابوداؤد چھاپا اول، دہلی کے ص: ۱۷۹۰ میں ہے(۱)۔

۲- یہی حدیث ابن ماجہ چھاپا اول دہلی کے ص: ۱۹۵۰ میں ہے(۲)۔

۳- یہی حدیث ترمذی چھاپا احمدی دہلی کے ص: ۱۷۹۰ میں ہے(۳)۔

فائدہ: اس شخص نے جو بعد نماز فرض صبح کی سنتیں پڑھیں تو وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص

---

(۱) "حدثني محمد بن إبراهيم عن قيس بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رجلاً يصلي بعد صلاة الصبح ركعتين، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة الصبح ركعتان". فقال الرجل: إني لم أكن صليت الركعتين اللتين قبلهما، فصليتهما الآن، فسكت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب: إذا أدرك الإمام و لم يصل ركعتي الفجر: ۱/۱۸۷، مكتبه إمداديه، ملتان)

(۲) (سنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما، ص: ۸۲، مير محمد كتب خانه)

(۳) "عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضي الله تعالىٰ عنه، قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأقيمت الصلاة فصليت معه الصبح، ثم انصرف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوجدني أصلي، فقال: "مهلاً يا قيس أصلاتان معاً؟" قلت: يا رسول الله إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: "فلا إذن" (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح: ۱/۹۶، سعيد)

۱- حدیث طبرانی کبیر میں بھی ہے، کہ شوکانی نے نیل الاوطار میں چھاپہ مصر کے جلد دوم ص۲۰ میں ہے (۱)۔

۲- کوئی شخص آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو درست ہے۔ آفتاب کے نکلنے کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ حدیث ترمذی چھاپہ احمدی کے ص ۸۰ میں ہے (۲)۔

اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ بعد نکلنے آفتاب کے فجر کی سنتیں جائز نہیں ہیں بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ جو چاہے بعد فرض صبح کے اس وقت پڑھ لے اور جو چاہے بعد نکلنے آفتاب کے پڑھے، ان دونوں وقتوں میں منع کرنا کسی کا کسی کو بھی نہیں پہنچتا۔

عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں زیادہ ثبوت نہ لکھ سکا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھتا۔

سوال: مشتاق احمد، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۷۰ء محلہ قاضی پاڑہ شہر متھرا (یوپی)۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جب کہ:

ماحول میں شہرت کی گئی ہے کہ فجر کی سنتیں سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں جب کہ فرض پہلے پڑھ لئے ہوں، حالانکہ مسلکِ احناف کے مطابق اگر جماعت فجر ہو رہی ہے اور مصلی کو اندیشہ ہے کہ وہ جماعت صبح کا قعدہ اخیرہ پالے گا تو پہلے اس کو فجر کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں اور ایک صاحب اس بات پر مصر ہیں

---

(۱) (المعجم الکبیر للطبراني، قیس بن قهد الأنصاري: ۱۸/ ۳۶۷، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

"حدیث ثابت بن قیس بن شماس رضي اللہ تعالیٰ عنه عند الطبراني في الکبیر قال: "أتیت المسجد والنبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم في الصلوة، فلما سلم النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، التفت إليّ وأنا أصلي، فجعل ینظر إليّ وأنا أصلي، فلما فرغت قال: "ألم تصل معنا؟" قلت: نعم! قال: "فما هذه الصلاة؟" قلت: یا رسول اللہ! رکعتا الفجر خرجت من منزلي ولم أکن صلیتها، قال: فلم یعب ذلک عليّ". (نیل الأوطار، باب تأکید رکعتي الفجر وقضائهما إذا فاتتا: ۳/ ۲۴، دار الباز للنشر)

(۲) "عن أبي هریرة - رضي اللہ تعالیٰ عنه - قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من لم یصل رکعتي الفجر، فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس". اهـ". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس: ۱/ ۹۶، سعید)

جماعت میں شرکت سے یہ سنتیں مانع ہوں تو جماعت میں شریک ہوجائے، ان کی وجہ سے شرکتِ جماعت سے محروم نہ رہے۔

۳- حدیث شریف میں ہے کہ "جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں"(۱)۔ اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ سنتیں اس جگہ نہ پڑھے بلکہ حجرۂ مسجد میں یا کسی دوسری جگہ جاکر پڑھے(۲)۔

۴- حدیث شریف میں ہے کہ "بعد نماز صبح کوئی نماز نہیں طلوعِ شمس سے پہلے"(۳) اس لئے حنفیہ

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءاً" ... قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة الفذ بسبع وعشرين درجة". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۳۱، ۲۳۲، كتاب المساجد، باب فضل صلوة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها، قديمي)

(وجامع الترمذي: ۱/۵۲، أبواب الصلوة، باب ماجاء في فضل الجماعة، وباب ماجاء فيمن سمع النداء فلا يجيب، سعيد)

(وصحيح البخاري: ۱/۸۹، كتاب الصلوة، باب وجوب صلوة الجماعة وباب فضل صلوة الجماعة، قديمي)

(وسنن النسائي: ۱/۱۳۵، كتاب الصلوة، باب التشديد في ترك الجماعة والتخلف عن الجماعة، قديمي)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة: ۱/۹۶، سعيد)

(۲) "الأفضل في السنن والنوافل المنزل، لقوله عليه السلام: "صلاة الرجل في المنزل أفضل إلا المكتوبة"، ثم باب المسجد إن كان الإمام يصلي في المسجد، ثم المسجد الخارج إن كان الإمام في الداخل، والداخل إن كان في الخارج وإن كان المسجد واحداً فخلف الأسطوانة. وكره خلف الصفوف بلا حائل، وأشدها كراهة أن يصلي في الصف مخالطاً للقوم، وهذا كله إذا كان الإمام في الصلوة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲۰، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل، رشيديه)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: شهد عندي رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندي عمر رضي الله تعالى عنه وعنهم أن نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد=

معانی الآثار (۱) اوجز المسالک (۲) بذل المجہود (۳) معارف السنن (۴) میں موجود

---

(۱) "عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أنہ کان فی سفر فنام عن صلوۃ الصبح، حتی طلعت الشمس، فأمر فأذن، ثم انتظر حتی استقلت الشمس، ثم أمر فأقام، فصلی الصبح". (شرح معانی الآثار، باب الصلاۃ عند طلوع الشمس، ص: ۲۷۳، سعید)

(۲) "عن مالک، أنہ بلغہ أن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتتہ رکعتا الفجر فقضاھما بعد أن طلعت الشمس". "وفی أوجز المسالک: ... ورأی ذلک مالک وأکثر العلماء للنہی عن الصلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس، قالہ الزرقانی، وقال ابن العربی: أما من لم یصلیھما حتی صلی الصبح، فقال مالک: یصلیھما إذا طلعت الشمس". (أوجز المسالک إلی موطأ الإمام مالک، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی رکعتی الفجر: ۲/ ۳۸۲، إدارہ تالیفات اشرفیہ)

(۳) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: شہد عندی رجال مرضیون فیہم عمر بن الخطاب وأرضاھم عندی عمر أن نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "لا صلاۃ بعد صلاۃ الصبح حتی تطلع الشمس، ولا صلوۃ بعد صلاۃ العصر حتی تغرب الشمس". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب من رخص فیہا إذا کانت الشمس مرتفعۃ: ۱/ ۱۸۸، امدادیہ ملتان)

"وقد روی کثیر من الصحابۃ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک: منہم أم سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ولکن ذکر ذلک بلاغاً ولم یذکر سماعاً، فإنہ قال مرۃً: شہد عندی رجال ... ومرۃ قال: حدثنا غیر واحد من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وعلی بن أبی طالب وعائشۃ ومعاذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم وأبو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن عمر ومعاویۃ بن سفیان وأبو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، أخرج روایتہم الطحاوی". (بذل المجہود فی حل أبی داؤد، باب من رخص فیہما إذا کانت الشمس مرتفعۃ: ۲/ ۲۹۰، معہد الخلیل الإسلامی)

(۴) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من لم یصل رکعتی الفجر، فلیصلھما بعد ما تطلع الشمس". وفی معارف السنن: "وفیہ أثر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عند ابن أبی شیبۃ: "أنہ صلی رکعتی الفجر بعد ما أضحی" وإسنادہ حسن کذا فی آثار السنن، ورواہ مالک بلاغاً وعند الطحاوی أثر آخر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وعن مالک فی الموطأ وابن أبی شیبۃ فی المصنف أثر القاسم أی ابن محمد یقول: "إذا لم أصلھما حتی أصلی الفجر، صلیتھما بعد طلوع الشمس" وحدیث الباب قوی صححہ الحاکم فی "المستدرک"". (معارف السنن، أبواب الصلاۃ، باب ما جاء فی إعادتہما بعد طلوع الشمس: ۴/ ۸۰، سعید)

ہیں۔ ضرورت ہو تو ان سب کو حدیث پاک کے عربی الفاظ میں نقل کر دیا جائے گا۔

اب غور کیا جائے جو لوگ ان سنتوں کو (شرکت جماعت کی وجہ سے) بالکل چھوڑ دیتے ہیں وہ حدیث نمبر ا کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ ان سنتوں میں مشغول ہو کر جماعت میں شرکت نہیں کرتے وہ حدیث نمبر ۲ کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی کسی جگہ سنتیں پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر ۳ کے خلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ جماعت کے بعد طلوع شمس سے پہلے ان سنتوں کو پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر ۴، ۵ کے خلاف کرتے ہیں۔

حنفیہ کی تائید میں آثار صحابہ بہت کثرت سے منقول ہیں (۱)۔ جس صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتیں بعد نماز فجر قبل طلوع شمس پڑھتے دیکھا ان کو صرف اسی قدر میں اجازت نہیں دی، ورنہ دوسرے صحابہ بھی اس اجازت پر عمل کر لیا کرتے، وہی ممانعت اپنے حال پر ہے (۲)۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کو دیکھ کر اور جواب سن کر فرمایا "فــــلا إذن" جس کا مطلب شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر یہ سنتیں پہلے نہیں پڑھی

---

(۱) "عن أبي إسحاق، قال: حدثني عبد الله بن أبي موسى عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص، دعا أبا موسى وحذيفة وعبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنهم قبل أن يصلي الغداة، ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلوة، فجلس عبد الله رضي الله تعالى عنه إلى أسطوانة من المسجد، فصلى ركعتين، ثم دخل في الصلوة، فهذا عبد الله رضي الله تعالى عنه قد فعل. ومعه حذيفة وأبو موسى رضي الله تعالى عنهما لاينكران ذلك عليه، فدل ذلك على موافقتهما إياه". عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلوة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالى عنهم، والإمام يصلي، فأما ابن عمر رضي الله تعالى عنه، فدخل في الصف، وأما ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فصلى ركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس، فقام، فركع ركعتين الخ". (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱/۲۵۶، كتاب الصلوة، باب أداء سنة الفجر، سعيد)

(۲) "وتبعه ابن حجر فقال: أي أتصلي صلوة الصبح وتصلي بعدها ركعتين وقد علمت أنه لا صلوة بعدها؟ فالاستفهام مقدر للإنكار ... وثانياً لما ثبت نهي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس فسكوته عليه السلام لا يحمل على التقرير". (بذل المجهود: ۲/۲۶۳، باب من فاتته متى يقضيها، إمداديه، ملتان)

تھیں تب بھی ان کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں(۱)، پس اس سے استدلال کرنا اور صریح ممانعت والی حدیث کو چھوڑنا اصولاً صحیح نہیں(۲)۔

نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: "إسناد هذا الحديث ليس بمتصل" یعنی اس حدیث کی سند متصل نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۲ھ۔

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں

سوال[۳۳۰۰]: فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد نماز دو رکعت سنت پڑھتے ہیں پھر جماعت میں شریک ہوتے ہیں حالانکہ جماعت شروع ہونے اور قرأت کے بعد حکم یہ ہے کہ جماعت میں شریک ہوجائے مگر لوگ پہلے سنت پڑھنا مقدم سمجھتے ہیں جس سے ان کی تکبیر اولیٰ بھی فوت ہوجاتی ہے لیکن اگر سنت

---

(۱) "عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله ... فقلت: يا رسول الله إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر. قال: "فلا إذاً". أي "إذن" التي هي ناصبة المضارع، ويقال: إنها من الحروف مغيّرة عن "إذا" الشرطية، ويحرز كتابتهما بالنون أي "إذن". (جامع الترمذي مع العرف الشذي: ۱/۹۶، ۹۹، أبواب الصلوة، باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلوة الصبح، سعيد)

(۲) "واختلف الحنفية والشافعية في مراده. فقال الحنفية: معناه: فلا تصل إذن، وإن لم تصليهما، فكان قوله صلى الله تعالى عليه وسلم للإنكار".

وقال الشافعية: معناه فلا بأس إذن. أي جاز أن تصليهما، فكان للإقرار دون الإنكار، ثم إن استعمال قوله: "فلا إذن" للإنكار كثير جداً في صحيح مسلم. قال شيخنا: ثم سياق إنكاره صلى الله تعالى عليه وسلم، فتكرره بعده لا يدل على الإذن". (معارف السنن، ص: ۹۳-۹۶، تحقيق قوله "فلا إذن" هل هو للإقرار أو للإنكار، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح: ۴/۹۳، ۹۲، سعيد)

(۳) (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح: ۱/۹۶، سعيد)

پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہوں تو پھر سنت کب پڑھیں جب کہ سنت کی قضا نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلے میں چند احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے: اول: جماعت کی شرکت کے اہتمام کے متعلق، دوسرے: سنت فجر کے اہتمام کے متعلق، سوم: جماعت شروع ہوجانے پر سنن اور نماز میں مشغول ہونے کے متعلق، چہارم: بعد نماز فجر کسی نماز نہ پڑھنے سے متعلق، پنجم: طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضاء سنت کے متعلق۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکان سے بغیر سنت فجر پڑھے مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہوچکی تو وہ غور کرے، اگر سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہوجانے کا ظن ہے تو جماعت میں شریک ہوجائے، پھر طلوع شمس سے کچھ دیر بعد سنتیں پڑھ لے، اس سے قبل نہ پڑھے، اگر سنتیں پڑھ کر شریک جماعت ہوسکتا ہے جماعت فوت نہیں ہوگی تو مسجد کے قریب حجرہ، سہ دری، وضو خانہ کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ لے، ایسی جگہ نہ ہو اور امام وجماعت اندرون مسجد ہوں تو صحن مسجد میں کسی ایک طرف کسی ستون کی آڑ میں پڑھ لے، امام جماعت صحن میں ہوں اور اندرون مسجد کا کوئی دروازہ کھلا ہو کہ مرور بین یدی المصلی لازم نہ آئے تو اندر جاکر پڑھ لے، غرض صفوف سے متصل نہ پڑھے، جس قدر صفوف سے متصل پڑھے گا تو اسی قدر کراہت بھی ہوگی (۱)۔

شرح سوال ۱۵ تا میں دونوں قسم کے آثار موجود ہیں، دو صحابی مسجد میں گئے، ایک نے باب مسجد میں

---

(۱) "(وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً، وإلا تركها، لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة". (الدر المختار)

"(قوله: وإلا تركها) فإن كان الإمام في الصيفي فصلاته إياها في الشتوي أخف من صلاتها في الصيفي وعكسه، وأشد ما يكون كراهة أن يصليها مخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهلة". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع في الترك، ص: ۴۱۶، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۲، رشيديه)

سنتیں پڑھی، دوسرے صحابی جماعت میں شریک ہوگئے پھر طلوع کے کچھ دیر کے بعد انہوں نے سنتیں پڑھیں(۱)، اسی طرح جملہ احادیث وآثار کی رعایت ہوگی، کما لا یخفی علی من له مهارة في الحديث والفقه، اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی شائع شدہ ہے جس میں تفصیل مذکور ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال [۳۲۰۰]: اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہوجاوے تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والوں کی نماز ختم ہوگی، جیسا کہ مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو فاسد نہیں ہوگی، لیکن اس کو چاہئے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل پوری کرکے جماعت میں شریک ہوجاوے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۹۱ھ۔

---

(۱) "عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر وابن عباس رضي الله تعالى عنهم والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى تطلع الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلاة الصبح" (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر، ص: ۲۵۵، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف ۱/۵۷۸، سعيد)

(۲) مستقل رسالہ مع دلائل بغایت تفصیل کے لئے دیکھئے بعنوان: "جماعت شروع ہونے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔

(۳) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال"

(الدر المختار، باب إدراك الفريضة ۲/۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة ۲/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة ۱/۴۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

اقامت کے بعد فجر کی سنتوں کا حکم

سوال [۳۳۰۱]: فجر کی جماعت شروع ہوگئی ہے اب فجر کی سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں ایسے وقت میں سنت پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں، حنفی لوگ جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں، حدیث کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح معانی الآثار میں ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نقل کیا ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد میں پہنچے کہ نماز فجر شروع ہوچکی تھی، انہوں نے دروازۂ مسجد پر سنتیں پڑھیں پھر جاکر جماعت میں شریک ہوگئے (۱)، جو صاحب اس کو غلط کہتے ہیں شاید ان کی نظر سے یہ چیز نہیں گزری، ہمارا اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس میں حنفیہ کی تائید میں حدیث اور اس کے معارض سے پوری بحث کرکے مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "حدثني عبد الله بن أبي موسى عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص، دعا أبا موسى وحذيفة وعبد الله بن مسعود رضي الله عنهم قبل أن يصلي الغداة، ثم خرجوا من عنده وقد أقيمت الصلوة، فجلس عبد الله إلى أسطوانة من المسجد فصلى الركعتين، ثم دخل في الصلوة. فهذا عبد الله قد فعل هذا ومعه حذيفة وأبو موسى لا ينكران ذلك عليه، فدل ذلك على موافقتهما إياه".

"عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر وابن عباس رضي الله تعالى عنهم والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى طلعت الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلوة الصبح" (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلوة الفجر، ص: ۲۵۶/۱، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۵۶/۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع من الترك، ص: ۴۱۵، سهيل أكيدمي)

(۲) وقد أعد الرسالة المشار إليها، ولما العثور عليه فراجعه بعنوان: "جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔

سنتِ فجر کی قضا

سوال [۳۰۴۱]: ۱..... کسی مقتدی کی فجر کی سنتیں باقی رہ گئیں، کیونکہ تکبیرِ اولیٰ شروع ہوگئی اور وہ سنتیں تکبیر شروع ہونے سے پہلے ادا نہیں کرسکا۔ اب جماعت ختم ہونے کے بعد وہ ان سنتوں کو جماعت کے بعد ہی ادا کرسکتا ہے یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

۲..... امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جماعت کے بعد سنتِ فجر کی قضا درست نہیں، سورج نکلنے کے بعد بلند ہونے پر پڑھ لے، اگرچہ سنت مؤکدہ نہ رہی:

"تقضى إذا فاتت بلا فرض بعد الطلوع قبل الزوال استحساناً؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قضاها بعد ارتفاع الشمس". مجمع الأنهر، ص: ۱۴۲(۱)۔ "قال محمد رحمه الله تعالى: أحب إلي أن أقضيها إذا فاتت وحدها بعد طلوع الشمس قبل الزوال".

کبیری، ص: ۳۸۰(۲)

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب إدراك الفريضة: ۱/۲۲۳، دار إحياء التراث العربي)

"عن أبي قتادة قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: "إنكم تسيرون عشيتكم وليلتكم"..... حتى إذا كنا ستة ركب، قال: فمال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الطريق فوضع رأسه ثم قال: "احفظوا علينا صلاتنا" فكان أول من استيقظ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم والشمس في ظهره قال: فقمنا فزعين، ثم قال: "اركبوا" فركبنا حتى إذا ارتفعت الشمس نزل..... ثم أذن بالصلاة، فصلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة، فصنع كما كان يصنع كل يوم الخ" (الصحيح لمسلم، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها: ۱/۲۳۹، قديمي)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، لو ترك، ص: ۴۰۷، سهيل اكيدمي)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في قضاء السنن: ۲/۶۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

سنت پڑھنے کے دوران خطبہ شروع ہوجائے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۴۰۵]: خطبۂ جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی نے سنت شروع کردی تو اب وہ کیا کرے جب کہ خطبہ شروع ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت شروع کرنے کے بعد اگر خطبۂ جمعہ شروع ہوجائے تو اس کو چاہیے کہ چاروں رکعتیں پوری کرکے سلام پھیرے، ایسے ہی نماز نہ توڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرانا

سوال[۳۴۰۶]: کیا امام نماز ظہر سنتیں پڑھنے سے پہلے پڑھا سکتا ہے؟ کیا نماز ہوجائے گی نماز میں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں فرض ظہر ادا ہوجائیگا لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے، کیونکہ ظہر کی چار رکعتیں مؤکدہ ہیں اور ان کا وقت فرض سے پہلے ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ربیع الاول/۵۷ھ۔

---

(۱) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال".

(الدر المختار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن شقيق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه، فقالت: كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلي بالناس، ثم يدخل ←

ظہر سے پہلے کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم

سوال [۳۳۰۶]: ایک شخص نے سنت مؤکدہ ظہر کے لئے چار رکعت کی نیت باندھی کہ فرض شروع ہوگیا، وہ شخص دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا۔ اب اسے جماعت کے بعد باقی دو رکعت پڑھنا چاہئے یا دو کعتیں تو پڑھی ہوئی نفل بن گئیں، دوبارہ چار رکعت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں چار رکعت پڑھے، جو نیت باندھی تھی وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے نفل ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= فيصلي ركعتين" إلى آخر الحديث. رواه مسلم وأبو داؤد" (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ۱۰۴/۱، قديمي)

"وسن مؤكداً أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة الخ" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۴۲۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ۱۱۲/۱، رشيدية)

(۱) "(وكذا سنة الظهر) و سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، وليس القطع للإكمال بل للإبطال" (الدر المختار، باب إدراك الفريضة: ۵۳/۲، سعيد)

"(وإن كان) قد شرع (في سنة الجمعة فخرج الخطيب أو) شرع في سنة الظهر فأقيمت الجماعة (سلّم) بعد الجلوس (على رأس ركعتين)، كذا روي عن أبي يوسف والإمام، (وهو الأوجه)، ثم قضى السنة أربعاً لتمكنه منه بعد أداء (الفرض) مع ما بعده فلا يفوت فرض الاستماع والأداء على وجه أكمل، ولا إبطال. وصحح جماعة من المشايخ أنه يتمها أربعاً؛ لأنها كصلاة واحدة" (مراقي الفلاح)

"قوله: (لأنها كصلاة واحدة) وليس القطع للإكمال بل للإبطال صورة و معنى، إذ فيه إبطال وصف السنة لا إكمالها" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب إدراك الفريضة، ص: ۲۴۵، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۱۲۵/۲، رشيدية)

ظہر کی پہلی سنتیں دو سلام سے پڑھنا

سوال[۳۳۰۸]: چہار رکعت سنت مؤکدۂ ظہر دو دو رکعت علیحدہ خواندن جائز است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لأنه "والسنة قبل فرض الظهر والجمعة وبعدها أربع بتسليمة، فلو صلى بتسليمتين لم يعتد من السنة، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۱۳۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

ظہر کی چار سنتوں کی قضاء

سوال[۳۳۰۹]: قبل از فرض ظہر چار رکعت سنت مؤکدہ ہے، ایک شخص مقیم مسجد میں داخل ہوا اور نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہوچکی تھی، وہ شخص جماعت میں شریک ہوگیا، اب بعد فرض ادا کرنے کے وہ چار رکعت سنت مؤکدہ اس شخص کو بعد فرض کے پڑھنا چاہیے یا نہیں جب کہ وقت بھی باقی ہو، یا اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی؟

احقر نور الہدیٰ، بہدی، ضلع جورہ کمن پیٹھ۔

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۹۳، غفاريه كوئٹه)

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: أدمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أربع ركعات بعد زوال الشمس، فقلت: يا رسول الله! إنك تدمن هؤلاء الأربع ركعات، فقال: "يا أبا أيوب! إذا زالت الشمس، فتحت أبواب السماء، فلن ترتج حتى يصلى الظهر، فأحب أن يصعد لي فيهن عمل صالح قبل أن ترتج". فقلت: يا رسول الله! في كلهن قراءة؟ قال: "نعم" قلت: بينهن تسليم فاصل؟ قال: "لا، إلا التشهد". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو، ص: ۲۳۱، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، ۱۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

علمائے احناف نے فرمایا اور ان کا فتویٰ ہے کہ وہ چار رکعت سنت مؤکدہ ضرور پڑھنا چاہئے اگر ظہر کا وقت باقی ہو اور بعد فرض پڑھ لے تو حرج نہیں، اگر چہ ان چار رکعت سنت مؤکدہ میں تاخیر ہوگئی لیکن وہ ہرگز ساقط نہیں ہوئی اس کا ادا کرنا لازمی ہے، چنانچہ شرح وقایہ میں اس کی تفصیل موجود ہے (۱) اور رجوع الیہ، ترمذی وغیرہ وحدیث کما قال علمائنا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظہر میں فرض کے بعد پہلی دو رکعت سنت پڑھی جائے یا فوت شدہ چار؟

سوال [۳۳۱۰]: قبل ظہر کی سنت اگر چھوٹ جائے، بعد فرض چار سنتوں کو پڑھے یا دو سنت اور پھر چار سنت؟ ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے چار سنت پڑھتے تھے پھر دو سنت اور حضرت والا کے متعلق سنا ہے کہ اس کے خلاف عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں طرح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(وبترک سنة الظهر في الحالين): أي بترک الفرض إن أداها أولاً (ويتم ثم قضاها قبل شفعه): أي قبل الركعتين اللتين بعد الفرض". (شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة: ۱/۱۸۰، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب آخر: ۱/۹۵، سعيد)

"(بخلاف سنة الظهر) و كذا الجمعة (فإنه يتركها) و يقتدي (ثم يأتي بها) على أنها سنة (في وقته): أي الظهر (قبل شفعه) عند محمد" (الدر المختار). "(قوله: في وقته) فلا تقضى بعده، لا تبعاً و لا مقصوداً بخلاف سنة الفجر". (رد المحتار، باب إدراک الفريضة: ۲/۵۸، سعيد)

(۲) "(و بخلاف سنة الظهر ... فإنه) إن خاف فوت ركعة ... (ثم يأتي بها) (في وقته) و به يفتى".

(الدر المختار). "(قوله: به يفتى) أقول: و عليه المتون. لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين. قال في الإمداد: و في فتاوى العتابي: إنه المختار، و في مبسوط شيخ الإسلام: إنه الأصح لحديث =

امام کا مصلیٰ پر ہی سنن ونوافل پڑھنا

سوال [۱۰۳۳]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام کو مصلیٰ پر جماعت کی نماز پڑھانے کے بعد فوراً ہی سنت ونوافل پڑھنا مکروہ فعل ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک قول یہ بھی ہے مگر غیر مفتیٰ بہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں سنت کا ادا کرنا

سوال [۱۰۳۴]: گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے اس میں نماز تراویح وتہجد وغیرہ بھی پڑھی جائے یا جگہ سنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہئے؟

= عن عائشة رضي الله تعالى عنها "أنه عليه الصلوة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين، وهو قول أبي حنيفة، وكذا في جامع قاضي خان". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۹، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر، صلاهن بعده". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب آخر: ۱/۹۷، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض وبعده الخ: ۲/۲۲۵، غفارية كوئٹه)

(۱) "محل سے ہٹنا مستحب ہے اور بہتر ہے کہ بصورت اشتباہ کچھ ہٹ کر سنن ونوافل پڑھے لیکن اگر امام مصلیٰ پر پڑھے تو بھی درست ہے"۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلوۃ، باب مسائل سنن مؤکدہ: ۴/۱۸۱، مکتبہ امدادیہ)

"ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤتم" (الدر المختار). "(قوله: ويكره الخ) بل يتحول، وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها، والكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية، وقال: لأن المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه: أي اشتباه أنه في الصلاة". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۴۲، سهيل اكيدمي لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل بات تو یہی ہے کہ سنن مؤکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں، لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم، ولا تتخذوها قبوراً". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع في البيت: ۱/۱۵۸، قديمي)

"عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أفضل صلاتكم في بيوتكم إلا المكتوبة". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء في فضل صلاة التطوع في البيت: ۱/۱۰۲، سعيد)

"(قوله والأفضل في النفل الخ) وأخرج أبو داود: "صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة" وتمامه في شرح المنية، وحيث كان هذا أفضل يراعى مالم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبيته، أو كان في بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه، فيصليها حينئذ في المسجد، لأن اعتبار الخشوع أرجح". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۲، سعيد)

الفصل الثاني في سنن غير مؤكدة

(سنن غیر مؤکدہ کا بیان)

مغرب، عشاء، ظہر کے بعد کی نفلیں

سوال[۳۱۱۳]: مغرب، عشاء اور ظہر کے بعد عوام دو، دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں، کیا اس کی بھی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت بھی ثابت ہیں، چار بھی ثابت ہیں، چھ بھی اور مغرب میں تین تک بھی ثابت ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في إثر كل صلاة مكتوبة ركعتين، إلا الفجر والعصر". (سنن أبي داؤد، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة: ۱۸۱/۱، مكتبه امداديه ملتان)

"عن عنبسة بن أبي سفيان قال: قالت أم حبيبة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من حافظ على أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها، حرم على النار". (سنن أبي داؤد، باب الأربع قبل الظهر وبعدها: ۱۸۴/۱، مكتبه امداديه ملتان)

"عن شريح بن هانئ عن عائشة رضي الله تعالى عنها قال: سألتها عن صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقالت: ما صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العشاء قط، فدخل علي، إلا صلى أربع ركعات أو ست ركعات". الحديث (سنن أبي داؤد، باب الصلاة بعد العشاء: ۱۹۲/۱، إمداديه)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من =

ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دونفلیں

سوال[۳۳۱۲]: بعض لوگ دو رکعت نفل بعد سنتِ ظہر اور دونفل بعد سنتِ مغرب اور دونفل بعد سنتِ عشاء کے پڑھتے ہیں، جونہیں پڑھتے ان پر اعتراض کرتے ہیں، نہ پڑھنے والے کہتے ہیں کہ ان نوافل کا ثبوت حدیث وفقہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا ثبوت مدلل تحریر فرماویں۔

سائل: رشید احمد، سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل مذکورہ کا ثبوت کتبِ معتبرہ سے ہے:

فی المراقی: "ومنها ركعتان بعد الظهر يندب أن يضم إليهما ركعتين فتصير أربعاً".

قال الطحطاوی: "وهو مخير إن شاء جمعها بسلام واحد، وإن شاء جعلها بسلامين، اهـ"(۱)۔

بعد مغرب روایات میں دونفلیں بھی ہیں، چار بھی چھ بھی حتی کہ بیس بھی وارد ہیں:

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلی أربع ركعات بعد المغرب قبل أن يتكلم أحداً، رفعت له في عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر في المسجد الأقصى، وهو خير من قيام نصف ليلة". الحديث(۲) كبيری: ص: ۳۸۵(۳)۔

وفی المبسوط: "وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات، فهو أفضل"(۴) وفی الطحطاوی: "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلی بعد المغرب

= صلی بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوء، عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنةً".

"وعن عائشة عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من صلی بعد المغرب عشرين ركعةً بنی الله له بيتاً في الجنة". (سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۱/۹۸، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص: ۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص: ۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۳) (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، ص: ۳۸۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (المبسوط للسرخسی، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۱۵۳، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

عشرین رکعۃً، بنی اللّٰہ لہ بیتاً فی الجنۃ"(۱)۔

درمختار میں ہے: "ویستحب أربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدھا بتسلیمۃ، وإن شاء رکعتین، وکذا بعد الظھر لحدیث الترمذی: "من حافظ علی أربع قبل الظھر وأربع بعدھا حرمہ اللّٰہ علی النار". وست بعد المغرب لیکتب من الأوابین بتسلیمۃ أو ثنتین أو ثلاث، والأول أدوم وأشق. وھل تحسب المؤکدۃ من المستحب، ویؤدی الکل بتسلیمۃ واحدۃ؟ اختار الکمال: نعم". قال الشامی تحتہ: "(قولہ: وإن شاء رکعتین): کذا عبر فی منیۃ المصلی وفی "الإمداد عن الاختیار": یستحب أن یصلی قبل العشاء أربعاً، وقیل: رکعتین وبعدھا أربعاً، وقیل: رکعتین اھ. والظاھر أن الرکعتین المذکورتین غیر المؤکدتین. وقال تحتہ: "(قولہ اختار الکمال: نعم) ذکر الکمال فی فتح القدیر أنہ وقع اختلاف بین أھل عصرہ فی أن الأربع المستحبۃ ھل ھی أربع مستقلۃ غیر رکعتی الراتبۃ أو أربع بھما؟ وعلی الثانی ھل تؤدی معھما بتسلیمۃ واحدۃ أولا؟ فقال جماعۃ: لا، والمختار ھو أنہ إذا صلی أربعاً بتسلیمۃ أو تسلیمتین، وقع عن السنۃ والمندوب، الخ"(۲)۔

لہٰذا نوافل مذکورہ کا انکار ناواقفیت پر مبنی ہے، البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے اس سے اجتناب چاہئے اور ایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کردینا چاہئے اور ان نوافل کے نہ پڑھنے والوں پر اعتراض نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھنے سے کوئی عذاب نہیں ہوتا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۵/محرم الحرام/۵۳ھ۔

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۸۸-۳۹۰، قدیمی)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، ۱۴، سعید)

(۳) قال الملا علی القاری: "قال الطیبی: وفیہ أن من أصر علی أمر مندوب، وجعلہ عزماً، ولم یعمل بالرخصۃ، فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعۃ أو منکر، وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ: "إن اللّٰہ عزوجل یحب أن تؤتی رخصہ، کما یحب أن تؤتی عزائمہ" (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی التشھد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشیدیہ)

نوافل مغرب میں اوابین کی نیت

سوال [۲۲۱۵]: مغرب کے وقت سنتوں کے بعد دو رکعت نفل کی نیت اگر وقت مغرب کر کے کی جاوے تو ٹھیک ہے، یا اوابین کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت مغرب ٹھیک ہے، کوئی ضروری نہیں۔ "وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة". در مختار مع رد المحتار (۱)۔ فقط۔

اوابین کی تعداد

سوال [۲۲۱۶]: اوابین کی چھ رکعتیں دو نفل مغرب کے علاوہ ہیں یا ان سمیت؟ اگر نفل مغرب سمیت ہیں تو کیا اوابین کی چار رکعتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح کی ایک روایت میں چار نفل بھی مذکور ہیں، ان الفاظ سے دونوں مل کر چھ ہو جاتی ہیں، دوسری روایت میں چھ ہیں اور دو سنت مؤکدہ مستقل ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

= (وكذا في الهندية للعالمكيري، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۱/۷۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۷، سعيد)

"قوله: (وكفى مطلق النية للنفل والسنة والتراويح) أما في النفل فمتفق عليه؛ لأن مطلق الصلاة ينصرف إلى النفل؛ لأنه الأدنى، فهو متيقن، والزيادة مشكوك فيها، ولا فرق بين أن ينوي الصلاة أو الصلاة لله؛ لأن المصلي لا يصلي لغير الله". (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه أنه عليه السلام قال: "من صلى أربع ركعات بعد المغرب قبل أن =

عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

سوال [۳۳۱۷]: عشاء سے پہلے جو چار رکعت سنت تمام لوگ پڑھتے ہیں یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملا، اس کو سنت مؤکدہ کہنا صحیح نہیں، ایک روایت عموی ہے کہ ہر دو اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اس عام روایت کے ذیل میں یہ سنتیں بھی داخل ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۱۳۹۳ھ۔

= يتكلم أحداً، رفعت له في عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر في المسجد الأقصى، وهو خير له من قيام نصف ليلة".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى ست ركعات بعد المغرب قبل أن يتكلم، غفرله بها ذنوب خمسين سنة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۰، قديمي)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوء، عدلن له بعبادة ثنتي عشرة سنة". (سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، سعيد)

(۱) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء". رواه البخاري".

"قوله: عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه" قال المؤلف: "الأول بصيرة: تكفي: إلى بيان قدر ركعات الصلاة، ثبت بمجموعها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء، وفي "غنية المستملي": وأما الأربع قبلها أي قبل العشاء: فلم يذكر في خصوصها حديث، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ. فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يمشي على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۱۱/۷، إدارة القرآن كراتشي)

عشاء سے قبل سنت

سوال[۳۳۰۸]: فرضِ عشاء سے قبل عام طور پر چار رکعت بہ نیتِ سنت لوگ پڑھتے ہیں، سنت مؤکدہ تو یہ ہے نہیں، تو آیا مستحب غیر مؤکدہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سنت کی نیت کر کے پڑھی جاوے یا نفل کی، تاکہ عوام مستفید ہو سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز سنتِ غیر مؤکدہ ہے، اس کو نفل بھی کہتے ہیں، نیت دونوں طرح کی جاسکتی ہے، شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عشاء سے پہلے سنت کی رکعات کی تعداد

سوال[۳۳۰۹]: عشاء کی نماز میں جو چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہے، وقت کم ہونے کی بنا پر چار کے بجائے صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو درست ہیں یا نہیں؟ اگر حوالہ دے دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہاں پر جاہلوں کی آبادی ہے تاکہ ان کو سمجھا سکوں۔

ڈاکٹر عقیل احمد مظفرآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے پہلے جو رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ یہ مستحب ہیں، دو پڑھ لے تو یہ بھی کافی ہے۔

"ويستحب أن يصلي قبل العشاء أربعاً، وقيل ركعتين". در مختار (۲)، مگر چار میں زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "وكفى مطلق نية الصلاة وإن لم يقل لله لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد". (الدر المختار). "(قوله: وكفى الخ): أي بأن يقصد الصلاة بلا قيد نفل أو سنة أو عدد، (قوله: لنفل) متعلق بكفى بالاتفاق (قوله: وسنة) ولو سنة فجر". (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۳، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۹۲، دار الكتب العلمية)

(۲) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعيد)

عشاء سے پہلے چار سنت

سوال [۳۳۲۰]: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "اذان واقامت کے بیچ میں نماز ہے"۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عشاء کی چار سنتیں فقہاء نے اس حدیث کی بناء پر واضح کی ہیں (۱)۔ کیا اس حدیث شریف کی بناء پر کسی سنت کا جب کہ نماز کا وقت ہو چکا ہو، اذان کے قبل پڑھنا غیر افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا جس سے یہ سنتیں ثابت کی جاتی ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

— "قوله: (ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه) نقل في الاختيار "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنه عليه السلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً، ثم يصلي بعدها أربعاً، ثم يضطجع". ونقله عنه أيضاً في إمداد الفتاح ثم قال: وذكر في المحيط: إن تطوع قبل العصر بأربع وقبل العشاء بأربع فحسن، لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لم يواظب عليها". (منحة الخالق هامش البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء" رواه البخاري".

(۲) قوله: "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال المؤلف: الأول بقسميه الثاني: أي بين قدر ركعات الصلاة. فثبت بمجموعهما الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء. وفي غنية المستملي: وأما الأربع قبلها (أي قبل العشاء) فلم يذكر في خصوصها حديث، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل إلخ... فهذا مع عدم المانع من الفعل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۷/۲۹، إدارة القرآن كراچی)

عشاء سے پہلے چار رکعات

سوال[۳۲۲۱]: ایک حدیث کی تلاش میں چند ماہ گزر گئے مگر دستیاب نہ ہوسکی، حدیث عشاء کی چار رکعت کے بارے میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی ہے تو کتنی مرتبہ؟ آپ نے پڑھی ثلث پڑھنے کا بھی ثبوت مل جائے تو زہے قسمت، وہ حدیث نقل فرما کر کرم فرمائی کریں گے۔

مولانا عبدالرحمٰن صاحب، دارالعلوم چھاپی بناس کانٹھا، گجرات۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے پہلے چار سنت کا پڑھنا یا فرمانا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا، ہر دو اذان کے درمیان نماز کا ہونا ضرور حدیث شریف میں موجود ہے، اس عموم میں نمازِ عشاء بھی داخل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

عشاء سے قبل چار رکعت

سوال[۳۲۲۲]: قبل العشاء چار رکعت سنت کے بارے میں حضور والا کی رائے معلوم ہوئی، حضور والا سے مراجعت کے بعد ہدایہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت نظر آئی، ارسالِ خدمت کر رہا ہوں کہ تحقیق اور علم کا حق حضور والا ہی کو حاصل ہے اگرچہ مراد احضرت کی نظر پڑی ہوگی:

"سنن سعيد بن منصور من حديث البراء رفعه، "من صلى قبل العشاء أربعاً كان كأنما تهجد من ليلة، ومن صلاهن بعد العشاء كمن صلاهن من ليلة القدر". أخرجه البيهقي من حديث عائشة رضي الله تعالى عنها موقوفاً، وأخرجه الدار قطني والنسائي موقوفاً على كعب".

هداية، ص: ۱۲۹، حاشية الدراية(۲)۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "عشاء سے پہلے چار سنت")

(۲) (الدراية في تخريج أحاديث الهداية، باب النوافل: ۱/۱۳۹، مكتبه شركة علميه)

النصب الرایہ میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، دیکھئے (نصب الرایہ: ۲/۱۳۹)

حضرت والا! نسائی میں روایت نظر نہیں آئی، دیگر کتب میں نصیب تھی نہیں کہ تلاش کروں۔ اب ۱۸/شعبان کو فرصت ہورہی ہے، اس لئے گھر کا پتہ جوابی پوسٹ کارڈ پر درج ہے، امید ہے بے ادبی معاف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی، آپ کے فرستادہ حوالہ کو میں نے تلاش کیا، متونِ حدیث میں کہیں نہیں پایا۔ فقہاء ومحدثین نے لکھا ہے:

"وأما الأربع قبل العشاء، فذكروا في بيانه إن لم يثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة، فكان حسناً؛ لأن العشاء نظير الظهر في أنه يجوز التطوع قبلها وبعدها، كذا في البدائع. ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه لاستحبابه". بحر الرائق: ۲/۵۰(۱)۔

البتہ حاشیہ البحر میں بحوالہ الاختیار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے: "أنه عليه الصلوة والسلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً" اهـ. ص: ۵۲(۲)۔

لیکن نقل کردہ عبارت میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"وهو ما عزي إلى سعيد بن منصور من حديث براء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى قبل الظهر أربعاً كان كأنما تهجد من ليلته، ومن صلاهن بعد العشاء كان كمثلهن من ليلة القدر" رواه البيهقي من قول عائشة، والنسائي والدار قطني من قول كعب"(۳)۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۸، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق، المصدر السابق)

(۳) (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل: ۱/۳۲۲، مصطفى البابي الحلبي)

(وكذا في كنز العمال، سنة الظهر من الإكمال، أوقات الصلاة مفصلة على الترتيب: ۷/۴۱۶، [illegible] بيروت)

۳- "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوتر بواحدة ثم يركع ركعتين يقرء فيهما وهو جالس"(۱)۔

حضور والا! آجکل میں بہت اختلاف ہو رہا ہے، فتنہ وفساد کا خوف ہے، اس لئے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ مصالحت ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… عشاء سے قبل چار رکعت کا ثبوت تلاش کے باوجود حدیث شریف میں نہیں ملا، درایۃ ہدایہ کے بعض نسخوں پر حاشیہ پر مطبوع ہے اس میں روایت موجود ہے مگر اس میں وہم ہے کہ اصل روایت ظہر سے قبل کے متعلق ہے مگر اس میں عشاء سے قبل بھی بیان کردیا گیا ہے یہ خلاف "منشاء مصنف" ہے، اس وجہ سے یہ اضافہ نصب الرایہ، فتح القدیر وغیرہ میں موجود نہیں۔ صاحب کبیری تلمیذ ہیں صاحب فتح القدیر کے۔ سنن وجوامع ومعاجم میں بھی کہیں نہیں ملا، اس وجہ سے عموم "بین کل اذانین صلوۃ" سے استدلال کرتے ہیں(۲)۔

۲… عادت مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ شب کا ایک حصہ گزرنے کے بعد بیدار ہوکر طویل تہجد پڑھتے، مثلاً سورۂ بقرہ، آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ چار رکعت میں پڑھتے، کبھی ان چاروں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے حتی کہ پیر مبارک پر ورم آجاتا، تھکن ظاہر ہوجاتی، پھر وتر ادا فرماتے اس کے بعد دو رکعت جالساً پڑھتے، لیکن یہ دو رکعت بحالت قیام شروع کی اور تھوڑی سی قرأت کرکے بیٹھ گئے پھر بقیہ قرآت طویلہ پڑھ کر

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب القنوت، الفصل الثالث، ص: ۱۱۳، قديمي)

(۲) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة" ثم قال في الثالثة: "لمن شاء". رواه البخاري"

قوله: "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه" قال المؤلف: الأول يفسره الثاني، أي بين قدر ركعات الصلاة، تثبت بمجموعها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء. وفي غنية المستملي: وأما الأربع قبلها أي قبل العشاء، فلم يذكر في خصوصها حديث، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ، فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يمشي على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، لأنها الأفضل عنده" (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۷/۹، إدارة القرآن كراچي)

کھڑے ہوکر رکوع کیا۔ ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل داعیہ تو کھڑے ہوکر ہی پڑھنے کا تھا، لیکن تعب ضعف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے تھے، اس طریقے کو اختیار کرنے میں پورا ثواب ہے۔ علاوہ ازیں صلوٰۃ قاعداً کا اجر آدھا ہونا احادیث میں موجود ہے اور بعد وتر کی دو رکعتوں کا استثناء نہیں ہے، نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر ادا فرمانے میں بھی وہی اجر ہے جو کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہے، یہ خصوصیت ہے

"عن ابن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة"، فأتيته فوجدته يصلي جالساً، فوضعت يدي على رأسه. وفي رواية: فوضعت يدي على رأسي، فقال: "مالك يا عبد الله بن عمرو!" قلت: حدثت أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على نصف الصلوة" وأنت تصلي قاعداً، قال: "أجل ولكني لست كأحد منكم". مالك (١) والنسائي (٢) ومسلم (٣) وأبو داود بلفظهما نحو (٤)"۔

"(عائشة رضي الله تعالى عنها) سئلت كيف كان يصنع رسول الله في الركعتين وهو جالس؟ قالت: كان يقرأ فيهما، فإذا أراد أن يركع قام فركع" وفي أخرى: "كان يصلي جالساً فيقرأ جالساً، فإذا بقي نحو ثلاثين أو أربعين آية، قام فقرأهن قائماً، ثم ركع، ثم سجد، ثم يفعل في الركعة الثانية مثل ذلك، فإذا قضى صلوته، فإن كنت مستيقظة تحدث معي، وإن كنت نائمة اضطجع للسنة" جمع الفوائد: ١/٤٧ (٥)۔

---

(١) "عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلوة أحدكم وهو قاعد مثل نصف صلوته وهو قائم". (موطا الإمام مالك، كتاب صلوة الجماعة، فضل صلوة القائم على القاعد، ص: ١١٩، مير محمد كتب خانه)

(٢) (سنن النسائي، كتاب قيام الليل وتطوع النهار، فضل صلوة القائم على صلوة القاعد: ١/٢٥٠، قديمي)

(٣) (الصحيح لمسلم، كتاب المسافرين وقصرها: ١/٢٥٣، قديمي)

(٤) (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في صلوة القاعد: ١/١٤٣، إمدادية ملتان)

(٥) (جمع الفوائد، كتاب الصلوة، كيفية الصلوة وأركانها: ١/١٣٤، رقم الحديث: ١٣٥٤، إدارة القرآن كراچي)

ہاں یہ اگر کوئی شخص محض اتباع کی نیت سے بیٹھ کر ہی پڑھے اور وہ چند ثواب سے قطع نظر کرے تو کیا بعید ہے کہ اتباع کا ثواب بھی زیادہ ہو جائے؛ لأن "الأعمال بالنيات" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصر کے وقت سنت ونفل

سوال [۳۳۲۴]: عصر کی سنتیں پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنتیں بھی نوافل ہی ہیں کیونکہ غیر مؤکدہ ہیں، جس قدر دل چاہے پڑھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت

سوال [۳۳۲۵]: سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت کی اور قیام جماعت عصر کی بنا پر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ چار جو اپنے ذمہ واجب کر لی تھیں ان کا کس وقت تمام ضروری ہے یا مسنون ہے، یا وہ پڑھنے سے ساقط ہو گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض چار کی نیت کر کے شروع کرنے سے چار واجب نہیں ہوئیں، دو ہی واجب ہوئیں، جب دو پر

---

(۱) (صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب کیف کان بدء الوحي: ۲/۱، قدیمي)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "رحم الله امرأ صلی قبل العصر أربعاً"

"وعن علي رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یصلي قبل العصر رکعتین". (سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر: ۱/۱۸۷، إمدادیه)

"(قوله: ویستحب أربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنة راتبة؛ لأنه لم یذکر في حدیث عائشة السابق بنحو. قال في الإمداد: وخیر محمد بن الحسن والقدوري المصلي بین أن یصلي أربعاً أو رکعتین قبل العصر لاختلاف الآثار". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

تحیۃ الوضوء میں مختلف نفل نمازوں کی نیت

سوال [۳۳۴۷]: تحیۃ الوضوء کی استغفار، حاجت وغیرہ کا تعدد نیات جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "قال الحنفية: إما أن يكون الجمع بين العبادتين في الوسائل أو في المقاصد. فإن كان في الوسائل فإن الكل صحيح، كما لو اغتسل الجنب يوم الجمعة للجمعة ولرفع الجنابة، ارتفعت جنابته، وحصل له ثواب غسل الجمعة، ومثله لو نوى الغسل للجمعة والعيد فإنهما يحصلان. وإن كان في المقاصد، فإما أن ينوي فرضين أو نفلين أو فرضاً ونفلاً ... وأما إذا نوى نافلتين، كما إذا نوى بركعتي الفجر التحية والسنة، أجزأت عنهما". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۱۸۵، ۱۸۶، مقدمة ضرورية عن الفقه، المطلب الثاني عشر: النية والباعث في العبادات، رشيديه)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

دن میں دو دو نفل کی نیت باندھے یا چار کی؟

سوال [۳۲۴۸]: اگر کوئی شخص دن میں نوافل پڑھے تو کتنی کتنی رکعت کی نیت باندھنی چاہئے، دو دو کی یا چار چار کی اور مغرب کے وقت یا مغرب کے بعد نوافل پڑھی جائیں تو کتنی کتنی نیت باندھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دن اور رات میں ہر طرح اختیار ہے کہ دو دو کی نیت باندھے یا چار چار کی (۱)، امام صاحب کے نزدیک چار چار کی افضل ہے، صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو دو کی افضل ہے، بعض فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دن میں چار سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے، رات میں آٹھ تک کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة رضي الله عنها: كيف كانت صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في رمضان؟ فقالت: ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة، يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن، ثم يصلي ثلاثاً. فقالت عائشة رضي الله تعالى عنها: فقلت: يا رسول الله! أتنام قبل أن توتر؟ فقال: "يا عائشة! إن عيني تنامان ولا ينام قلبي" (الصحيح للإمام مسلم، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

"عن عبد الله بن عمر قال: إن رجلاً قال: يا رسول الله! كيف صلاة الليل؟ قال: مثنى مثنى، فإذا خفت الصبح فأوتر بواحدة" (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلوة الليل وكيف كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي بالليل: ۱/۱۵۳، قديمي)

(۲) "(وتكره الزيادة على أربع في نفل النهار، وعلى ثمان ليلاً بتسليمة): لأنه لم يرد، (والأفضل فيهما –

چار رکعت نفل کی نیت کر کے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے کیا دو رکعت کی قضاء لازم ہے؟

سوال[۳۳۲۹]: اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو گیا تو دو رکعت کی قضاء لازم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت نفل کی نیت کرنے سے چاروں لازم نہیں ہوئیں، صرف دو لازم ہوئیں، جنہیں ادا کر کے سلام پھیرنے سے دوسری دو کی قضاء لازم نہیں، بغیر لازم سمجھے اگر پڑھے گا تو اجر ملے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دو دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے

سوال[۳۳۳۰]: (الف) اگر کسی شخص نے بہت رکعت نماز دو دو رکعت کر کے پڑھنا شروع کیں مگر توڑ دی تو اگر ایک دفعہ چار چار یا آٹھ کی نیت سے قضاء کر لیوے تو درست ہے یا نہیں؟

(ب) اسی طرح اگر چار نفل یا آٹھ نفل فوت ہو گئے دو دو کر کے پڑھے مگر بعد میں فوت ظاہر ہوا، یا چار رکعت نماز کی نذر کی مگر ادا دو دو کی تو صحیح ہے یا نہیں؟

= الرباع بتسليمة) وقالا: في الليل المثنى أفضل، قيل: وبه يفتى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۵، ۱۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۳، رشیدیہ)

(۱) "ثم اعتبروا كون كل شفع على حدة في حق القراءة احتياطاً، وكذا في عدم لزوم الشفع الثاني حتى القيام إليه، لتردده بين اللزوم وعدمه، فلا يلزم بالشك، ولذا يقطع على رأس الشفع إذا أقيمت الصلوة أو خرج الخطيب". (رد المحتار، مطلب قولهم: كل شفع من النفل صلاة ليس مطرداً: ۲/۱۷، سعید)

"قوله: (وقضى ركعتين لو نوى أربعاً وأفسده بعد القعود الأول أو قبله) يعني فيلزمه الشفع الثاني إن أفسده بعد القعود الأول والشروع في الثاني، والشفع الأول فقط إن أفسده قبل القعود، بناءً على أنه لا يلزمه بتحريمة النفل أكثر من ركعتين وإن نوى أكثر منهما، وهو ظاهر الرواية عن أصحابنا، إلا بعارض الاقتداء". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۲، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

قضا پڑھے(۱) وقت میں نیت ادا کرے، بعد وقت کے نیت قضا کا قصد کرے۔

(ر) ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۲/۹/۶۴ھ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شفعہ کسے کہتے ہیں؟

سوال[۳۳۳۱]: ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے تو جواب طلب امر یہ ہے کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کو(۲) شفعہ۔

بلا عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنا

سوال[۳۳۳۲]: نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دو رکعت نفل بلا عذر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، کیا بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں؟ اور بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ماہ رمضان میں بعد وتر نماز پڑھتے ہیں اور بعض بغیر پڑھے چلے جاتے ہیں، اس معاملے میں تفصیلی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

---

(۱) "إذا فاتت التراويح، لا تقضى بجماعة، وهل تقضى بلا جماعة؟ فقيل: نعم، مالم يدخل وقت تراويح أخرى، وقيل: مالم يمض رمضان، وقيل: لا تقضى، وهو الصحيح، الخ". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، الفروع: لو ترك، الخ، ص: ۴۰۹، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۴، ۴۵، سعيد)

(۲) في المنجد: "الشفعة من الضحى: چاشت کی دو رکعتیں"۔ (المنجد عربی اردو، "شفع" ص: ۵۳۳، دار الإشاعت كراچی)

وفي القاموس الوحيد: "الشفعة: چاشت کی دو رکعتیں"۔ (القاموس الوحيد، مادة "شفع" ص: ۸۷۳، ادارہ اسلامیات)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے(۱) لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے(۲)۔ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے، جو پڑھے گا ثواب پائے گا، جو نہیں پڑھے گا تو گناہ نہیں، نہ اس پر اعتراض کیا جائے، ترغیب دینا درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال [۳۳۳۲]: نوافل بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ اور وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اس میں

---

(۱) "المتنفل (یجوز أن یصلي قاعداً) مطلقاً من غیر کراهة کما في مجمع الأنهر". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، فصل في بیان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۲، قدیمي)

(۲) "عن عمران بن حصین رضي الله تعالیٰ عنه أنه سأل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن الرجل یصلي قاعداً؟ فقال: "من صلی قائماً فهو أفضل، ومن صلی قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلی نائماً فله نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجه، باب صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم، ص: ۸۶، میر محمد کتب خانه)

(۳) "عن أبي سلمة سألت عائشة رضي الله تعالیٰ عنها عن صلاة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقالت: کان یصلي ثلاث رکعات، ثم یصلي ثمان رکعات، ثم یوتر، ثم یصلي رکعتین وهو جالس، فإذا أراد أن یرکع قام فرکع، ثم یصلي رکعتین بین النداء والإقامة من صلاة الصبح". (الصحیح لمسلم، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۵۴، قدیمي)

اس پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "والصواب أن هاتین الرکعتین فعلهما رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد الوتر جالساً لبیان جواز الصلاة بعد الوتر وبیان جواز النفل جالساً، ولم یواظب علی ذلك، بل فعله مرة أو مرتین أو مرات قلیلة". (المنهاج للنووي علی الصحیح للإمام مسلم: ۱/۲۵۴، قدیمي)

"أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یصلي بعد الوتر قاعداً... ولکن له: أي للمتنفل جالساً نصف أجر القائم".

"یستثنی منه صاحب الشرع صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کما ورد عنه فإن أجر صلاته قاعداً کأجر صلاته قائماً، فهو من خصوصیاته". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، فصل في بیان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قدیمي)

کتنا ثواب ہے؟ رکن الدین میں مستحب لکھا ہے۔ یہ کتاب کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب نصف ملتا ہے بہ نسبت کھڑے ہوکر پڑھنے کے، اس قاعدہ کلیہ سے وتر کے بعد کی نفلیں مستثنیٰ نہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں (۱)۔ رکن الدین میں کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو کہ فقہ حنفی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں، اس کتاب کی اصلاح بھی شائع ہوئی تھی اس کا نام ہے ''اصلاح رکن الدین''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۸۵ھ۔

بعد الوتر نفل کا حکم

سوال [۳۲۲۴]: نمازِ عشاء میں جو سب سے بعد کی نفل نماز ہے اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے یا بیٹھ کر؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہوکر نفل پڑھنے میں جس قدر ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس سے نصف ملتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قانون امت کے لئے بیان فرمایا ہے (۲)، نوافل مسنونہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''نوافل بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا'')

(۲) "عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الرجل یصلی قاعداً قال: "من صلی قائماً فھو أفضل، ومن صلی قاعداً فلہ نصف أجر القائم، ومن صلی نائماً فلہ نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجۃ، باب صلاۃ القاعد علی النصف من صلاۃ القائم، ص: ۸۷، میر محمد کتب خانہ)

"وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثت أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "صلوۃ الرجل قاعداً نصف الصلاۃ". قال: فأتیتہ فوجدتہ یصلی جالساً، فوضعت یدی علی رأسہ فقال: "مالک یا عبد اللہ بن عمرو؟" قلت: حُدِّثتُ یا رسول اللہ أنک قلت: "صلوۃ الرجل قاعداً علی نصف الصلاۃ وأنت تصلی قاعداً؟ قال: "أجل! ولکنی لست کأحد منکم". (الصحیح لمسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا: ۱/۲۵۳، قدیمی)

وتر کے بعد نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال [۳۳۳۱]: وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا موجب زیادتی اجر ہے یا کھڑے ہوکر؟ چونکہ اس مسئلہ میں صرف عوام ہی مختلف نہیں بلکہ علمائے کرام کا بھی اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس حکم کو مدلل اور بحوالہ کتب احادیث شریف یا فتاویٰ سے وضاحت فرمائیں اور اگر خیر القرون وائمہ مجتہدین سے کسی کا قول وعمل بھی ثابت ہو تو تحریر فرماکر مشکور فرمایا جائے، موجب اجر عظیم ہوگا۔

الجواب وبيده أزمة الحق والصواب:

"عن ابن عمرو رضي الله تعالى عنهما حدثت أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف صلوة القائم" فأتيته، فوجدته يصلي جالساً، قال: فقلت: يا رسول الله! حدثت أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على النصف من صلوة القائم"، وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! ولكني لست كأحد منكم" اهـ". صحيح مسلم: ۱/۲۵۳(۱)۔

"أنه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر قاعداً ...... ولكن له أي للمتنفل جالساً نصف أجر القائم" اهـ. مراقي الفلاح(۲)۔ "يحصل به متابعة صاحب الشرع صلى الله تعالى عليه وسلم، كما ورد عنه، فإن أجر صلوته قاعداً كأجر صلوته قائماً، فهو من خصوصياته" اهـ. طحطاوي، ص: ۲۲۰(۳)۔

= مني، فإن أصبحت أصبحت على وتر"

"قال محمد: وبقول أبي هريرة رضي الله تعالى عنه نأخذ، لا نرى أن يشفع إلى الوتر بعد الفراغ من صلوة الوتر، ولكنه يصلي بعد وتره ما أحب ولا ينقض وتره وهو قول أبي حنيفة". (المؤطا للإمام محمد، باب الوتر، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، نور محمد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: مجموعۃ الفتاویٰ اردو، کتاب الصلوۃ، ص: ۲۳۲، سعید، و احسن الفتاویٰ: ۳/۴۰۵، سعید)

(۱) (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافرين وقصرها: ۱/۲۵۳، قديمي)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل في القراءة: ۱/۴۶۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في صلاة النفل جالساً، ص: ۲۰۳، قديمي)

(۳) (مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، المصدر السابق)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يوتر بتسع ركعات، ثم صار يوتر بسبع ركعات، وركع ركعتين وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما القرآن، فإذا أراد أن يركع قام فركع ثم سجد". هذا الكلام إلى تعلق بالركعتين، فإذا كان يقرأ في الركعتين سورة طولا تقرأ قاعدا ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع ويسجد وهو قائم، وأما إذا قرأ فيها السور القصار يقرأ وهو قاعد ويركع ويسجد وهو قاعد. هذا قول أبي داود كما في بعض النسخ. وأصحابنا لا يرون الركعتين بعد الوتر اهـ". بذل المجهود: ٢/٢٩٤، ٢٩٥(١)۔

"وهذان الحديثان أخذ بظاهرهما الأوزاعي وأحمد فيما حكاه القاضي عنهما، فأباحا ركعتين بعد الوتر جالسا، وقال أحمد: لا أفعله ولا أمنع من فعله. قال: وأنكره مالك. قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الوتر جالسا لبيان جواز الصلاة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالسا، ولم يواظب على ذلك بل فعله مرة أو مرتين أو مرات قليلة اهـ". النووي شرح مسلم: ١/٢٥٤(٢)۔

"والصواب أن يقال: إن هاتين الركعتين تجري مجرى السنة وتكميل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة ولا سيما إن قيل بوجوبه، فتجري الركعتان بعده مجرى سنة المغرب من المغرب، فإنها وتر النهار، والركعتان بعدها تكميل لها، فكذلك الركعتان بعد وتر الليل اهـ". زاد المعاد: ١/٨٦(٣)۔ "وأكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم على تركهما اهـ. والمحققون من أكابرنا على أن إتيانهما قياما أفضل اهـ". إعلاء السنن: ٦/٨٢(٤)۔

---

(١) (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في صلاة الليل: ٢/٢٩٤، ٢٩٥، إمداديه ملتان)

(٢) (شرح الكامل للنووي على الصحيح للإمام مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ: ١/٢٥٤، قديمي)

(٣) (زاد المعاد، فصل في سياق صلاته صلى الله تعالى عليه وسلم بالليل ووتره وذكر صلاة أول الليل: ص ٣٠١، دار الفكر بيروت)

(٤) (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ٦/٨٢، إدارة القرآن كراچي)

عبارات منقولہ میں نوافل بعد الوتر کے متعلق تمام پہلو اور دلائل آ گئے، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر ان کو پڑھنا مستحب فرمایا ہے، کذا فی مالابد منہ (۱)۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے، کذا فی فیض الباری (۲)۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا موجب زیادۃ اجر ہے (۳)۔ دونوں طرف علماء و محققین ہیں، ائمہ مجتہدین: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے کوئی تصریح منقول نہیں دیکھی۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی سعی بے سود ہے، یہ کوئی اہم اختلاف نہیں۔ ضوابط کلیہ اور احادیث کے مطابق قول ثانی ہے یعنی کھڑے ہو کر پڑھنا موجب زیادۃ اجر ہے اور خصوص اتباع و نقل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر پڑھنے میں ہے، گو اس میں بھی دو قسم کی روایتیں ہیں، "اکثر الصحابہ و من بعدھم من اھل العلم" کا مسلک "اعلاء السنن" کی عبارت میں منقول ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۱/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ذیقعدہ/۶۷ھ۔

---

(۱) "و بعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است، در رکعت اولیٰ ﴿اذا زلزلت الارض﴾ و در رکعت ثانیہ ﴿قل یا ایہا الکافرون﴾ خواند" (مالابد منہ، کتاب الصلاۃ، فصل در نوافل، ص: ۵۳، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) "و رکعتین جالساً ... ان الجلوس فیہما اتفاقی او قصدی، فاختار النووی رحمہ اللہ تعالیٰ الاول، وعندی المختار ہو الثانی، لانہما لم تثبت عنہ قائماً قط، فحمل فعلہ فی جمیع عمرہ علی الاتفاق مما یصادم البداہۃ" (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب المداومۃ علی رکعتی الفجر: ۴۲۶/۲، خضر راہ بک ڈپو دیوبند)

(۳) "اگر وتر کے بعد نفل کھڑے ہو کر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا، اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفل بعد وتر بیٹھ کر پڑھے ہیں، مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ملتا تھا" (فتاوی رشیدیہ، ص: ۳۰۰، قرآن محل جامع بازار ڈھاکہ)

(۴) (راجع ص: ۲۲۶، رقم الحاشیۃ: ۳)

وتر کے بعد کی نفلیں بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۳۲۸]: بعد وتر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے اور اولیٰ کیا ہے؟ بعد وتر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع کس طرح کرنا چاہئے؟ یا سر اور سرین کو برابر کرنا ضروری ہے یا نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پڑھنے میں ضروری اور لازم ہے؟ بینوا بالدلائل والنصوص توجروا عند اللہ تعالیٰ۔

العبد محمد عثمان عفا اللہ عنہ چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز دونوں طرح ہے کھڑے ہوکر بھی بیٹھ کر بھی، لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ثواب ملتا ہے، لہٰذا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے:

"ويتنفل قاعداً مع القدرة على القيام ابتداءً وبناءً، أما الابتداء فلقوله عليه السلام: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم" والمراد به النفل في غير حالة العذر اهـ". زيلعي (۱)۔

اور وتر کے بعد کی نفلیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طریق ثابت ہیں: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: كان يصلي ثلاث ركعات، ثم يصلي ثمان ركعات، ثم يوتر، ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلوة الصبح" مسلم شریف (۲)۔

= ثم يركع قام فركع، ثم سجد. هذا الكلام إن تعلق بالركعتين فإذا كان يقرأ في الركعتين شيئاً طويلاً يقرأ قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع ويسجد وهو قائم. وأما إذا قرأ فيها السور القصار يقرأ هو قاعداً ويركع ويسجد وهو قاعد". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في صلاة الليل: ۲/۲۹۲، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

بحاشیہ مظہر ... شامی ۲:۳ ( )۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا

سوال [۳۲۲۱]: میں وتر کے بعد کی دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں، میرا دوست کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نیت باندھتے تھے، پھر ان پر بڑھاپے کی وجہ سے بیٹھ جاتے تھے، بعد میں کھڑے ہو کر قراءت کرکے رکوع میں جاتے تھے۔ کیا صحیح طریقہ یہ ہے؟ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مستند حوالہ جات کے ساتھ رہبری فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے دوست نے جو کچھ بتایا ہے وہ فیض الباری میں موجود ہے (۲)، جو شخص شروع رات میں بھی وتر کے بعد دو نفل پڑھے اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود: ۱/۴۹۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۱۵، رشيدية)

(۲) "قال في فيض الباري: "وأما صلاته صلى الله تعالى عليه وسلم فتطلق على أنحاء كلها: قد صلى قائماً وركع وسجد وهو قائم، وقد صلى قاعداً وركع وسجد كذلك، وقد صلى قاعداً، فإذا بلغ قبيل الركوع قام وركع وسجد وهو قائم، وهذا يشعر بأن الأحب عند الشارع أن يكون الركوع والسجود عقيب القيام".

(أبواب تقصير الصلاة، باب إذا صلى قاعداً ثم صح: ۲/۴۰۳، خضر راه بكڈپو ديوبند)

(وصحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة، باب إذا صلى قاعداً ثم صح: ۱/۱۵۰، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ: ۱/۲۵۳، قديمي)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن صلاة الرجل وهو قاعد، فقال: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن

ایضاً

سوال [۳۳۴۰]: ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ وتر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ کھڑے ہوکر نیت باندھتے تھے اور جب آپ تھک جاتے تھے تو نماز میں بیٹھ جاتے تھے، اس لئے ہم کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہوکر پڑھنے میں دوہرا اجر ہے، یہ بات حدیث پاک میں صاف صاف مذکور ہے، وتر کے بعد کی نفلیں اس سے مستثنیٰ نہیں (۱)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عادۃً آخر شب میں طویل تہجد کے بعد پڑھا کرتے تھے جب کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ فیض الباری شرح بخاری شریف میں ہے کہ وتر کے بعد کی نفلیں بھی کھڑے ہوکر شروع فرماتے اور کچھ قراءت کرکے بیٹھ کر بقیہ قراءت کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہوکر کچھ قراءت کرکے رکوع فرماتے تھے، اس لئے آپ کے دوست صاحب کا کہنا صحیح ہے (۲)، درمختار وغیرہ میں بھی مطلقاً نوافل کو کھڑے ہوکر پڑھنا افضل لکھا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۸۹ھ۔

= صلاتہ نائماً فلہ نصف أجر القاعد". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء أن صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم: ۱/۸۵، سعید)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز النفل قاعداً بلا عذر: ۷/۲۰۶، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (وتقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۲) (وتقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۳) "ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً، لا مضطجعاً إلا بعذر ابتداءً وبناءً، وفيه أجر غير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على النصف إلا بعذر". (الدر المختار)

"(أجر غير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم) أما النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فمن خصائصه أن صلاته قاعداً مع قدرته على القيام كصلاته قائماً [illegible] ويؤيده حديث البخاري: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائماً فله نصف أجر القاعد". قال في عمدة [illegible] يستثنى منه العاجز، ولأن الصلاة نائماً لا تصح عندنا بلا عذر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۶، [illegible])

الفصل الرابع في التهجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

نوافل میں سب سے افضل نماز

سوال[۳۲۲۴]: وہ نماز کون سی ہے جو سب سے افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل میں تہجد افضل ہے(۱)۔ فقط۔

تہجد کی رکعات

سوال[۳۲۲۵]: رکعات تہجد کی مختلف روایتیں ہیں، صحیح روایت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام طور پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ آٹھ رکعات تہجد کی تھی، مگر یہ تہجد یہ فرض نماز کی طرح نہیں کہ کمی بیشی جائز نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلوة بعد الفريضة صلوة الليل". (سنن الترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في فضل صلوة الليل: ۱/۹۹، سعيد)

(وكذا في مشكوة المصابيح، باب التحريض على قيام الليل، الفصل الثالث: ۱/۱۱۰، قديمي)

(وكذا في صحيح البخاري، باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم الليل حتى ترم قدماه: ۱/۱۵۲، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۵۸۶، مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ۷۹۶۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي من الليل ثلث عشر ركعةً، منها الوتر وركعتا الفجر". . . .

وتر کے بعد دورکعت تہجد کی نیت سے پڑھنا

سوال [۳۳۴۴]: کوئی شخص تہجد آخر شب میں پڑھنے کا عادی ہے لیکن عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی وہ تہجد کی نیت سے پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہجد اصل وہ ہے کہ سو کر اٹھ کر نصف شب گزرنے کے بعد پڑھے، وتر کے بعد دو نفل ہیں تہجد نہیں (۱) مگر ان دونفلوں میں تہجد کی نیت کرنے سے بھی نماز خراب نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "وعن مسروق قال: سألت عائشة رضي الله تعالى عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالليل فقالت: سبع وتسع وإحدى عشرة سوى ركعتي الفجر". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلاة الليل وكيف كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي بالليل؟: ۱/۱۵۳، قديمي)

"وصلاة الليل وأقلها على ما في الجوهرة ثمان". (الدر المختار). "(قوله: وأقلها على ما في الجوهرة ثمان) كذا بقوله على ما في الجوهرة، لأنه في الحاوي القدسي قال: يصلي ما سهل عليه ولو ركعتين، والسنة فيه ثمان ركعات بأربع تسليمات". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۵، سعيد)

"أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما أخبره أنه بات عند ميمونة زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهي خالته ثم قام يصلي، فقمت مثله، وقمت إلى جنبه، فوضع يده اليمنى على رأسي وأخذ بأذني يفتلها، ثم صلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم خرج فصلى الصبح". (صحيح البخاري، أبواب الوتر والنوافل، باب ما جاء في الوتر: ۱/۱۳۵، قديمي)

(۱) "وروى الطبراني مرفوعاً: "لا بد من صلاة بليل ولو حلب شاة، وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل". وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم. في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". (رد المحتار، مطلب في صلاة الليل: ۲/۲۴، سعيد)

(۲) (سابقہ تخریجہ تحت عنوان: "عشاء کے بعد دورکعت بہ نیت تہجد")

عشاء کے بعد دورکعت بہ نیت تہجد

سوال [۳۳۳۴]: اگر عشاء کے وقت وتر کے بعد دورکعت نفل کی نیت وقت عشاء کر کے کی جائے تو ٹھیک ہے یا بجائے اس کے تہجد کہنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت عشاء ٹھیک ہے کچھ ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قضائے تہجد

سوال [۳۳۳۵]: عشاء کے وقت دورکعت نفل بجائے تہجد پڑھی اور صبح تہجد کی قضا بھی پڑھ لی، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وہ تہجد نہیں، جو شخص تہجد نہیں پڑھ سکا وہ زوال سے پہلے بارہ رکعت پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کا ثواب ہوگا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من نام عن حزبه أو عن شيء منه، فقرأه ما بين صلوة الفجر وصلوة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل". ابوداود شریف (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(وكفى مطلق نية الصلاة) وإن لم يقل لله (لنفل وسنة) راتبة" (الدر المختار). "(قوله: كفى إلخ) أي بأن يقصد الصلاة بلا قيد نفل أو سنة أو عدد. (قوله: لنفل) هذا بالاتفاق (قوله: وسنة) ولو سنة الفجر، حتى لو تهجد بركعتين ثم تبين أنها بعد الفجر، تنوب عن السنة". (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۵، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من نام عن حزبه: ۱/۱۸۹، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ما جاء فيمن نام عن حزبه من الليل، ص: ۹۵، قديمي)

(والصحيح للإمام المسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلخ: ۱/۲۵۶، قديمي)

ایضاً

سوال [۳۳۳۶]: کبھی کوئی اشراق وتہجد کی نماز قضاء کرسکتا ہے اور ادا پڑھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بھی توفیق ہو پڑھ لیا کرے، پابندی کرنا اعلیٰ بات ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قضاءِ تہجد اور نفل نماز میں جہر

سوال [۳۳۳۷]: اگر تہجد فوت ہوجائے اور دن میں اس کے بجائے کچھ نفلیں پڑھ لے تو آیا جماعت بھی نفلوں کے لئے کرسکتا ہے یا نہیں اور جہراً بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوال سے پہلے بارہ نفلیں پڑھ لے، ان شاء اللہ تہجد کی مکافات ہوجائے گی(۲)، مثلِ فرض کے جماعت

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنها كانت تقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سددوا وقاربوا وأبشروا، فإنه لن يدخل الجنة أحدٌ عملُه". قالوا: ولا أنت يا رسول الله؟ قال: "ولا أنا، إلا أن يتغمدني الله عزوجل منه برحمة، واعلموا أن أحب العمل إلى الله عزوجل أدومه وإن قل". (مسند أحمد، حديث السيدة عائشة: ۱۸۱/۷، رقم الحديث: ۲۳۴۰۲، دار إحياء التراث العربي)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله عزوجل أدومه: ۱۱/۱، قديمي)

(۲) "عن عبد الرحمن بن عبد القاري قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من نام عن حزبه أو عن شيء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل". (الصحيح للإمام مسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۵۶/۱، قديمي)

درست نہیں (۱)، دن میں نفلیں جہر سے پڑھنا مکروہ ہے، کذا فی الکبیری (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

تہجد کی جماعت

سوال [۳۳۴۸]: ہمارے علاقہ کی بعض مساجد میں تہجد کی جماعت ہوتی ہے اور اس میں بھی ایک قرآن مجید ہوتا ہے، تو تہجد کی نماز باجماعت پڑھنا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض اکابر تہجد میں بھی بغیر اذان واقامت قرآن پاک سناتے اور سنتے رہے ہیں، مگر اس پر اہتمام نہیں چاہئے، تہجد تنہا تنہا ہی افضل ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۹ھ۔

تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا

سوال [۳۳۴۹]: تہجد کی نفلوں میں ایک حافظ صاحب قرآن شریف جہراً راز سے پڑھتے ہیں، ایک

---

(۱) "واعلم أن التنفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

(۲) "ويكره له الجهر في نوافل النهار أيضاً" (الحلبي الكبير، فصل في مسائل شتى، ص: ۴۱۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) قال في التاتارخانية: "ويحكى عن شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالى أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا تكره، وإن اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله أن فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لايكره، وإذا اقتدى أربع بواحد تكره بالاتفاق". (كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات، ص: ۱/۶۶۴، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۳، رشيديه)

مقتدی ہوتا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو بھی اقتداء کرو تو ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مقتدیوں تک تو اجازت ہے، اگر اس سے زائد ہوں تو مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۲۲۵۰]: تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی علی سبیل التداعی مکروہ ہے، کما مر (۲)۔ فقط۔

تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب

سوال[۲۲۵۱]: اگر کوئی شخص رمضان میں تہجد کی نماز میں پورا قرآن شریف ترتیب سے پڑھے تو تہجد کی نماز باجماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب لکھا تھا کہ "تہجد کی نماز رمضان میں باجماعت پڑھی جا سکتی ہے لیکن تداعی نہیں ہونا چاہئے"۔

۱..... تداعی کا مطلب واضح طور پر بیان فرمائیں۔

۲..... اگر نماز میں اس جگہ تہجد کی نماز باجماعت ہو رہی ہو اور اس میں قرآن شریف ترتیب سے پڑھا جا رہا ہو، جماعت میں دس یا پندرہ، یا اس سے زیادہ آدمی روزانہ بغیر کسی دعوت واعلان کے شریک جماعت ہو جاتے ہوں تو کیسا ہے؟

۳..... جب تہجد کی نماز میں قرآن شریف ختم ہو تو اسی ختم شریف میں کچھ علمائے کرام کو دعا کرانے کے لئے بلایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا اعلان کیا جا سکتا ہے یا نہیں کہ آج قرآن شریف ختم ہے سب لوگ دعا

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "تہجد کی جماعت"۔)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "تہجد کی جماعت")

میں شریک ہوجائیں۔ کس طرح اعلان کرنا ختم کے روز کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… ایک امام ہو، اس کے پیچھے ایک یا دو مقتدی ہوں تو بلا تکلف درست ہے، تین مقتدی ہوں تب بھی گنجائش ہے، اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہی تداعی ہے(۱)۔

۲… بلا دعوت واعلان کے بھی یہ صورت تداعی ہے(۲)۔

۳… یہ بلانا اور اعلان کرنا بھی ثابت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلوعِ فجر کے بعد ادائے فرض سے پہلے نفل پڑھنا

سوال[۳۳۵۲]: کیا فجر کا وقت شروع ہوجانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے بھی کوئی نوافل نہیں پڑھی جاسکتیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے۔ فجر کی سنتیں پڑھنا منع نہیں بلکہ ان کی تاکید آئی ہے(۴)۔

(۱) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان: "تہجد کی جماعت")

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "تہجد کی جماعت")

(۳) "فهو رد"… من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رشيدية)

"إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة". (السعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) "عن حفصة رضي الله تعالى عنها قالت: "كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليهما وتخفيفهما: ۱/۲۵۰، قديمي)

رد المحتار(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبِ عیدین میں نوافل

سوال[۳۳۵۳]: عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے؟ عیدین کی شب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدین کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے(۲)، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گزری ہے جس رات آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور دن میں اس کی قضا کی، جب کہ آپ مزدلفہ میں تھے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۲/۶۱ھ۔

[illegible] مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ، پنجاب۔

---

(۱) "(وكذا) الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه (بعد طلوع فجر سوى سنته) لشغل الوقت به تقديراً، حتى لو نوى تطوعاً كان سنة الفجر بلا تعيين" (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(و) ندب (إحياء ليالي العيدين) الفطر والأضحى لحديث: "من أحيا ليلة العيد، أحيا الله قلبه يوم تموت القلوب". ويستحب الإكثار من الاستغفار بالأسحار". (مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

"وعن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من أحيى ليلة الفطر وليلة الأضحى لم يمت قلبه يوم يموت القلوب". رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ومجمع الزوائد". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، استحباب إحياء ليلتي العيدين: ۷/۳۵، إدارة القرآن)

(۳) "الغدو إلى مزدلفة. ثم دفع حتى أتى المزدلفة، فصلى بها المغرب والعشاء بأذان وإقامتين، ولم

شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال[۳۴۵۴]: شب براءت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاسکتی ہے؟ اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم از کم اس بابرکت رات میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہوجائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے(۱)، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترکِ فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی مراقی الفلاح (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۵/۲۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= يستيح بينهما، ثم اضطجع حتى طلع الفجر، فصلى الفجر......... لم يتهجد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في ليلة مزدلفة: أقول: إنما لم يتهجد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في ليلة مزدلفة؛ لأنه كان لا يفعل كثيراً من الأشياء المستحبة في المجامع، لئلا يتخذها الناس سنةً". (حجة الله البالغة، من أبواب الحج، النزول بمزدلفة الخ: ۲/۱۶۸، ۱۶۹، قديمي)

(۱) "قال الحلبي: "أن كلا من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، وصلاة البراءة ليلة النصف من شعبان، وصلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل: ص: ۴۳۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۸۸، دار المعرفة بيروت)

(۲) "(ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي) المتقدم ذكرها (في المساجد) وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء وابن أبي مليكة فقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالك وغيرهم. وقالوا: ذلك كله بدعة". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

الفصل الخامس في صلوة التنفل بالجماعة

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

نفل کی جماعت

سوال[۳۳۵۵]: رمضان المبارک میں بعد التراویح صلوٰۃ التسبیح با لجماعت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ہمارے محلہ کی مسجد میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس جماعت کے قیام سے ہم اختلاف بھی ہو گیا ہے مگر جہلا ما نتے نہیں ضد پر اڑے ہیں اور ہر شب میں ادا کرتے ہیں، آپ دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ جماعت علی سبیل التداعی والاصرار ہے جو کہ مکروہ ہے:

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: أرادوا بالتأكيد الوجوب، إلا في جمعة وعيد فشرط، وفي التراويح سنة كفاية، وفي وتر رمضان مستحبة على قول، وفي وتر غيره وتطوع على سبيل التداعي مكروهة اهـ". درمختار- "(قوله: على سبيل التداعي) يرجع إليهما، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني، ونقله في البحر عن الصدر الشهيد، وظاهر إطلاقه الكراهة أنها التحريمية اهـ". طحطاوي: ص: ۲٤۰(۱)- "وفي الأشباه من البزازية: يكره الاقتداء في صلوة الرغائب وبراءة وقدر اهـ". درمختار. "وبراءة هي ليلة النصف من شعبان اهـ". طحطاوي: ۲۹۷/۱(۲)- فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۲۴۰/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲۹۷/۱، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۶۰۵/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في تتمات من النوافل، ص: ۴۳۴، سهيل اكيڈمي)

نوافل میں ختم قرآن باجماعت

سوال[۳۲۵۶]: چند اشخاص کی خواہش تھی کہ نماز نفل میں ایک قرآن شریف ختم کیا جاوے، حافظ نے بعد نماز مغرب وعشاء دو چار رکعت میں تھوڑا تھوڑا پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا۔ اس دوران میں ایک شخص نے ٹوکا کہ اس طرح درست نہیں، نفل نماز باجماعت درست نہیں۔ اس حالت میں فعل مذکورہ حافظ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کے علاوہ چار شخص یا زیادہ مقتدی تھے تو یہ فعل مکروہ ہے، اگر امام کے علاوہ صرف دو تین آدمی مقتدی تھے تو مکروہ نہیں۔

فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: "قال شمس الأئمة الحلواني: إن اقتدى به ثلاثة، لا يكون تداعياً، فلا يكره اتفاقاً، وإن اقتدى به أربعة، فالأصح الكراهة اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

جماعتِ نفل بہ تکمیل التداعی

سوال[۳۲۵۷]: ۱..... ہمارے یہاں قصبہ اورنگ آباد میں رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد کی نماز ورود کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتی ہے جس میں تین آدمیوں سے زیادہ کافی آدمی ہوتے ہیں۔

۲..... رمضان کے مبارک مہینہ کی طاق راتوں میں تراویح ختم ہونے کے بعد نفل نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور تین آدمیوں سے بہت زیادہ آدمی ہوتے ہیں۔ تہجد کی نماز کا بھی ان طاق راتوں میں اعلان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جماعت میں بہت زیادہ لوگ ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۹، قديمي)

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب صلاة التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۴۸۰، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعيد)

۳... آج اس مسئلہ کو جو کہ بہشتی گوہر میں دیکھا گیا ہے تو جماعت کے احکام میں لکھا ہے کہ ۲ یا ۳ آدمی مل کر نفل جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور دوام نہ کریں، اگر دوام کریں تو مکروہ ہے۔

۴... کیا رمضان کے مبارک مہینہ میں ۳/ سے زیادہ آدمیوں کو نفل نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے؟

۵... دوام کے کیا معنی ہیں؟ تشریح کے ساتھ سمجھائیں، تاکہ دوام کے معنی معلوم ہوجائیں۔

۶... قصبہ اورنگ آباد کے ایک امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں نوافل کا درجہ فرض جیسا ہوجاتا ہے اس لئے کافی آدمی مل کر تہجد کی جماعت و نفل کی جماعت کرسکتے ہیں۔

۷... ان تمام مسئلوں کو اطمینان بخش امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق حل کر دیجئے تاکہ عوام کو تفصیلی معلومات ہوجائے اور فتویٰ پر عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ایسا کرنا مکروہ ہے(۱)۔

۲... یہ بھی مکروہ ہے(۲)۔

۳... کتب فقہ درمختار وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے(۳)۔

---

(۱) "(قوله: على سبيل التداعي) يرجع إليها والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة في التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۳۰۲، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۳) "(ولا يصلي الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) أي يكره ذلك على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد كما في الدرر". (الدر المختار). "(قوله: أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد، فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف، بحر عن الكافي". (رد المحتار، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي وفي صلاة الرغائب: ۲/۴۸، ۴۹، سعيد)

رمضان میں نوافل کی جماعت

سوال[۳۲۵۸]: تہجد کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ شامی جلد نمبرا مصری کے اندر بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ مکروہ و بدعت ہے اور بعض عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف رمضان المبارک کی اجازت ہے، مثلاً: "قال الرملي في رسالة: إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان" (۱)۔ اور تہجد کی نوافل میں شرکت ہے، جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز میں شریک ہوئے ہیں، یعنی کان پکڑ کر دائیں طرف لانے والی روایات (۲) تو ان سب عبارتوں سے دو مذہب کا پتہ چلتا ہے کہ بعض فقہاء سے جماعت کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر جماعت کرے تو اس اقدام کو جائز کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲۔ اوابین کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اگر تنہا اوابین پڑھے اور شب قدر ہو گئے، پھر دو رکعت نفل بعد میں حافظ الحدیث ہی نے زیادہ قرآن پڑھا ہے تو کوئی مفسد ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وفيه عن أبي بكر ويدل ما أخرجه الطحاوي عن المسور بن مخرمة قال: دفنا أبا بكر رضي الله عنه ليلاً، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: إني لم أوتر، فقام وصففنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم إلا في آخرهن".

ثم قال: ويمكن أن يقال: الظاهر أن الجماعة غير مستحبة، ثم إن كان ذلك أحياناً كما فعل عمر رضي الله عنه كان مباحاً غير مكروه، وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة؛ لأنه خلاف المتوارث، اهـ. قلت: ويؤيده أيضاً ما في البدائع من قوله: إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان" (رد المحتار، مطلب في كراهة الاقتداء في النفل على سبيل التداعي الخ: ۲/۴۹، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ذات ليلة، فقمت عن يساره، فأخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم برأسي من ورائي، فجعلني عن يمينه، فصلى ورقد، فجاءه المؤذن، فقام يصلي ولم يتوضأ" (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب إذا قام الرجل عن يسار الإمام: ۱/۱۰۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔حنفیہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے رمضان ہو یا غیر رمضان، حکم عام ہے۔ ایک دو مقتدی ہوں تو تداعی نہیں، تین میں اختلاف ہے، چار ہوں تو تداعی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی مقتدی تھے، بدائع کی جو عبارت شامی سے آپ نے نقل کی ہے، اس کے بعد علامہ شامی نے لکھا ہے: "نعم! إن كان مع المواظبة، كان بدعة، فيكره، اهـ" (۱)۔

نیز نوافل اور وتر دونوں کو بجماعت ادا کرنے کا مسئلہ ایک ہی ساتھ بیان کیا ہے: "أي يكره ذلك على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد، اهـ". درمختار (۲)۔ "أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنين بواحد، فلا يكره، و ثلاثة بواحد فيه خلاف"، كبيري (۳)۔

بعض اکابر اپنی تحقیق کی بنا پر رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ نوافل میں بھی تمام رات قرآن کریم پڑھتے اور سناتے تھے، مگر یہ اصل مذہب امام ابو حنیفہ کا نہیں ہے، ان کے تبحر وتدین کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا اور نہ ان کے اتباع میں اصل مذہب سے عدول کیا جاتا ہے۔

۲۔۔۔اس کا جواب بھی نمبر ا سے واضح ہے یعنی علی سبیل التداعی نہیں چاہئے، یہ مکروہ ہے۔ تداعی کی تفصیل بھی آ گئی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (راجع، ص: ۲۳۶، رقم الحاشية: ۱)

(۲) (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) بعینہ مذکورہ عبارت شامی ۲/۴۹ کی ہے، البتہ حلبی کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: "لو اقتدى واحد بواحد أو اثنين لا يكره، و في الثلاثة اختلاف المشايخ" (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ......التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات، ص: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچي)

(۴) (راجع الحاشية رقم: ۲)

نوافل میں تداعی

سوال[۳۳۵۹]: اگر نفلوں کی جماعت میں شروع میں تین آدمی اور ایک امام ہو اور پھر زیادہ آدمی آکر شریک ہوجائیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آدمی مقتدی ہوں، ایک امام ہو تو نفلوں کی جماعت درست ہے، جو لوگ بعد میں آکر شریک ہوئے وہ مکروہ کے مرتکب ہوئے۔

"إن اقتدى به ثلاثة، لا يكون تداعياً فلا يكره اتفاقاً. وإن اقتدى به أربعة، فالأصح الكراهة". طحطاوي (۱)۔ "لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان، ثم جاءت جماعة اقتدوا به، قال الرحمتي: ينبغي أن تكون الكراهة على المتأخرين". ص: ۷۱۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۶۰]: شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ غالباً نوافل جماعت سے پڑھتے تھے، چنانچہ مکتوبات جلد سوم پر مکتوبات نمبر ۸۷ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں (۳): "(تراویح کے بعد) ایک بجے

= "(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، و دون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۲، قديمي)

(۲) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة في التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

(۳) (لم أظفر عليه)

پھر نفلوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہو کر سحری میں مشغول ہو جاتے ہیں، حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ شب میں نوافل باجماعت ادا فرماتے تھے، اور لوگ مرشد کے پیچھے تبرکاً نماز پڑھتے تھے، تو کیا حصول یمن وبرکت کے لئے ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی اصل حقیقت معلوم نہیں، لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر حدیث وفقہ پر پوری تھی اور وہ حتی الوسع سنت پر عمل فرماتے تھے، ممکن ہے کہ وہ تنہا نوافل کی نیت کر کے قرأت بالجہر کرتے ہوں، یہ دو تین کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہوں جس کی فقہاء کے کلام میں اجازت بھی ہے، اس صورت میں تداعی نہیں اور یہ صورت مکروہ بھی نہیں۔

"ولم يصرح بنفي الكراهة على الإمام فيحفظ اهـ". درمختار "لأن الكراهة إنما يتحقق فيه بسببه، أما إذا نوى النفل منفرداً فاقتدى به لا تلزمه الكراهة بفعل غيره، اهـ". طحطاوی، ۱/۲۹۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب النوافل: ۱/۲۸۲، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعيد)

"(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليهما، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد. كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، رشيدية)

الفصل السادس في صلوة التسبيح

(صلوۃ تسبیح کا بیان)

صلوۃ التسبیح کا طریقہ

سوال [۳۲۲۱]: صلوۃ التسبیح میں ہر رکعت میں قرأت سے فراغت پر تیسرا کلمہ پندرہ مرتبہ اور دوسری جگہ پر دس دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اگر کسی رکعت میں ۲۵/ مرتبہ پڑھ لیا جائے تو پھر سجدہ ثانیہ کے بعد تجبر القیام کی ضرورت نہیں۔ ایک بات تو یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ ۲۵/ مرتبہ کس طریقہ سے پڑھی جائے، قرأت سے فراغت پر یا ثناء کے بعد؟ اس کی صورت بیان فرمادی جاوے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ۲۵/ مرتبہ پڑھنا ہر رکعت میں ہوگا یا صرف پہلی رکعت میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء کے بعد ۱۵/ دفعہ، پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ۱۰/ دفعہ، یہ ۲۵/ مرتبہ ہو گیا۔ پھر دوسری، تیسری، چوتھی رکعت میں قرأت الحمد سے پہلے ۱۵/ مرتبہ، قرأت سورت کے بعد ۱۰/ مرتبہ، یہ طریقہ بھی ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) "أخبرنا أبو وهب قال: سألت عبد الله بن المبارك عن الصلاة التي يسبح فيها، قال: يكبر ثم يقول: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك" ثم يقول خمس عشرة مرة: "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر" ثم يتعوذ ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم، وفاتحة الكتاب وسورة، ثم يقول عشر مرات: "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر"

. . . ثم يسجد الثانية فيقولها عشراً، يصلي أربع ركعات على هذا، فذلك خمس وسبعون.

ایضاً

سوال [۳۳۶۲]: صلوٰۃ تسبیح کا مفصل طریقہ کیا ہے، تسبیحات کے اعداد اور محل مع طریقہ اور تسبیحات کس کس مقام پر کتنی کتنی پڑھنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت کی نیت باندھ کر اول "سبحانک اللّٰھم" پڑھے پھر پندرہ دفعہ "سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" پھر "الحمد" اور سورت پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح، پھر رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پھر قومہ میں "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہہ کر "ربنا لک الحمد" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر سجدہ میں "سبحان ربی الاعلیٰ" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر جلسہ میں دس مرتبہ تسبیح، پھر سجدہ ثانیہ میں دس مرتبہ تسبیح یہ ایک رکعت میں پچھتر دفعہ تسبیح ہوگئی، پھر دوسری رکعت میں "الحمد" سے پہلے پندرہ دفعہ اور اسی ترتیب کے ساتھ چاروں رکعات پڑھی جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= تسبیحۃ یبتدأ فی کل رکعۃ بخمس عشرۃ تسبیحۃ ثم یقرأ، ثم یسبح عشراً فإن صلی لیلاً فأحب إلیّ أن یسلم فی کل رکعتین. وإن صلی نهاراً فإن شاء سلم، وإن شاء لم یسلم". (سنن الترمذی، أبواب صلاۃ الوتر، باب ما جاء فی صلاۃ التسبیح: ۱/۱۰۹، سعید)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب فی صلاۃ التسبیح: ۲/۲۷، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان "صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ"

"عن أبی رافع قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "یا عم! ألا أصلک، ألا أحبوک، ألا أنفعک؟ قال: بلی یا رسول اللہ! قال: "یا عم! صل أربع رکعات تقرأ فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ، فإذا انقضت القراءۃ فقل: اللہ أکبر والحمد للہ وسبحان اللہ خمس عشرۃ مرۃ قبل أن ترکع، ثم ارکع فقلها عشراً، ثم ارفع رأسک فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسک فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسک فقلها عشراً قبل أن تقوم، فتلک خمس وسبعون فی کل رکعۃ، وهی ثلاث مائۃ فی أربع رکعات، ولو کانت ذنوبک مثل رمل عالج غفرها اللہ لک". قال: یا رسول اللہ! ومن یستطیع أن یقولها فی یوم؟ قال: "إن لم تستطع أن تقولها فی یوم فقلها فی جمعۃ، فإن لم تستطع أن تقولها فی جمعۃ فقلها فی شهر" فلم یزل یقول له حتی قال: "فقلها فی سنۃ". (سنن الترمذی، أبواب صلاۃ الوتر، باب ما جاء فی صلاۃ التسبیح: ۱/۱۰۹، سعید)

صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت

سوال[۳۳۶۲]: ہمارے گاؤں میں عورتیں صلوۃ التسبیح کی جماعت کرتی ہیں اور جماعت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ان کا امام موڑھا بچھا کر پیچھے بیٹھ جاتا ہے اور اگر بچہ روتا ہے تو اس کو چپکا کر دیا جاتا ہے اور کتا آتا ہے تو اس کو بھی دفع کر دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کی جماعت فرض نماز میں مکروہ ہے(۱) اور صلوۃ التسبیح تو نفل ہے اس کی جماعت مردوں کے لئے بھی مکروہ ہے، عورتوں کے لئے اس کی کراہت میں زیادہ شدت ہوگی(۲)، اگر وہی نماز پڑھاتی ہے جو موڑھا بچھا کے پیچھے بیٹھتی ہے اور کتے وغیرہ کو دفع کرتی ہے تو بالکل نماز نہیں ہوتی(۳) اور یہ حقیقۃً نماز ہی نہیں بلکہ جہالت کی بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

جماعت کے ساتھ صلوۃ التسبیح

سوال[۳۳۶۳]: ۱..... صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پڑھانے والے کا مقصد صرف مقتدیوں کا اصرار بغرض تعلیم وترکیب ہو؟

= (وكذا في رد المحتار، مطلب في صلاة التسبيح: ۲/۲۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح، أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً أو نفلاً". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة: ۱/۳۴۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال ...... وفي وتر رمضان مستحبة على قول، وفي وتر غيره وتطوع على سبيل التداعي مكروهة". (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، رشيديه)

(۳) "ولو تقدم على الإمام من غير عذر فسدت صلاته، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۱۰۳، رشيديه)

۲...اگر شق ثانی مراد ہے تو امام ومقتدیوں میں کس حد تک گناہ کے مرتکب ہیں؟

۳...امام اور مقتدی کی صلوٰۃ التسبیح ہوگی یا نہیں؟ جب کہ درمختار کی عبارت "السنۃ نافلۃ" موجود ہے، اگر شق اول مراد ہو تو ثواب میں کمی ہو جائے گی یا ثواب برابر ملے گا؟

۴...نماز تسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنے والوں کو بدعتی کہنا کیسا ہے جب کہ وہ معدود ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ منقول ومشروع نہیں (۱)۔

۲...التزام کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۳...کراہت کے ساتھ ہوگی (۳)۔

۴...اگر وہ اس کی جماعت کو ثواب سمجھ کر کریں تو یہ بدعت بھی ہے اور مکروہ بھی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۹ھ۔

---

(۱) "والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۹، قديمي)

(۲) "إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة". (السعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) "(قوله: على سبيل التداعي) رجع إليه، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني، ونقله في البحر عن الصدر الشهيد، وظاهر إطلاقه للكراهة أنها تحريمية". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

باب التراویح

الفصل الأول في صلوة التراويح

(تراویح کی نماز کا بیان)

تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟

سوال[۳۳۲۵]: تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنیاد ڈالی ہے اور پڑھی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اتخذ حجرة في المسجد من حصير، فصلى فيها ليالي، حتى اجتمع عليه ناس، ثم فقدوا صوته ليلة، وظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج إليهم، فقال: "ما زال بكم الذي رأيت من صنيعكم، حتى خشيت أن يكتب عليكم، ولو كتب عليكم ما قمتم به. فصلوا أيها الناس في بيوتكم، فإن أفضل صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الأول، ص: ۱۱۴)

"(فصلى فيها) أي في تلك الحجرة (ليالي) أي من رمضان (حتى اجتمع) أي، فكان يخرج عليه السلام منها ويصلي بالجماعة في الفرائض والتراويح (حتى اجتمع عليه الناس) أي وكثروا (ثم فقدوا صوته ليلة) بأن الحجرة بعد ما صلى بهم الفريضة، ولم يخرج إليهم بعد ساعة للتراويح كما هو عادته (وظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج) أي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الحجرة (إليهم) لصلاة التراويح بعد أن دخل فيها كما في الليالي الماضية (فقال: ما زال بكم=

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال [۳۳۲۹]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ بیس رکعت تراویح پڑھنے کی صحیح حدیث تحریر کریں۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے؟ میں یہ بھی معلوم کر رہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کتنی رکعت تراویح پڑھی گئی، بتائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا؟ حدیث صحیح تحریر کریں۔ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت موجود ہے:

"حدیث العشرین رکعۃً روی ابن أبی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی فی معجمہ وعنہ البیہقی من حدیث إبراہیم بن عثمان أبی شیبۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃً سوی الوتر". انتہی". نصب الرایۃ: ۲/۱۵۳(۱)۔

= الذی رأیت من صنیعکم) من شدۃ حرصکم فی إقامۃ صلاۃ التراویح بالجماعۃ و من بیان للذی (حتی خشیت أن یکتب): أی یفرض (علیکم)۔ أی لو واظبت علی إقامتہا بالجماعۃ لفرضت علیکم (ولو کتب علیکم ..... ما قمتم بہ) ولم یطیقوا بالجماعۃ کلکم بعجزکم۔ و فیہ بیان رأفتہ لأمتہ، و دلیل علی أن التراویح سنۃ جماعۃً وفرداً، والأفضل فی عہدنا الجماعۃ لکسل الناس". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب قیام شہر رمضان، الفصل الأول: ۳/۳۳۶، ۳۳۸، رشیدیہ)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلاۃ، باب التراویح: ۷/۵۹، إدارۃ القرآن، کراچی)

(وکذا فی بذل المجہود، کتاب الصلاۃ، باب تفریع أبواب شہر رمضان: ۲/۳۰۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) (نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، فصل فی قیام شہر رمضان: ۲/۱۵۳، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

(والسنن الکبری للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان: ۲/۴۹۶، رقم الحدیث: ۴۶۱۵، إدارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی تھی، چنانچہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

"كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رمضان بثلاث وعشرين ركعة". ص: ۴۰ (۱)۔

اور یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہی تھا، چنانچہ مؤطا امام مالک ہی میں ہے:

"عن عبد الرحمن بن عبد القاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه، ويصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط. فقال عمر رضي الله تعالى عنه: "والله! إني لأراني لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل، فجمعهم على أبي بن كعب رضي الله تعالى عنه". مؤطا امام مالک، ص: ۴۰ (۲)۔

"إن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه جمع الناس في رمضان على أبي بن كعب وعلى تميم الداري، الخ" عمدة القاري: ۵/۵۳ (۳)۔

اور خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیس رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے: "أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم الخ" (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۸ھ۔

---

(۱) (الموطا للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانه)

(۲) (الموطا لمالك، المصدر السابق، ص: ۹۷)

(۳) (عمدة القاري للعلامة العيني، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان: ۱۱/۱۲۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (البقرة: ۴۴)

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال [۳۳۶۹]: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان شریف میں تراویح آٹھ رکعت بھی پڑھنے کا حکم دیا تھا یا صرف ۲۰/ رکعت ہی پڑھتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وللجمهور ما رواه البيهقي بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله تعالى عنه بعشرين ركعة، وعلى عهد عثمان وعلي مثله"(۱). وفي الموطأ: عن يزيد بن رومان قال: كان الناس في عهد عمر رضي الله تعالى عنه يقومون في رمضان بثلاث وعشرين ركعة (۲). وفي المغني، عن علي رضي الله تعالى عنه أنه أمر رجلاً أن يصلي بهم في رمضان بعشرين ركعة، قال: وهذا كالإجماع. قال البيهقي: والثلاث اي حديث ابن رومان هي الوتر"(۳). كبيري ص: ۳۸۸(۴). ان روایات سے بیس رکعت ثابت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے؟

سوال [۳۳۷۰]: تراویح میں بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ رکعت والی حدیث قوی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سے دریافت کیا جائے کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ

---

(۱) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۴۹۶/۲، رقم الحديث: ۴۶۱۵، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) (موطأ الإمام مالك، كتاب الصلاة، ما جاء في قيام رمضان، ص: ۹۸، مير محمد كتب خانه)

(۳) (المغني، كتاب الصلاة، صلاة التراويح وعددها: ۴۵۶/۱، دار الفكر، بيروت)

(۴) (الحلبي الكبير، النوافل، التراويح، ص: ۳۸۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۵/۲، سعيد)

رکعت والی حدیث قوی ہے، مہربانی فرما کر دونوں حدیثیں پوری سند اور حوالہ کے ساتھ اصل کتاب حدیث سے نقل کریں اور وجہ بتائیں کہ فلاں حدیث قوی اور فلاں حدیث ضعیف کیوں ہے؟ کس راوی کی وجہ سے ہے اور اس راوی پر کس نے کلام کیا ہے؟ اور یہ بھی لکھیں کہ پورے رمضان تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے یا صرف چندرات؟ اور ہر سال پڑھی گئی ہے یا صرف ایک سال؟ پوری تفصیل لکھیں تب مسئلہ حل کیا جائے گا۔

ناواقف اور بے علم آدمی کو تو "ہاں نہیں، جائز، ناجائز" کا جواب کافی ہوتا ہے اور اہل علم حضرات کے لئے اتنا کافی نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ حدیث قوی وضعیف کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے "ہاں نہیں" کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا رکعات تراویح آٹھ ہیں؟

سوال[۲۳۶۹]: بہت سے حنفی المذہب لوگوں نے اہلِ حدیث کا اتنا اثر قبول کیا کہ آٹھ رکعتیں تراویح کی پڑھنے لگے، اگر یہ احتمال ہو کہ منع کرنے کی صورت میں وہ آٹھ رکعتیں بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک بیس سنت ہیں (۱)، آٹھ پڑھنے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی، جن لوگوں کی طبیعت میں ضد ہو ان کو کچھ نہ کہا جائے، دعائے خیر کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنا سنت ہے

سوال[۲۳۷۰]: جہاں تراویح "الم تر کیف" سے پڑھی جاتی ہوں، وہاں لوگ چار چار رکعت

---

(۱) "وهي عشرون ركعةً، هو قول الجمهور، وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي في شهر رمضان في غير جماعة بعشرين ركعةً والوتر". (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۲/۴۹۶، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

"وإنما الكلام في كميتها فنقول: إنها مقدرة بعشرين ركعةً عندنا". (التاتارخانية، كتاب صلاة التراويح، الفصل الثالث عشر: ۱/۶۵۳، إدارة القرآن كراچي)

پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو دو رکعت پڑھنا سنت ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ہر تر ویحہ ایک نماز ہے یا مجموعہ تراویح ایک نماز ہے

سوال [۳۳۷۱]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے، اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعا مانگتے ہیں (۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعا، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت نہیں، اس سے احتیاط کریں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "وهي خمس ترويحات: كل ترويحة أربع ركعات بتسليمتين، كذا في السراجية". (الفتاوی العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۳، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ ... "وقال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۲۷۱، قديمي كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم من الصلوة قال: "اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت، وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر لا إله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، مكتبه امداديه ملتان)

(۳) "(ويجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلوة فرادى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

بغیر قعدۂ اولیٰ کے پڑھنا

جناب حضرت مولانا مفتی صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور دام اللہ فیوضکم و برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ازاں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل میں احناف کا مفتیٰ بہ قول نقل فرما کر جوابات سے مشرف فرماویں:

سوال [۳۳۰۲]: دو رکعت تراویح کی نیت باندھی مگر اتفاقات کے واسطے دو رکعت کے بعد امام نہیں بیٹھا، تیسری کے بعد بیٹھنے لگا تو مقتدی نے تکبیر کہہ کر اٹھا دیا، پھر چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس صورت میں یہ امور دریافت طلب ہیں:

۱... دو رکعت کے بجائے چار پڑھی گئیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ امام نے تو دو ہی پوری کیں مگر ہو گئیں چار، یہ چاروں ہو گئیں یا دو باطل ہو گئیں اور اگر باطل ہو گئیں تو تعداد دو کی آئے گی یا چار کی؟

۲... اس صورت مذکورہ میں سجدۂ سہو آوے گا یا نہیں؟ اگر آوے گا تو اس کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

۳... اس صورت مذکورہ میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کو لوٹایا جائے گا یا نہیں؟

۴... صورت مذکورہ میں دوسرے شفعہ کی نیت نہیں کی، امام نے تیسری رکعت کو پہلی سمجھا جب کہ مقتدیوں نے تکبیر کہہ کر اٹھا دیا، اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے چار پڑھی اور بیچ کی التحیات نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرتا، کیا بلا نیت نماز ہو جاتی ہے یا بلا نیت کے بنا کرنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو بجائے شفع فاسد پر لازم آوے گی یا نہیں؟

۵... دیوبند کے اشتہار میں لکھا ہے کہ تراویح میں دو کے بعد بیٹھنا بھول گیا اور چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا تو ان کو دو شمار کیا جائے، اس کی کیا صورت ہے؟ اور صورت بالا میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔ فقط۔

محمد سعید جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... "... عشرين أن تكون عشر تسليمات كما هو المتوارث على رأس كل شفعين، فلو صلى الإمام أربعاً بتسليمة ولم يقعد في الثانية، فأظهر الروايتين عن أبي حنيفة

وأبي يوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال أبو الليث: تنوب عن تسليمتين، وقال أبو جعفر وابن الفضل: تنوب عن واحدة، وهو الصحيح، كذا في الظهيرية، والخانية، وفي المجتبى: وعليه الفتوى. ولو قعد على رأس الركعتين فالصحيح أنه يجوز عن تسليمتين، وهو قول العامة". بحر: ۲/۶۷ (۱)۔ "(قوله: ثم اختلفوا الخ) قال الرملي أقول: على القولين يجب سجود السهو، فتأمل". منحة الخالق (۲)۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ظاہر روایت شیخین کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی اور مفتی بہ قول کے مطابق یہ دو رکعتیں ہوئیں اور شفعہ اولیٰ فاسد ہوگیا، اس کا اعادہ لازم ہے۔

۲... سجدہ سہو لازم آئے گا: لما مر في الجواب الأول (۳)۔

۳... پہلے شفعہ میں جو پڑھا گیا اس کو دوہرانا مستحب ہے کیونکہ پہلا فاسد ہوا ہے۔

"إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة، ولم يقعد في الثانية، في القياس تفسد صلاته، وهو قول محمد وزفر رحمهما الله تعالى، ويلزمه قضاء هذه التسليمة، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وفي الاستحسان وهو أشهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى: لا تفسد. وإذا لم تفسد، اختلفوا على قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى: عن تسليمتين؛ لأن الأربع لما جازت وجب أن ينوب عن تسليمتين، كما لو أوجب على نفسه أن

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، ۱۲۸، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيدية)

(۲) (منحة الخالق على البحر الرائق، المصدر السابق)

(۳) (البحر الرائق، المصدر السابق)

"ومقتضاه أن تنوب عن تسليمتين، ويجب عليه السجود إن كان ساهياً". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۳، قديمي)

يصلي أربع ركعات بتسليمة، فصلى أربعاً بتسليمة واحدة، ذكر في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يجوز، فكذا ههنا. وكذا لو صلى الأربع قبل الظهر ولم يقعد على رأس الركعتين، جاز استحساناً.

وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمهما الله تعالى: في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح؛ لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو وجه القياس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس، وقلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه، فجاز عن تسليمة واحدة". فتاوى قاضي خان: ۱/۱۱۲(۱)۔

"وإذا فسد الشفع من التراويح وقد قرأ فيه هل يعتد بما قرأ؟ قال بعضهم: لا يعتد ليحصل الختم في الصلوات الجائزة، وقال بعضهم: يعتد بتلك القراءة؛ لأن المقصود هو القرآن ولا فساد في القراءة". خانية: ۱/۱۱۳ (۲)۔

"عن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية؟ قال: إن تذكر في القيام ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم ما لم يقيد الثالثة بالسجدة، وإن تذكر بعدما ركع الثالثة وسجد، فإن أضاف إليها ركعة أخرى، فإن هذه الأربع عن ترويحة واحدة يعني عن الركعتين". خانية: ۱/۱۱۳ (۳)۔

(۱) (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۳۱، ۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/۱۳، غفاريه كوئته)

(۲) (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر في بيان قدر القراءة في التراويح: ۲/۹، غفاريه كوئته)

(۳) (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۳۹، ۲۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تراویح میں قعدۂ ثانیہ کے لئے تحریمہ باقی نہ ہونے کی وجہ سے قعدۂ ثانیہ کے اور بغیر قعدۂ ثانیہ کی نیت کئے ہوئے بھی قعدۂ ثانیہ کے شروع کے لئے کافی ہے، گو چار قعدہ نہ ہونے کی وجہ سے شفعہ اولیٰ فاسد ہو جائے گا لیکن شفعۂ اولیٰ کا تحریمہ باقی رہنے کی وجہ سے قعدۂ ثانیہ کی بنا صحیح ہوگی: کما ھو مصرح فی شحرح الشامی(۱)۔ بحر: ۲/۵۷ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

۵..... دیوبند کا اشتہار میرے پاس نہیں اس لئے بغیر دیکھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا، صورت مسئولہ کا حکم تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

تراویح ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا

سوال[۳۰۶۳]: امام نے دو رکعت کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور مقتدیوں نے یاد دلایا، لیکن امام نے کچھ نہیں سنا بلکہ قصداً پوری کر دی۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ امام نے قعدۂ اخیرہ جو کہ فرض تھا اس کو ترک کر دیا۔ دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ ایسی صورت میں تراویح کی دو رکعت شمار ہوگی یا چار رکعت شمار ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت پر قعدہ نہ کرنے سے یہ دو رکعت فاسد ہوگئی مگر تحریمہ باقی ہے، اس لئے پر دو رکعت کی بناء صحیح ہوگئی، لہٰذا ان چار رکعات میں سے اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

= وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/ ۱۳۲، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) (راجع ص: ۲۶۲، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد في الثانية، في القياس تفسد صلوته، وهو قول محمد وزفر رحمهما الله تعالى، ويلزمه قضاء هذه التسليمة، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى. =

فرض سے پہلے تراویح پڑھنا

سوال [۳۳۶۴]: اگر کوئی شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھے اور تراویح کی جماعت ہورہی ہو تو وہ شخص فرض پڑھنے سے پہلے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تراویح پڑھنا درست نہیں، تنہا پڑھے، پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= وفي الاستحسان -وهو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى- لا تفسد، وإذا لم تفسد، اختلفوا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى: عن التسليمتين، لأن الأربع لما جاز وجب أن ينوب عن تسليمتين، كمن أوجب على نفسه أن يصلي أربع ركعات بتسليمة، فصلى أربعاً بتسليمة واحدة، ذكر في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يجوز، فكذا ههنا، وكذا لو صلى الأربع قبل الظهر ولم يقعد على رأس الركعتين جاز استحساناً. وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل: في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح، لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو وجه القياس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس وقلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمها، فتجزئ عن تسليمة واحدة". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۲۳۹/۱، ۲۴۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۱۳/۲، غفاريه كوئته)

(۱) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر وبعده) في الأصح". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۴/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱۱۵/۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/۱۰، غفاريه كوئته)

فرضِ عشاء اور تراویح گھر میں جماعت سے ادا کرنا

سوال [۳۳۷۵]: ایک شخص پابندِ صلوٰۃ وصوم رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نمازِ تراویح کے اہتمام کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ گھر ہی ادا کرلیتا ہے کیونکہ عام طور پر مسجد سے گھر واپس آنے میں تراویح ساتھ پڑھنے والے نمازی مسجد میں رہ جاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا ایسے شخص پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر پر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو فرمایا ہے وعید عائد ہوتی ہے؟ اور فرضِ عشاء گھر پر ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وعید تو ایسے لوگوں کے حق میں ہے جو لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مجبوری ایسی ہے جس کی وجہ سے شریعت نے ترکِ جماعت کی اجازت دی ہے تو یہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا (۱)، بغیر مجبوری کے جماعتِ مسجد ترک کرنا بڑی محرومی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي: أرادوا بالتأكيد الوجوب إلا في جمعة وعيد، فشرط (على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج) ... فلا تجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يد ورجل من خلاف ومفلوج وشيخ كبير عاجز وأعمى، ولا على من حال بينه وبينها مطر وطين وبرد شديد وظلمة كذلك". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۵۲-۵۵۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة: ۱/۳۳۰-۳۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد، وهكذا في المكتوبات) أي الفرائض لو صلى جماعة في البيت على هيئة الجماعة في المسجد نالوا فضيلة الجماعة وهي المضاعفة بسبع وعشرين درجة لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمي)

"وفي القنية: الأصح أن إقامتها في البيت كإقامتها في المسجد إلا في الفضيلة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۷، قديمي)

سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح

سوال [۳۳۷۶]: جس مسجد کا صحن مسجد میں داخل نہ ہو تو اگر سخت گرمی کی وجہ سے مصلی پریشان ہوتے ہوں تو اس صورت میں صحن مسجد میں تراویح پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں اور موجودہ صورت میں ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ مسجد میں نہیں وہاں تراویح پڑھنے سے تراویح کی فضیلت تو حاصل ہو جائے گی لیکن سنتِ کفایہ مسجد میں حاصل نہ ہوگی اور مسجد میں پڑھنے کا ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا، کبیری (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا

سوال [۳۳۷۷]: ایک امام پہلے اپنی صحت کو تراویح آٹھ رکعت پڑھا کر وتر پڑھا دیتا ہے، اس کے بعد بارہ رکعت اپنی علیحدہ پوری کر لیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح ان کو آٹھ رکعت پڑھ کر بقیہ بارہ رکعات خود پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۸/۹۲ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة، لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد و هكذا في المكتوبات): أي الفرائض، لو صلى جماعة في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع و عشرين درجة، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد" (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيدمي)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۲) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر و بعده) في الأصح، فلو فاته بعضها و قام الإمام =

بیٹھ کر تراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال[۳۲۴۸]: ایک حافظ صاحب بہ سبب کمزوری کے کھڑے ہوکر نماز تراویح میں قرآن شریف نہیں سنا سکتے اور ان کا دل چاہتا ہے کہ قرآن شریف سناؤں اور اکثر نمازی بھی ان کے پیچھے قرآن شریف سننا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ صاحب بیٹھ کر تراویح یا فرض نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ پیچھے مقتدی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ صاحب کھڑے ہوکر پڑھانے پر قادر نہیں ہیں تو ان کو بیٹھ کر ہی نماز پڑھانا شرعاً درست ہے اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ وتر ان سے بہتر امامت کے لائق یا کم از کم ان کے ہم رتبہ کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو کہ نماز کھڑا ہوکر پڑھاوے یا کرے اور فرض وہ پڑھاوے اور تراویح یہ حافظ جی پڑھا دیا کریں:

"وصح اقتداء متوضئ بمتیمم وغاسل بماسح، وقائم بقاعد الخ". تنویر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۷/رجب/۶۲ھ۔

= أي الوتر، أو تو معه: ثم على ما فاته". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۴۴/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۱/۲، مكتبه رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱۱۶/۱، رشيديه)

(۱) (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، سعيد)

"(قوله: وقائم بقاعد): أي قائم راكع ساجد أو موم، وهذا عندهما خلافاً لمحمد. وقيد القاعد بكونه يركع ويسجد، لأنه لو كان مومياً لم يجز اتفاقاً. والخلاف أيضاً فيما عدا النفل، أما فيه فيجوز اتفاقاً، ولو في التراويح في الأصح. كما في البحر". (الدر المختار، باب الإمامة: ۵۸۸/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۶۳۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۸۵/۱، رشيديه)

تراویح میں طویل قیام کی وجہ سے پیر پر سہارا لینا

جناب مفتی صاحب! مسئلۂ ذیل میں جواب سے نوازا جائے۔

سوال[۳۲۷۱]: ۱... عالمگیری میں قیام فی الصلوٰۃ کی بحث میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃ وعلی یسراہ أخری، کذا فی الذخیرۃ، ویکرہ التراوح بین القدمین فی الصلوۃ بلا عذر، وکذا القیام علی إحدی القدمین، کذا فی الظهیریة"۔ عالمگیری: ۱/۱۰۹(۱)۔

شامی میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ القیام علی إحدی القدمین فی الصلوۃ بلا عذر"۔ شامی: ۱/۴۷۴(۲)۔

اور مراقی الفلاح میں یہ عبارت ہے: "والتراوح أفضل من نصب القدمین، وتفسیر التراوح أن یعتمد علی قدم مرۃ وعلی الأخری مرۃ؛ لأنه أیسر وأمکن لطول القیام"۔ طحطاوی نے کہا ہے: "وروی عن الإمام أن التراوح فی الصلوۃ أحب إلی من أن ینصب قدمیه نصبًا"۔

نیز یہ بھی کہا ہے: "کما فی منیة المصلی من کراهة التمایل یمینًا ویسارًا محمول علی التمایل علی سبیل التعاقب من غیر تخلل سکون کما یفعله بعض ..... إلا المعتمد علی إحدی القدمین، إذ الاعتماد ساعة ثم علی الأخری کذلک من السنة الخ" طحطاوی، ص: ۱۵۷(۳)۔

سوال ۱: کیا بغیر طول قیام کی ضرورت کے مطلقاً نماز کے قیام میں تراوح مسنون ہے؟ مفتی بہ قول سے آگاہ فرمایا جائے۔

۲: عالمگیری اور طحطاوی کی عبارتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۹، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴، سعید)

(۳) (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۳، قدیمی)

۳... نصب القدمین کو سنت اور تراوح بلا عذر کو خلاف سنت اور مکروہ کہیں گے یا نہیں؟

۴.... تراوح بین القدمین، قیام علی احدی القدمین کی تعریف کیا ہے اور کون مکروہ ہے اور کون افضل اور مسنون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱....تراوح کو فقہاء نے افضل لکھا ہے اور اس کی صفت بیان کی ہے: "لانه أيسر وأمكن لطول القيام الخ"(۱)۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر طول قیام نہ ہو تو عدم تراوح اصل ہے، چنانچہ طحطاوی میں ہے:

"ثم إن هذه العلة لا تظهر فيما إذا كان القيام قصيراً"(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ میں داخل ہو کر قیام طویل کیا یعنی دو رکعت میں قرآن پاک ختم فرمایا، پہلی رکعت میں ایک قدم پر بوجھ دیا، دوسری رکعت میں دوسرے قدم پر:

"قال السيد في الشرح: وهذا هو ما نقل عن الإمام حين دخل الكعبة، فصلى ركعتين بجميع القرآن واقفاً على احدى قدميه في الركعة الأولى، وفي الثانية على القدم الأخرى الخ". طحطاوی(۳)۔

بار بار تراوح، تمایل، قیام احدی القدمین میں قدرے تکلف ہے، بضرورت طول قیام افضل ہے۔ اس تقریر سے آپ کے سوالات کا جواب ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رہ گئی ہوئی تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۸۰]: اگر تراویح کی جماعت ہوگئی اور کچھ آدمی رہ گئے تو وہ لوگ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ جماعت سے تراویح کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۹۲، قدیمی)

(۲) (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۹۳، قدیمی)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۹۲، ۲۹۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! پڑھ سکتے ہیں، یہ جماعت ثانیہ نہیں جس کو منع کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۹۰ھ۔

رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد

سوال [۲۲۸۱]: جس شخص کی تراویح کی نماز دو چار رکعت رہ گئی وہ امام کے ہمراہ بجماعت وتر پڑھ لے اور اس کے بعد باقی تراویح نماز پڑھ لے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو چار رکعت تراویح کی باقی رہ گئی اور وتر کی جماعت میں شرکت کر کے وتر کے بعد رہی ہوئی تراویح پڑھ لے تب بھی درست ہے، کذا فی العالمگیریۃ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۰ھ۔

تراویح کو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا

سوال [۲۲۸۲]: إذا صلى رجل بالناس وهو إمام لصلوة التراويح، فهل يجوز له أن

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد) وهكذا في المكتوبات، أي الفرائض، لو صلى جماعة في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع وعشرين درجة، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيدمي)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۲) "وإذا فاتته ترويحة أو ترويحتان، فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة، يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته من التراويح، وبه كان يفتي الشيخ الإمام الأستاذ ظهير الدين". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۹، رشيديه)

يصلي تلك الصلوة في مكان آخر بجماعة؟ وهذه العادة قد تجري في مدارس في بلاد الشافعي.

الجواب حامداً ومصلياً:

يجوز له الاقتداء في مسجد آخر، وليس له أن يؤم فيه إذا صلى مرة (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟

سوال [٣٣٨٣]: جو شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھ سکا ہو تو کیا وہ تراویح اور وتر کی نماز با جماعت ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب رمضان میں بہت سے لوگ عذر کی وجہ سے مسجد میں تاخیر سے آتے ہیں اور فرض نماز جماعت ان کے آنے سے قبل ہوجاتی ہے، تو اب وہ فرض نماز علیحدہ سے پڑھے گا اور تراویح و وتر میں جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔

کسی ایک مدرسہ کا اشتہار آیا ہوا ہے اس میں یہ درج ہے کہ جو شخص فرض با جماعت نہ پڑھ سکا ہو وہ وتر کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور حوالہ شامی کا دے رکھا ہے عبارت یہ ہے: "إذا لم يصل الفرض معه لا يتبعه في الوتر". شامی مصری (٢)۔

یہ حوالہ اس اشتہار میں درج ہے تو اس عبارت کا مطلب کیا ہے "معه" کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ دیکھ سمجھ نہیں آرہا ہے۔ اگر فرض نماز کوئی جماعت ادا کرے، وتر الگ سے پڑھا جائے، وہاں کے جواز وعدم جواز بحوالہ کتب مع عبارت تحریر کریں۔

---

(١) "وكره أن يؤم في التراويح مرتين في ليلة واحدة، وعليه الفتوى، لأن السنة لا تتكرر في الوقت الواحد، فتقع الثانية نفلاً مضمرات. بخلاف ما لو صلاها مأموماً مرتين، لا يكره، كما لو أم فيهما". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ٤١٣، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ١/١١٦، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل التراويح، ص: ٤٠٨، سهيل اكيدمي لاهور)

(٢) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ٢/٤٨، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وتر نماز مستقل نماز ہے، اس کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع نہیں، جو شخص جماعتِ فرضِ عشاء میں شریک نہیں ہوسکا وہ جماعتِ وتر میں شریک ہوسکتا ہے، جب مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی گئی اور کوئی شخص متخلف رہ گیا بعد میں آیا تو وہ تنہا فرض پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے:

"ولو ترك الجماعة في الفرض، لم يصلوا التراويح جماعةً؛ لأنها تبع، فمصليه وحده يصليها معه. ولو لم يصلها: أي التراويح بالإمام أو صلاها مع غيره، له أن يصلي الوتر معه، لو تركه الكل هل يصلون الوتر بجماعة؟ فليراجع". درمختار(١)۔

"(قوله: فليراجع) فيه تعليل بقولهم: "لأنها تبع" أن يصلي الوتر بجماعة في هذه الصورة؛ لأنه ليس تبع التراويح، ولا العشاء عند الإمام رحمه الله تعالى، انتهى". حلبي" طحطاوی: ١/٢٩٤ (٢)۔

شامی کی رائے کے مقابلہ میں اس مسئلہ میں طحطاوی کی رائے مقدم ہے کیونکہ قولِ امام کے موافق ہے، مجموعۃ الفتاویٰ میں ہے:

"وفي مختصره: إذا لم يصل الفرض مع إمام، قيل: لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر، وكذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر، والصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذلك كله"(٣)۔

کبیری شرح منیۃ المصلی، ص: ۳۹۱: "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض، وشرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أولاً وحده، ثم يتابعه في التراويح"(٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ٢/٤٨، سعید)

(٢) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ١/٢٩٤، دار المعرفة بيروت)

(٣) (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة: ١/١٣٣، امجد اکیڈمی لاہور)

(٤) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ٤٠٨، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ١/١١٦، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ٢/١٢٣، رشیدیہ)

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت یا دو اماموں کا مل کر تراویح پڑھانا

سوال[۳۳۸۴]: ایک متوسط جامع مسجد جس میں دو حصے ہیں اوپر، نیچے تو رمضان المبارک میں اوپر نیچے دونوں جگہ تراویح ہوسکتی ہے یعنی ہر حصے کے علیحدہ امام ہیں دونوں ایک ہی مکتبِ فکر کے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا اجازت ہے جب کہ نیچے بہت جگہ ہے اور دونوں حافظوں کا کوئی سامع نہیں ہے، تو یہ صورت مناسب ہے کہ ایک حافظ پڑھے اور دوسرا سنے، یا یہ صورت بہتر ہے کہ اوپر نیچے تراویح علیحدہ علیحدہ ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح دو جگہ بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ آوازوں میں ٹکراؤ نہ ہو، مگر اچھا یہی ہے کہ امام کے پیچھے سب پڑھیں اور دوسرے حافظ سامع کی حیثیت سے پیچھے رہیں۔ تاکہ اگر لقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے تو آسانی رہے۔ پھر چاہیں ایسا کریں کہ ایک شب ایک امام صاحب تراویح پڑھائیں اور دوسری شب دوسرے امام صاحب تراویح پڑھائیں، یا ۸ رکعت ایک امام صاحب پڑھائیں اور بارہ رکعت دوسرے امام صاحب پڑھائیں تاکہ دونوں کو سنانے کا موقع مل جائے اور جماعت بھی ایک ہی رہے، حرم شریف میں ایسا ہی کرتے ہیں کہ دو امام پڑھاتے ہیں:

وفي الخلاصة: "إذا صلى التراويح بإمامين كل إمام ركعتين، اختلف المشايخ، والصحيح أنه لا يستحب، لكن كل ترويحة يؤديها إمام واحد"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز تراویح ادا کرنا

سوال[۳۳۸۵]: ایک قصبہ ہے، چاروں طرف مسلم آبادی ہے، ہر محلہ میں مسجد ہے، قصبہ کے درمیان عیدگاہ ہے، یہاں رمضان کے مہینہ میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ قصبہ کے بہت سے لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر

---

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في التراويح: ۶۳/۱، امجد اکیڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱۱۶/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، باب التراويح: ۲۳۳/۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح: ۶۵۵/۱، إدارة القرآن، كراچی)

مقرر ہے، اس صورت میں ...... کہ زید روزہ سے نہیں ہے امامت کرسکیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، اللہ پاک نے اس کو مہلت دی ہے کہ پھر بعد میں رکھے، اس کو مجرم قرار نہیں دیا کہ اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا جائے: ﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ الآية (۱) لہٰذا زید مذکور کی امامت فرض و وتر و تراویح سب میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں سنت طریقہ سے مقتدی ناخوش ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال [۳۳۸۷]: اگر کسی مسجد کے امام یا نگران کام وغیرہ سنت طریقہ پر تراویح یا کوئی دیگر دینی کام کرنا چاہیں مگر مصلی اور محلہ کے لوگ ناراض ہوجائیں تو ایسی صورت میں امام اور متولی و منتظم مسجد وغیرہ کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت طریقہ پر عمل کیا جائے خلاف سنت کاموں کو رواج نہ دیا جائے جو مصلی سنت پر عمل کرنے سے ناراض ہوں ان کو شفقت اور نرمی سے سمجھایا جائے کہ اس کام سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہیں جو کہ مسلمان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں، آپ کو ناراض کرکے قیامت میں کیسے شفاعت کی درخواست کرسکیں گے اور بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے کیسے نجات ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال [۳۳۸۸]: نابالغ کے پیچھے تراویح بقول صحیح بروئے مذہب حنفی جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ

---

(۱) (البقرة: ۱۸۴)

﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ الآية: أي المريض والمسافر لا يصومون في حال المرض والسفر، لما في ذلك مشقة عليهما، بل يفطران ويقضيان بعد ذلك من أيام أخر". (تفسير ابن كثير، الجزء الثاني، (سورة البقرة، الآية: ۱۸۴)، ۱/۲۰۰، مكتبة دار السلام رياض)

"ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح".

درمختار۔ قال الشامي: "والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها". ۱/۴۲۰(۱) کذا في الهنديه: ۱/۸۴(۲)۔

"وفيه: إمامة الصبي المراهق للصبيان مثله يجوز، كذا في الخلاصة"(۳)۔ "وأدنى المدة في حقه اثنا عشرة سنة وفي حقها تسع سنين، يعني لو ادعيا البلوغ في هذه المدة تقبل فيها"۔ بحر: ۸/۸۵(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/شعبان/۵۳ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ، ۲/شعبان/۵۳ھ۔

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۱۰]: دس بارہ سال کا لڑکا حافظ قرآن ہوجائے، نابالغ ہے تو کیا وہ ماہ رمضان شریف میں تراویح دیگر لوگوں کو سنا سکتا ہے؟ مقتدیوں کی تراویح اور ختم ہوجائے گی؟

مولوی غلام احمد صاحب شیخ الجامعہ مدرسہ عالیہ بہاولپور کا فتویٰ موجود ہے کہ "نابالغ حافظ تراویح میں قرآن شریف سنا سکتا ہے اور تراویح ہوجاتی ہے"۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ ہے؟ اور اگر مختلف فیہ ہے تو فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فتاویٰ قاضی خان میں امامة الصبيان في التراويح میں ہے:

"اختلفوا فيه، قال مشايخ العراق وبعض مشايخ بلخ: لا يجوز، وقال بعضهم: يجوز. وعن نصير بن يحيى أنه سئل عنها؟ قال: يجوز إذا كان ابن عشر سنين، وقال شمس الأئمة

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ۱/۸۵، رشيديه)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ۱/۸۵، رشيديه)

(۴) (البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، فصل، قبيل كتاب المأذون: ۶/۱۵۳، سعيد)

السرخسي: الصحيح أنه لا يجوز، لأنه غير مخاطب، وصلاته ليست بصلوة على الحقيقة، فلا يجوز بناءه كإمامة المجنون، وإن أصحابنا جوزوا لأن صلوة الإمام متضمن صلوة المقتدي الخ". (۲۴۴/۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ مفتی مدرسہ ہذا۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال [۳۹۰۱]: ایک لڑکا حافظ قرآن ہے، اس کی عمر اس سال شعبان المعظم ختم ہونے پر چودہ سال تو ہو جاتی ہے، بظاہر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی جاتی، تو وہ اس سال رمضان میں تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو رمضان المبارک آنے سے پہلے احتلام شروع ہو جائے تو اس کو امام بنا کر تراویح اس کے پیچھے پڑھنا درست ہوگا(۲) ورنہ نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دار العلوم دیوبند، ۷/۱۲/۸۹ھ۔

---

(۱) (فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبي في التراويح: ۲۴۳/۱، رشيدية)

"ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح".

(الدر المختار) "(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، ولم يجوزه مشايخنا ... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، والمراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۷۸/۱، سعيد)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإنزال ... فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى لقصر أعمار أهل زماننا". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام بالاحتلام الخ: ۱۵۳/۶، سعيد)

(۳) "لا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح". (الدر المختار)

"(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، ولم يجوزه مشايخنا ... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها. والمراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۷۸/۱، سعيد)

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال [۳۴۱۲]: نابالغ کے پیچھے تراویح کی اقتداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور وہ ختم تراویح کر سکتا ہے یا نہیں؟

اکبر علی بہاری، طالب علم دار العلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ کے پیچھے بالغین کی نماز فرض ہو یا تراویح وغیرہ کچھ بھی درست نہیں، جب وہ بالغ ہو جائے گا تو اس کی امامت درست ہو سکے گی، بالغ ہونے کی علامت احتلام و انزال ہے ورنہ پندرہ سال کی عمر ہے۔

"ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح" اهـ.

در مختار - "أنه لا يجوز في الصلاة كلها، والمراد بالنفل المطلقة السنن والتراويح الخ".

شامی (۱/۵۷۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

تراویح اور وتر میں عورتوں کی جماعت

سوال [۳۴۱۳]: میں نے اپنے بھائی سے قرآن حفظ کیا اور میں تراویح سنانا چاہتی ہوں، اس کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟ اور سامع کس کو بناؤں جب کہ کوئی حافظ نہ ہو؟ کیا نابالغ لڑکا سامع بن سکتا ہے؟ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ وتر کیسے پڑھی جائے گی اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

(وكذا في الفتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۱/۲۳۳، رشيدية)

(۲) (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۷۸، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۱/۲۳۳، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ کا سامع بنانا درست ہے جب کہ اس کو یاد ہو اور لقمہ دے سکے (۱) مگر آپ کو امام بن کر جماعت کرانا اور تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چاہیے، تنہا تراویح میں یا نوافل میں جتنا چاہیں پڑھا کریں، بغیر نماز کے نابالغ حافظ کو سنادیا کریں۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے فرض میں بھی، وتر میں بھی، تراویح میں بھی (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کی امامت تراویح میں

سوال [۳۲۹۲]: اگر کوئی عورت حافظِ قرآن ہو تو شہرِ رمضان کے ختم فی التراویح بصورتِ امامت در جماعتِ نساء اس کے لئے درست ہے یا کسی شرعی قباحت کو مستلزم ہے؟ اگر کوئی قباحت ہے تو بقائے حفظ کی نیت و ضرورت بقاعدہ "الضرورات تبیح المحظورات" وبقاعدہ "الکراہۃ ترتفع عند العذر والحاجۃ" اس قباحت پر غالب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویکرہ جماعۃ النساء بواحدۃ منہن". مراقی الفلاح. "(قولہ: ویکرہ جماعۃ النساء) تحریماً للزوم أحد المحظورین: قیام الإمام فی الصف الأول وهو مکروہ، أو تقدم الإمام وهو

---

(۱) "ولو فتح علی إمامه لم تفسد ... والفتح المراهق كالبالغ". (الفتاوی العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۱۰، رشيدية)

(۲) "ويكره تحريماً (جماعة النساء) ولو في التراويح". (الدر المختار). "(قوله: ولو في التراويح) أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً ونفلاً". (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۵، رشيدية)

"أيضاً مكروه في حقهن" الطحطاوي، ص: ۳۰۶(۱)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھانا ... مکروہِ تحریمی ہے۔

بقائے حفظ کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ خارجِ نماز میں روزانہ والدہ، والد، بھائی، بہن، شوہر، اولاد کسی کو سنا دیا کرے اور حفاظت کے لیے اس کو تراویح یا دوسری نمازوں میں پڑھ لیا کرے، اس سے حفظ بھی باقی رہے گا، اور نمازوں میں طویل قرأت کی عادت بھی ہو جائے گی اور کوئی محظور بھی لازم نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح اور اس کے ضروری مسائل

سوال [۳۲۹۰]: مسئلہ۱...... کل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں(۲) اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اگر تمام اہلِ محلہ تراویح چھوڑ دیں تو سب تارکِ سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، کبیری(۳)۔

مسئلہ۲... اگر اہلِ محلہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاقاً ایک دو شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ اپنے مکان میں تنہا پڑھی تب بھی سنت ادا ہوگئی، کبیری(۴)۔

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۰۴، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار: ۱/۵۶۵، باب الإمامۃ، سعید)

(وکذا فی النہر الفائق: ۱/۲۴۵، امدادیہ ملتان)

(۲) قال العلامۃ الحلبی: "(تتمۃ)... أن التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات، وہو مذہب الجمہور". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی تنویر الأبصار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعید)

(۳) "إن الجماعۃ فیہا سنۃ علی سبیل الکفایۃ، حتی لو ترک أہل محلۃ کلہم الجماعۃ وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ، وقد أساؤوا فی ذلک". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۴) قال العلامۃ الحلبی: "(وإن أقیمت التراویح) فی المسجد بالجماعۃ (وتخلف عنہا) رجل (من أفراد الناس) وصلی فی بیتہ، فقد ترک الفضیلۃ لا السنۃ". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، =

مسئلہ ۳: گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔ کبیری (۱)۔

مسئلہ ۴: تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے (لہٰذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ ۵: ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہو کر، اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں، البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو وہاں (بہ نیت نفل) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ کبیری (۳)۔

مسئلہ ۶: ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ کبیری (۴)۔

= ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "(وإن صلى) أحد (في بيته بالجماعة) حصل لهم ثوابها وأدركوا فضلها، ولكن (لم ينالوا فضل الجماعة) التي تكون (في المسجد) لزيادة فضيلة المسجد، وتكثير جماعته، وإظهار شعائر الإسلام". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال العلامة الحلبي: "وفي التتمة: لو تركوا الجماعة في الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعة، لأنها تبع للجماعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۱۰، سہیل اکیڈمی)

(۳) "(ولو صلى) رجل (في التراويح، ثم اقتدى بآخر في تراويح تلك الليلة) أيضاً (لا يكره) به ذلك. كما لو صلى المكتوبة بإمام ثم اقتدى فيها متنفلاً بإمام آخر وحده، لأن صلاة النفل غير التراويح. ولو أم في التراويح مرتين في مسجد واحد كره، وكذا لو صلاها مرتين مأموماً في مسجد واحد، وإن في مسجدين اختلف فيه: حكي عن أبي بكر الإسكاف أنه لا يجوز، يعني لا يجوز تراويح أهل المسجد الثاني، واختاره أبو الليث رحمه الله تعالى، وقال أبو نصر: يجوز لأهل المسجدين جميعاً كما لو أم وقام ولم يصل. كذا في التمرتاشي، والظاهر أن هذا بناء على صحة التراويح بنية النفل المطلق وعدمه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۴) لم أجد في الحلبي منطبقة على هذه المسئلة، وقد ظفرت عليها في الفتاوى العالمكيرية، قال فيها: "الجواز أن يصلي الفريضة أحدهما والتراويح الآخر، وقد كان عمر رضي الله تعالى عنه يؤمهم في =

مسئلہ۷... کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں، لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ بحر(۱)۔

مسئلہ۸... نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں۔ کبیری(۲)، البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ خانیہ(۳)۔

مسئلہ۹... اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ عالمگیری(۴)۔

مسئلہ۱۰... اجرت مقرر کرکے امام کو تراویح کے لئے بلانا مکروہ ہے۔ عالمگیری(۵)۔

مسئلہ۱۱... ہر ترویحہ پر یعنی چار رکعت پڑھ کر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسہ استراحت مستحب ہے، (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے، لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے

= الفريضة والوتر، وكان أنس رضي الله تعالى عنه يؤمهم في التراويح، كذا في المعراج". (فصل في التراويح: ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

(۱) "ولو صلوا التراويح، ثم أرادوا أن يصلوا ثانياً، يصلون فرادى، انتهى". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۱۲۰، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(وإذا بلغ الصبي عشر سنين فأمّ) البالغين (في التراويح يجوز، و ذكر في بعض الفتاوى أنه لا يجوز، وهو المختار) وقال شمس الأئمة السرخسي: هو الصحيح". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) "وإن أمّ (أي الصبيُّ) الصبيان يجوز؛ لأن صلاة الإمام مثل صلاة المقتدي". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۱/ ۲۳۴، رشيديه)

(۴) "قال الإمام: إذا كان إمامه لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده ويطوف". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/ ۱۱۷، رشيديه)

(۵) "ويكره للمرء أن يستأجروا رجلاً يؤمهم في بيتهم، لأن استئجار الإمام فاسد". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

بھی ایک سلام سے پڑھنا مکروہ نہیں (مگر ہر ترویحہ پر جلسۂ استراحت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی)، البتہ آٹھ سے زائد خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہے۔ کبیری (۱)۔

مسئلہ ۱۵: ... کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوچکی تھی تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیانی جلسہ کے وقت پوری کرے، اگر موقعہ نہ ملے تو وتر ان کے بعد پڑھے اور وتروں پر تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ ۱۶: ... اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے، مثلاً: امام نے بغیر وضو پڑھا دئے یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کو بھی اعادہ کرنا چاہئے اگرچہ یہاں دو وجہ موجود ہو۔ کبیری (۳)۔

مسئلہ ۱۷: ... قیامِ لیلِ رمضان یا تراویح یا سنتِ وقت یا صلوٰۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا

(۱) "من أصحاب أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه كل ركعتين عن تسليمة، وعند البعض يجوز الكل عن تسليمة واحدة، وفي ظاهر الرواية عنه: يحترز عن أربع تسليمات بناءً على أن الزيادة على الثمان بتسليمة واحدة يكره". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض وشرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أولاً وحده ثم يتابعه في التراويح". (الحلبي، ص: ۴۰۳) ... (إن فاتته) مع الإمام (ترويحة أو ترويحتان) أو أكثر هل يقضيها قبل الوتر أو يوتر ثم يقضيها؟ (ذكره في الذخيرة فقال: اختلف المشايخ في زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي ما فاته من التراويح إحرازاً لفضيلة الوتر بالجماعة مع أن التراويح تجوز بعده) (وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر) بناءً على أن وقتها قبل الوتر، فيلزم تقديمها عليه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "ولو صلى العشاء بإمام) أي مع إمام أو مقتدياً بإمام (وصلى التراويح بإمام آخر، ثم علم أن الإمام) الأول كان قد صلى العشاء على غير وضوء، أو علم فسادها بوجه من الوجوه، (فإنه يعيد العشاء) لفسادها (و) يعيد (التراويح) تبعاً لها كما يعيد سنتها، ولا يلزمه إعادة الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

ہو جائیں گی۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۱۸.... مطلقاً نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۱۹.... اگر کسی نے عشاء کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور امامِ تراویح کے پیچھے سنتِ عشاء کی نیت کر کے اقتدا کیا، تو یہ جائز ہے۔خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۲۰.... اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔خانیہ(۴)۔

مسئلہ:۲۱.... اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں، نہ جماعت کے ساتھ، نہ بغیر جماعت کے، اگر کسی نے قضا کی تو تراویح نہ ہوگی، بلکہ نفلیں ہوں گی۔بحر(۵)۔

مسئلہ:۲۲.... اگر یاد آیا کہ گزشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہو گیا یا فاسد ہو گیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضا کرنا مکروہ ہے۔خانیہ(۶)۔

---

(۱) "إن نوى التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل في رمضان، جاز". (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۲۳۹/۱، رشيديه)

(۲) "إن التراويح لا تتأدى إلا بنية التراويح أو بنية السنة في هذا الوقت". (الخانية على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۲۳۷/۱، رشيديه)

(۳) "ولو اقتدى بإمام في التراويح، والمقتدي نوى سنة العشاء بأن لم يكن صلى السنة بعد العشاء حتى قام الإمام إلى التراويح، جاز". (فتاوى قاضي خان، المصدر السابق)

(۴) "لو اقتدى بإمام يصلي التسليمة الثانية أو العاشرة والمقتدي نوى التسليمة الأولى أو الخامسة، جاز؛ لأن الصلوة واحدة، وليس عليه أن ينوي التسليمة الأولى أو الثانية". (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، فصل في نية التراويح: ۲۳۷/۱، رشيديه)

(۵) "وإذا فاتت التراويح لا تقضي بجماعة، والأصح أنها لا تقضى أصلاً، فإن قضاها وحده، كان نفلاً مستحباً لا تراويح كسنة المغرب والعشاء". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۱۹/۲، رشيديه)

(۶) "وإن تذكر في الليل أنه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأراد القضاء بنية التراويح، يكره". (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في وقت التراويح: ۲۳۶/۱، رشيديه)

مسئلہ ۲۳: ... اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا، بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ آخری دو رکعت شمار ہوں گی۔ کبیری(۱)۔

مسئلہ ۲۴: ... اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ ایک شفعہ متروک ہو گیا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے(۲)۔

مسئلہ ۲۵: ... اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوئی ہیں تو ایک رکعت اور پڑھ لی جائے یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔ کبیری(۳)۔

مسئلہ ۲۶: ... جب شفعہ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا اس کا بھی اعادہ کرنا چاہئے، تاکہ قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو جائے(۴)۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة و) الحال (أنه لم يقعد على ركعتين منها قدر التشهد (تجزئ) الأربع (عن تسليمة واحدة): أي عن ركعتين عند أبي حنيفة وأبي يوسف (وهو المختار)، فوجه تركها، كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً ... وهو القياس، وإنما جاز استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "(ولو تذكروا تسليمة) كانوا قد سهوا عنها، فتذكروها (بعد) ما صلوا (الوتر)، قال أبو بكر بن الفضل: (لا يصلون بجماعة)؛ لأنها فاتت عن محلها، والجماعة إنما شرعت في التراويح إذا كانت في محلها، (وقال الصدر الشهيد: يجوز أن يصلوا) تلك التسليمة (بجماعة)؛ لأن وقتها باق؛ لأنه الليل كله بعد العشاء وبعد الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "(ولو سلم الإمام على رأس ركعة ساهياً في الشفع الأول من التراويح، ثم صلى ما بقي منها (على وجهها) قيل: أن يعيد ذلك الشفع، قال مشايخ بخارى: يقضي الشفع الأول لا غير؛ لأن كل شفع صلوة على حدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "وإذا فسد الشفع من التراويح وقد قرأ فيه هل يعتد بما قرأ؟ قال بعضهم: لا يعتد، ليحصل الختم=

مسئلہ ۲۷ ... ایک شخص تراویح سمجھ کر نماز میں شریک ہوا، پھر معلوم ہوا کہ امام وتر پڑھا رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت بھی اپنی رکعت میں ملالے، لیکن اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور چوتھی رکعت نہیں ملائی تب بھی اس کے ذمہ اس کی قضاء نہیں (۱)۔

مسئلہ ۲۸ ... اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ ۱۸/ تراویح ہوئی ہیں یا بیس پوری ہوگئیں تو دو رکعت بلا جماعت اور پڑھ لی جائیں۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ ۲۹ ... اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا، لیکن امام کو شک نہیں ہوا، بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور مقتدیوں کے قول کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ کبیری (۳)۔

مسئلہ ۳۰ ... اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ اٹھارہ ہوئی ہیں، تو جس طرف امام کا رجحان ہو اسی پر عمل کرے۔ کبیری (۴)۔

مسئلہ ۳۱ ... اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئیں اور وتروں کی نیت باندھ لی، مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے، جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ شفعہ تراویح کا شمار نہ

= في الصلوات الجهرية". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيدية)

(۱) قال الحلبي: "اقتدى به على ظن أنه في التراويح، فإذا هو في الوتر، يتمه معه ويضم إليها رابعة، ولو أمسكه لا شيء عليه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۱۰، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "(وإذا شكوا) أي الإمام والقوم (في أنهم) هل (صلوا تسع تسليمات) ثماني عشرة ركعة (أو عشر تسليمات؟ ففيه اختلاف: والصحيح أنهم يصلون بتسليمة) أخرى (فرادى) للاحتياط في الموضعين إكمال التراويح بيقين والاحتراز عن النفل الزائد عليها بالجماعة، هذا إذا اتفق الكل على الشك". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) "إذا كان الإمام وحده في طرف وهو متيقن، عمل بما عنده ولا يلتفت إلى قول الجماعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۶، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) "فإن اختلفوا وكان الإمام مع بعضهم، رجع إذا ادعى كل فريق اليقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۵، سهيل اكيدمي لاهور)

مسئلہ:۳۶ ... اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے، تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے۔ خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۳۷ ... امام جب تشہد کے لئے بیٹھا تو ایک مقتدی سو گیا، امام نے سلام پھیر کر دوسرا شفعہ پڑھا اور جب تشہد کے لئے بیٹھا تب یہ سونے والا جاگا، پس اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ دوسرا شفعہ ہے تو سلام پھیر کے دوسرے میں شریک ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو کر مسبوق کی طرح دو رکعت پڑھے، پھر امام کے ساتھ تیسرے شفعہ میں شریک ہو۔ عالمگیری(۲)۔

مسئلہ:۳۸ ... جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے تو فوراً نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جاتا ہے، یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔ کبیری(۳)۔

مسئلہ:۳۹ ... جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہیے کہ تھوڑی دیر سو رہے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔ شامی(۴)۔

مسئلہ:۴۰ ... تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اکتا جانے کی علامت ہے۔ خانیہ(۵)۔

---

(۱) "يصح اقتداء القائم بالقاعد في التراويح عند الكل، وهو الصحيح ... الحاصل أن الإمام إذا كان قاعداً يستحب القيام للقوم". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في أداء التراويح قاعداً: ۱/۲۴۲، ۲۴۳، رشيدية)

(۲) "رجل شرع في صلاة التراويح مع الإمام، فلما قعد الإمام، نام هو، وسلم الإمام، فأتى بالشفع الآخر وقعد للتشهد، فانتبه الرجل، إن علم ذلك، يسلم ويدخل مع الإمام ويوافقه في التشهد، فإذا سلم الإمام يقوم فيأتي بالركعتين سريعاً، ويسلم ويدخل مع الإمام في الشفع الثالث، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۹، رشيدية)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع يقوم؛ لأن فيه إظهار التكاسل والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "قال في البحر: ومنها: أنه إذا غلبه النوم يكره له أن يصلي، بل ينصرف حتى يستيقظ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۸، سعيد)

(۵) "ويكره عد الركعات في التراويح لما فيه من إظهار الملالة". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في أداء التراويح قاعداً: ۱/۲۴۴، رشيدية)

مسئلہ ۴۱: مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔ بحر(۱)۔

مسئلہ ۴۲: ... ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے، دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، لہٰذا، اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں، تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہو جائے گا اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی۔ خانیہ(۲)۔

مسئلہ ۴۳: ... جو لوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آ کر بیس رکعت اور پڑھا کریں تاکہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ خانیہ(۳)۔

مسئلہ ۴۴: ... ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔ بحر(۴)۔

مسئلہ ۴۵: ... اگر مقتدی اس قدر ضعیف، و کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے، یا "الم ترکیف" سے پڑھ لیا جائے، بحر(۵)۔ لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں

---

(۱) "ویستحب تاخیر التراویح إلی ثلث اللیل، والأفضل استیعاب أکثر اللیل بالتراویح". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۹۱، رشیدیہ)

(۲) "وقال بعضهم -وهو روایة الحسن عن أبي حنیفة-: یقرأ في کل رکعة عشر آیات، وهو الصحیح؛ لأن فیه تخفیفاً علی الناس، وبه تحصل السنة، وهي الختم مرةً واحدةً ... فإذا قرأ في کل رکعة عشر آیات یحصل الختم في التراویح والفضیلة في الختم مرتین". (فتاوی قاضي خان، کتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراویح: ۱/۲۳۴، رشیدیہ)

"السنة في التراویح إنما هو الختم مرةً ... والختم مرتین فضیلة، والختم ثلاث مرات أفضل. کذا في السراج الوهاج". (الفتاوی العالمکیریة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراویح: ۱/۱۱۷، رشیدیہ)

(۳) قال في الخانیة: "ینبغي للإمام وغیره إذا صلی التراویح وعاد إلی منزله، وهو یقرأ القرآن أن یصلي عشرین رکعةً في کل رکعة عشر آیات إحرازاً للفضیلة، وهي الختم مرتین". (فتاوی قاضي خان، کتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراویح: ۱/۲۳۸، رشیدیہ)

(۴) "وثلاث مرات في کل عشر مرةً أفضل". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، رشیدیہ)

(۵) "وذکر في المحیط والاختیار أن الأفضل أن یقرأ فیها مقدار ما لا یؤدي إلی تنفیر القوم في زماننا" =

گئے تو بہتر ہے(۱)۔

مسئلہ:۴۶... ستائیسویں شب کو ختم کرنا مستحب ہے۔بحر(۲)۔

مسئلہ:۴۷... اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پر ختم ہو، تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔کبیری(۳)۔کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی۔

مسئلہ:۴۸... تراویح میں ایک مرتبہ سورت کے شروع میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو بھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہیے، آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہو جائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا۔احکام البسملہ(۴)۔

مسئلہ:۴۹... اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔عالمگیری(۵)۔

= لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة. وفي المجتبى: والمتأخرون كانوا يفتون في زماننا بثلاث آيات قصار أو آية طويلة حتى لا يمل القوم ولا يلزم تعطيلها، وهذا حسن. وبعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حسن". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲۱/۲، رشيدية)

(۱) قال في الخانية: "ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوات بأن كان القوم يملون من القراءة في التراويح، فلا بأس به، لكن يكون لهم ثواب الصلاة، لا ثواب الختم". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۲۳۸/۱، رشيدية)

(۲) "ويستحب في ليلة السابعة والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲۰/۲، رشيدية)

(۳) "وإذا كان إمام مسجد حيه لا يختم فله أن يترك إلى غيره انتهى". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۷، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) "لو قرأ تمام القرآن في التراويح ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى ما في النمل لم يخرج عن عهدة السنة، ولو قرأها سرا خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (الأحكام المنظرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوي: ۱۰۱، إدارة القرآن كراچي)

(۵) "وإذا غلط في القراءة في التراويح فترك سورة أو آية وقرأ ما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ =

مسئلہ۵۰..... امام نے جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہیں یا تین؟ تو جس طرف امام کا رجحان ہوا اس پر عمل کر لے۔ خانیہ(۱)۔

مسئلہ۵۱..... کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے، تراویح میں مکروہ نہیں۔ بحر(۲)۔

مسئلہ۵۲..... اگر مقتدی ضعیف اور سست ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کر سکتے ہوں، تو درود کے بعد دعاء چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں، لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ عالمگیری(۳)۔

مسئلہ۵۳..... کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قراءت شروع کر چکا تھا، تو اب اس کو "سبحانک اللهم" نہیں پڑھنا چاہیے۔ کبیری(۴)۔

مسئلہ۵۴..... اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو

= المحرر كما لو المطروة، ليكون على الترتيب، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(۱) "إذا سلم الإمام في ترويحة، فقال بعض القوم: صلى ثلاث ركعات، وقال بعضهم: صلى ركعتين، يأخذ الإمام بما كان عنده في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى، ولا يدع علمه بقول الغير". (فتاوى قاضي خان، على هامش الهندية، فصل في الشك في التراويح: ۱/۲۳۹، رشيديه)

(۲) "وليس فيه كراهة في الشفع الأول من الترويحة الأخيرة بسبب الفصل بين الركعتين بسورة واحدة؛ لأنه خاص بالفرض، كما هو ظاهر الخلاصة وغيرها". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(۳) "السنة في التراويح إنما هو الختم مرة، فلا يترك لكسل القوم، كذا في الكافي، بخلاف ما بعد التشهد من الدعوات، فإنه يتركها إذا علم أنه يثقل على القوم، لكن ينبغي أن يأتي بالصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، هكذا في النهاية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

(۴) قال العلامة الحلبي: "(وإذا أدرك) الشارع في الصلاة عند شروعه (الإمام وهو يجهر) بالقراءة (لا يأتي بالثناء بل يستمع وينصت) للآية". (الحلبي الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۰۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

مسئلہ ۵۷... اگر کوئی شخص رکوع میں آکر شریک ہوا، مگر رکوع اس کو نہیں ملا، تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا، بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہو، تب بھی اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔

مسئلہ ۵۸... اگر قیام میں امام کے ساتھ شریک ہو گیا مگر رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا، بلکہ رکوع امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کیا، تب بھی رکعت مل گئی۔ محیط (۲)۔

مسئلہ ۵۹... اگر رکوع میں امام کے ساتھ آکر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی، تب بھی نماز صحیح ہوگئی، اگرچہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو، اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ فتح القدیر (۳) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی ہو، رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ ۶۰... آیتِ سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ محیط (۴)۔

= يصير مدركاً للركعة". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث والثلاثون في بيان حكم المسبوق واللاحق: ۲/۲۳۷، المكتبة الغفارية)

(۱) "ثم اعلم أنه إذا لم يكن مدركاً للركعة، فإنه يجب عليه أن يتابع الإمام في السجدتين وإن لم يحتسب له كما لو اقتدى بالإمام بعد ما رفع الإمام رأسه من الركوع ..... وصرح في الذخيرة بأن المتابعة فيهما واجبة، ومقتضاه أنه لو تركهما، لا تفسد صلاته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۵، مكتبه رشيديه)

(۲) "ولو كبر قبل ركوع الإمام ولم يركع معه حتى رفع الإمام رأسه من الركوع ثم ركع هو صار مدركاً للركعة" (المحيط البرهاني، المصدر السابق نفسه)

(۳) "ومدرك الإمام في الركوع لا يحتاج إلى تكبيرتين خلافاً لبعضهم، ولو نوى بتلك التكبيرة الواحدة الركوع، لا الافتتاح جاز ولغت نيته". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۸۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "فنقول: التالي لآية السجدة تلزمه السجدة بتلاوته إذا كان أهلاً لوجوب الصلاة عليه، وكذلك الحكم في حق السامع من كان أهلاً لوجوب الصلاة عليه، تلزمه السجدة بالسماع، ومن لا يكون أهلاً لوجوب الصلاة عليه نحو الحائض، أو الكافر، أو الصبي، أو المجنون، لا تلزمه السجدة بالسماع". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من =

مسئلہ:۶۱... سورۂ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے دوسرا نہیں۔ فقط (۱)۔

مسئلہ:۶۲... اگر خارجِ نماز آیتِ سجدہ کی تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا، پھر نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے، اگر پہلے سجدہ کرلیا تھا تو اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہئے۔ فقط (۲)۔

مسئلہ:۶۳... اگر امام نے آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیتِ سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہوگیا تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہوگیا، اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا تو اس کو خارجِ صلوٰۃ علیحدہ سجدہ کرنا چاہئے۔ فقط (۳)۔

مسئلہ:۶۴... آیتِ سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن اگر نماز میں آیتِ سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا بلکہ رکوع کیا اور اس میں اسی سجدہ کی نیت کرلی، تب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا، اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو

— تجب عليه هذه السجدة": ۲/۱۰۹، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) "عندنا سجدة التلاوة في سورة الحج واحدة، وهي الأولى". (المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة: ۲/۱۰۰، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "وإن قرأها في غير صلاة وسجد، ثم افتتح الصلاة في مكانه فقرأها، فعليه سجدة أخرى ... وإن لم يكن سجدها أولاً، ثم شرع في الصلاة في مكانه فقرأها وسجد لهما جميعاً، أجزأه عنهما في ظاهر الرواية". (المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في تكرار آية السجدة: ۲/۱۰۴، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) "إذا قرأ الإمام آية السجدة، فسمعها رجل ليس معه، ثم دخل الرجل في صلاة الإمام، فهذه المسألة على وجهين: الأول: أن يكون اقتداؤه قبل أن يسجد الإمام، وفي هذا الوجه عليه أن يسجد مع الإمام ... وإذا سجد مع الإمام، سقط عنه ما لزمه بحكم سماعه قبل الاقتداء؛ لأنه لما اقتدى به صارت قراءة الإمام قراءة له.

الوجه الثاني: إذا اقتدى بعدما سجد، فليس عليه أن يسجدها في الصلاة كيلا يصير مخالفاً للإمام ... فأما إذا أدرك الإمام في الركعة الأخرى، كان عليه أن يسجدها بعد الفراغ". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون، نوع آخر في سماع المصلي آية السجدة ممن معه في الصلاة أو ليس معه: ۲/۱۱۵، غفاریہ کوئٹہ)

اس کے بعد سجدہ نماز سے بلا نیت بھی ادا ہو جائے گا، یہ جب ہے کہ آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو، اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا، نہ نماز میں ادا ہو سکتا ہے نہ خارج نماز، توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ فقط (۱)۔

مسئلہ: ۱۵... اگر آیت سجدہ (جو کہ سورت کے ختم پر ہے) پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے (اس خیال سے کہ سورت تو ختم ہو ہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہئے۔ فقط (۲)۔

تراویح کا مسنون طریقہ اور تراویح کے منکرات

سوال[۳۳۹۶]: تراویح کا مسنون طریقہ لکھ دیں اور ساتھ ہی تراویح کے منکرات بھی لکھ دیں۔

---

(۱) "قال في الأصل: وإذا قرأ آية السجدة وهي في آخر السورة إلا آيات بقين، فإن شاء ركع لها، وإن شاء سجد لها. واعلم أن هذه المسئلة على أوجه: أما إن كانت السجدة قريبة من آخر السورة وبعدها آيتين إلى آخر السورة، فالجواب ما ذكر أنه بالخيار إن شاء ركع لها وإن شاء سجد .... والحكم في هذه الوجوه كلها ما ذكرنا في الوجه الأول، فهو أنه في هذه الوجوه لم يركع لها ولم يسجد على الفور، ولكن قرأ ما بقي من السورة أو خرج إلى سورة أخرى وقرأ منها شيئاً، ثم إن قرأ بعدها آية .... يجزئه الركوع وسجدة الصلاة عن سجدة التلاوة، أما إذا قرأ بعدها ثلاث آيات أو كانت السجدة في وسط السورة، لم يجز الركوع عن السجود؛ لأنه إذا قرأ ثلاث آيات بعد آية السجدة، فقد صارت السجدة ديناً في ذمته، فلم تتأدّ في محل الأداء؛ لأن وقتها وقت وجوبها". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود: ۲/۶۲، ۱۸، ۱، غفاريه كوئٹه)

(۲) "ولو سجد يعود إلى القيام؛ لأنه يحتاج إلى الركوع، والركوع إنما يكون من القيام، ويقرأ بقية السورة آيتين ثم يركع إن شاء، كيلا يصير الركوع على السجدة، ولو شاء ضم إليها من السورة الأخرى آية أخرى حتى يصير ثلاث آيات، قال الحاكم الشهيد: وهو أحب إلي، وهذه القراءة بعد السجدة بطريق الندب لا بطريق الوجوب، حتى إنه لو لم يقرأ جاز". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود: ۲/۶۲، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیس رکعات ہر دو رکعت پر سلام، ہر چہار رکعت پر وقفہ، پورا قرآن پاک ختم، کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً (۱)۔ جو چیزیں سنت کے خلاف ہوں یا لوازم ہوں، وہ سب منکرات ہیں، آپ کو جس چیز کے متعلق دریافت کرنا ہو کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "(وهي عشرون ركعةً بعشر تسليمات يجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى (والختم) مرةً سنة، ومرتين فضيلة، وثلاثاً أفضل (ولا يترك) الختم (لكسل القوم)". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵-۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۹، ۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۲، ۴۴۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

"لو قرأ تمام القرآن في التراويح، ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى ما في "النمل" لم يخرج عن عهدة السنة، ولو قرأها سراً خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (إحكام القنطرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوي: ۱/۱۷، إدارة القرآن، كراتشي)

الفصل الثانی فی القراءۃ فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت

سوال[۳۳۰۱]: ختم تراویح میں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الخ پڑھنا جہراً یا سراً اس میں اختلاف ہے یا نہیں؟ نیز ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ الخ پڑھنا ضروری ہے یا ایک سورت کی ابتداء میں پڑھنا کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ایک آیت ہے جو کہ دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے، سورت الحمد یا کسی دوسری سورت کی پہلی آیت نہیں:

"وهي آية واحدة من القرآن أنزلت للفصل بين السور، وليست من الفاتحة ولا من كل سورة". الدر المختار (۱)۔

خارج نماز ہر سورت سے پہلے اس کا پڑھنا مسنون ہے(۲)، نماز میں الحمد سے پہلے پڑھنا سراً مسنون ہے(۳)، الحمد کے بعد جو سورت پڑھی جائے اس کے شروع میں پڑھنا مسنون نہیں سراً نہ جہراً، جب قرآن

---

(۱) (الدر المختار شرح تنویر الأبصار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۶، مكتبه رشيديه)

(۲) "وفي خارج الصلاة اختلاف الروايات والمشايخ في التعوذ والتسمية، قيل: يخفي التعوذ دون التسمية، والصحيح أنه يخير فيها" (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۰، سعيد)

(۳) "(وسمى) غير المؤتم ..... (سراً في) أول (كل ركعة) ولو جهرية". (الدر المختار) "(قوله: سراً في كل ركعة) والثالث: أنه لا يجهر بها في الصلاة عندنا". (رد المحتار فصل: ۱/۴۹۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۳۲، رشيديه)

پاک تراویح میں ختم کیا جائے تو کسی ایک سورت کے شروع میں اس کو جہراً پڑھنا چاہئے، اگر سراً پڑھا تو مقتدیوں کا قرآن شریف تمام نہیں ہوگا، ایک آیت کی رہ جائے گی۔ اس کے احکام کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "إحكام القنطرة في أحكام البسملة" مطالعہ فرمائیں، اس میں جزئیات اور اختلاف مبسوط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۸/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح میں ہر سورت پر "بسم اللہ"

سوال[۳۲۹۸]: عبداللہ نے تراویح میں قرآن کریم اس طرح پڑھایا کہ ہر سورت شریف سے پہلے "بسم اللہ" بالجہر پڑھی اور جب "سورۃ الضحیٰ" کو پہنچا تو ہر سورت شریف کے بعد "والناس" تک تکبیرات پڑھیں۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا اگر چہ میں حنفی المذہب ہوں، لیکن میں قرأت میں جس امام کی قرأت پڑھتا ہوں، ان کا ورد رہا ان کا طریقہ یہی ہے جس کو ائمہ قرأت نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، میں ان کا اتباع کرتے ہوئے "بسم اللہ بین السورتین" اور "تکبیرات دراواخر سورۃ از "والضحیٰ" تا "والناس" پڑھیں۔ چونکہ مذہب کی کسی مستند کتاب میں اس کی ممانعت میری نظر سے نہیں گزری ہے، اس لئے میں اپنے طریقہ پر اسی طرح ثابت ہوں۔ اب دریافت طلب یہ تین امر ہیں:

۱...... بسم اللہ بالجہر بین السور قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

۲...... تکبیرات کا پڑھنا قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں اور علیحدہ میں کرنوافل میں ائمہ مذاہب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

۳...... ائمہ قرأت کے معتبر کتابوں میں جو کچھ منقول ہے اس پر عمل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جواب مدلل بحوالہ کتاب ہو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جو شخص تمام کلام اللہ تراویح میں سنائے اس کو کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنی چاہئے، ورنہ ختم قرآن شریف کی سنت ادا نہیں ہوگی، اگر آہستہ پڑھے گا تو مقتدیوں کا قرآن شریف

يقرأ سورة. قال محمد: فإن قرأ سوراً كثيرة وكانت قراءة يخفيها، قرأها عند افتتاح كل سورة، وإن كان يجهر بها لم يقرأها؛ لأنه في الجهر يفصل بين السورتين بسكتة" اهـ". أحكام القرآن: ۱/۱۳ (۱)۔

۲ ... علمائے شوافع کے نزدیک سنت ہر قرأت میں ہے، بعض نے انکار بھی کیا ہے۔ قراءِ حنابلہ کے نزدیک مستحب نہیں سوائے ابن کثیر کے۔ حنفیہ ومالکیہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً نہیں ملا:

"قال ابن الحجر المكي بعد الكلام على الرواية: "ثبت بما ذكرناه عن الشافعي وبعض مشايخه وغيرهم أنه سنة في الصلوة ..... ووقع لبعض الشافعية من المتأخرين الإنكار على من كبر في الصلوة، فرد ذلك عليه غير واحد، وشنعوا عليه في هذا الإنكار. قال ابن الجزري رحمه الله تعالى: ولم أر للحنفية ولا للمالكية نقلاً بعد التتبع، وأن الحنابلة ففي فروعهم لابن مفلح: وهل يكبر لختمه من الضحى أو ألم نشرح آخر كل سورة؟ فيه روايتان، ولم تستحبه الحنابلة لقراء غير ابن كثير" اهـ. فتاویٰ حدیثیہ مختصراً، ص: ۲۰۵ (۲)۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شاطبی میں لکھا ہے:

"والتكبير المذكور سنة عند الشافعي في كل قراءة ورواية سواء كان بمكة أو غيرها، وعند الحنفية مخصوصة بقراءة ابن كثير ولو كانت القراءة بمكة" اهـ" (۳)۔

ظاہر یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز میں یہ تکبیر مسنون نہیں اس لئے مسنونات نماز یا تراویح میں اس کو تحریر نہیں کیا، نیز اس میں جزوِ قرآن ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس لئے بھی نماز میں اس سے احتراز مناسب ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں مانعین کی طرف سے اس کو نقل کیا ہے (۴)۔

---

(۱) (أحكام القرآن للجصاص، فصل: قراءة البسملة في الصلاة: ۱/۱۸، قديمي)

(۲) (الفتاوى الحديثية، باب الأحكام المتعلقة بالقرآن من التفسير والقراءة، مطلب: التكبير من الضحى إلى سورة الناس في الصلاة وغيرها، ص: ۲۰۸، ۲۰۴، قديمي)

(۳) (لم أظفر عليه)

(۴) "قال سليم الرازي من أصحابنا في تفسيره: يكبر بين كل سورتين تكبيرة، ولا يصل آخر السورة بالتكبير، بل يفصل بينهما بسكتة. قال: ومن لا يكبر من القراء حجتهم أن في ذلك ذريعة إلى الزيادة-

۳..... محمد قرأت سے جو قواعد فن تجوید کے معتبر کتابوں میں منقول ہے وہ معتبر و مطلوب ہیں، مگر نماز میں کوئی مسئلہ قرأت سے مسئلہ فقہ کے مقابل ہوگا تو اس صورت میں فقہ کی معتبر کتابوں پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ بسم اللہ میں "لسرور" ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۲/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

پہلی رکعت میں "سورۃ الناس" دوسری میں "سورۃ البقرۃ" کا کچھ حصہ

سوال [۳۳۲۲]: ۱..... آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے کہ ختم قرآن کے بالکل آخری تراویح کی رکعت ثانی میں کچھ قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعت اولیٰ میں سورۂ ناس، تو کیا اس صورت میں کوئی قباحت نہیں ہے؟ چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر ہوتی ہے، اگر خرابی نہیں تو کیا وجہ ہے؟

تکرار فاتحہ

۲..... نیز بعض حافظوں کی یہ عادت ہے کہ آخری تراویح کی رکعت آخری میں فاتحہ کے بعد سورۂ ناس پڑھ کر الحمد للہ اور سورۂ بقرہ سے کچھ قدر ایک رکعت پڑھتے ہیں، اب تکرار فاتحہ کی وجہ سے کیا کچھ خرابی نہیں ہے؟

ہر سورۃ کے شروع میں "بسم اللہ"

سوال [۳۳۲۳]: ۳..... دیگر یہ کہ اگر ایک ہی رکعت میں کوئی شخص کئی سورتیں پڑھے تو ہر ایک سورت کے اول میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ پڑھے تو کس طرح؟

المستفتی: محمد عبد الباری چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے (۱) "وإذا ختم القرآن فيقرأ من أول سورة البقرة ...

(۱) "... في القرآن ... يداوم عليه، فيتوهم أنه سنة" (الإتقان في علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون في آداب تلاوته وتاليه: ۱/۲۲۲، دار ذی القربی)

(وراجع للتفصيل: فتاوى دار العلوم ديوبند، مسائل تراويح: ۴/۲۸۵، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا مجموعة الفتاوى (اردو) لعبد الحي اللكهنوي، كتاب الصلاة: ۱/۲۰۳، سعيد)

فی الثانیۃ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "خیر الناس الحال المرتحل"؛ یعنی الخاتم المفتتح، اھ". مراقی الفلاح، ص: ۲۰۲ (۱)۔

۲..... اس میں کوئی خرابی نہیں۔ تکرار فاتحہ اگر متوالیاً ہو تو اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اگر سورت کا فصل درمیان میں آ جائے تو اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا: "ولو کررھا (الفاتحۃ) فی الأولیین یجب علیہ سجود السہو؛ لأنہ أخر واجباً وھو السورۃ، بخلاف مالو أعادھا بعد السورۃ أو کررھا فی الأخریین اھ". زیلعی، ص: ۱۹۳ (۲)۔ تاہم اس کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

۳..... اس میں چند اقوال ہیں، پڑھنا بہتر ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/ ۵۱۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

تراویح میں "الم تر کیف" سے پڑھنے کی ترکیب

سوال [۷۲۰۱]: بعض مسجدوں میں "الم تر کیف" سے جو تراویح پڑھی جاتی ہے وہ "الم تر کیف" سے "سورۂ ناس" تک مسلسل نہیں پڑھتے، بلکہ "سورۂ اخلاص" تک پڑھتے ہیں اور پھر تین رکعت میں دوبارہ "الم تر کیف" اور دسویں میں "لایلاف" پڑھتے ہیں اور پھر گیارہویں میں اور بارہویں میں "معوذتین" پڑھتے ہیں اور تیرہویں رکعت سے "ارأیت الذی" سے پڑھتے ہیں، "سورۂ ناس" تک مسلسل پڑھتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ "الم تر کیف" سے سورۂ "ناس" تک مسلسل کیوں نہیں

(۱) (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، فصل فی المکروھات، ص: ۳۵۲، قدیمی)

(وکذا فی رد المحتار، فصل فی القراءۃ: ۱/ ۵۴۷، سعید)

(۲) (تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو: ۱/ ۴۷۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلاۃ، فصل فی سجود السہو، ص: ۴۶۰، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/ ۱۲۶، رشیدیہ)

(۳) "وقولہ: لاتکرہ اتفاقاً، ولہذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بأنہ إن سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سراً أو جھراً، کان حسناً عند أبی حنیفۃ، ورجحہ المحقق ابن الہمام" (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب: قراءۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ حسن: ۱/ ۴۹۰، سعید)

پڑھتے؟ جیسا کہ بحرالرائق (۱) شامی درمختار (۲) وغیرہ میں ہے، اسے پھیر کر نا بلا ترتیب کیا ہے اور اس سے ترتیب کو ترک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ تراویح کی سورتیں بہ ترتیب وار ہو جائیں اگر نویں دسویں میں ہمزہ ودین پڑھیں اور گیارھویں بارھویں میں "الم تر کیف" اور "لایلاف" پڑھیں تو شفعۂ اولیٰ کی سورتیں مؤخر ہو جائیں گی اور شفعۂ ثانیہ کی مقدم، اس سے تراویح میں ترتیب منعدم ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح "الم تر کیف" سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا؟

سوال [۲۴۲۴]: بعض مولوی تیسرے طریقہ سے پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو دو سورت ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں سورۂ ناس تک جاتے ہیں تا کہ دوبارہ دوسرا اس سے نہ پڑھے، اول رکعت میں "الم تر

---

(۱) "وفي التجنيس ..... و بعضهم اختاروا قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حسن؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، ولا يشتغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر والتفكر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

"ثم بعضهم اعتاد قراءة "قل هو الله أحد" في كل ركعة، واختار بعضهم قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن وهذا أحسن القولين؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، ولا يشتغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر والتفكر، ولا كذلك لو قرأ في كل ركعة سورة واحدة". (التجنيس والمزيد، كتاب الصلاة، فصل في التراويح: ۲/۱۰۲، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) (سيأتي تخريجه في الحاشية الآتية)

(۳) "قال في التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة وبعضهم سورة الفيل أي البداءة منها ثم يعيدها وهذا أحسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات، قال في الحلية: وعلى هذا استقر عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا، إلا أنهم يبدؤون بقراءة سورة التكاثر في الأولى والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قراءتهم في التاسعة عشر بسورة تبت وفي العشرين بالإخلاص اهـ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

کیف و لایلاف" اسی طرح تیسری رکعت میں "ارأیت الذی وانا اعطینا" اور چوتھی میں بھی یہی سورتیں یعنی "ارأیت الذی" اور "انا اعطینا" اسی طرح ہر رکعت میں دو دو سورتیں سورۂ ناس تک پڑھتے ہیں "الم تر کیف" کا طریقہ کب اور کس طرح اور کس نے ایجاد کیا؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے "الم تر کیف" سے تراویح پڑھنا کس طرح ثابت ہے اور تینوں طریقوں میں سے کونسا افضل ہے اور کس طریقہ کو ترک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے (۱) صحابہ کے زمانہ میں تو "الم تر کیف" سے پڑھنے کا رواج نہ تھا، متاخرین نے جب دیکھا کہ پورا قرآن ختم کرنے کی صورت میں نمازی سستی کرتے ہیں مسجد میں نہیں آتے، مساجد ویران وغیرآباد ہوجاتی ہیں تب ان صورتوں کو اختیار کیا (۲)۔ شاید آپ نے شفع کی جگہ رکعت لکھدیا۔

تراویح "الم تر کیف" سے

سوال [۳۳۰۲]: صلوٰۃ تراویح میں کلام مجید کی آخری دس سورتیں ختم تکمیلی قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور اس ختم تکمیلی کی اصل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنا مستقل سنت ہے:

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "تراویح میں الم تر کیف سے پڑھنے کی ترکیب"۔)

(۲) "(قوله: الأفضل في زماننا)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة. ...... وفيه: إشعار بأن هذا مبني على اختلاف الزمان، فقد تتغير الأحكام لاختلاف الزمان في كثير من المسائل على حسب المصالح ..... فالحاصل: ..... أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد ..... اهـ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلوٰة التراويح: ۴۷/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۲۱/۲، رشیدیہ)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل في سننها: ۶۴۷/۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

"التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء". خانية: ۱/۲۶۹(۱)۔ "والختم مرة سنة، ومرتين فضيلة، وثلاثاً أفضل، ولا يترك الختم لكسل القوم". درمختار۔ قال الشامي تحت قول الدر: "(والختم مرة سنة): أي قراءة الختم في صلاة التراويح سنة، وصححه في الخانية وغيرها، وعزاه في الهداية إلى أكثر المشايخ، وفي الكافي إلى الجمهور، وفي البرهان: وهو المروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى والمنقول في الآثار". رد ۱/۴۷۴(۲)۔

مگر جہاں کے نمازی اس قدر ضعیف ہوں اور کاہل ہوں کہ پورا قرآن شریف سننے کے لئے تیار نہ ہوں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو وہاں بہتر یہ ہے کہ جس قدر بسہولت سن سکتے ہوں اسی قدر پڑھا جائے:

"وأما في زماننا فالأفضل أن يقرأ الإمام على حسب حال القوم من الرغبة والكسل، فيقرأ قدر ما لا يوجب تنفير القوم عن الجماعة؛ لأن تكثير الجماعة أفضل من تطويل القراءة". بدائع: ۱/۲۸۹(۳)۔

لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا:

"ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوات بأن كان القوم يتثاقلون من القراءة في التراويح، فلا بأس به، لكن يكون له ثواب الصلوة لا ثواب الختم، وقد ذكرنا أن السنة هي الختم في التراويح". فتاوى قاضی خان: ۱/۲۳۷(۴)۔

---

(۱) (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصلوة، باب التراويح: ۱/۲۳۳، رشيدية)

(۲) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيدية)

(۳) (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سننها: ۲/۶۴۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(۴) (فتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصلوة، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر في بيان قدر القراءة في التراويح: ۲/۹۴، غفاريه كوئٹه)

اس کاہلی اور سستی کی وجہ سے بعض فقہاء نے اخیر کی دس سورتیں تجویز کردی ہیں تاکہ شمار میں بھی کوئی اشتباہ نہ ہو اور یاد کرنے میں بھی کوئی دقت نہ ہو اور تدبر و تفکر سے نماز بھی پوری ہو جائے:

"وبعضهم اختار قراءة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حسن؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، ولا يشتغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر والتفكر اهـ". ٢/ ٦٨(١)۔

معلوم ہوا (کہ) اخیر کی دس سورتیں پڑھنے کی وجہ کاہلی، کم ہمتی اور قرآن شریف کی طرف سے بے رغبتی ہے تو بھی ہے اور اس سے تمام قرآن کے ختم کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/ ۱۱/ ۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذیقعدہ/ ۵۵ھ۔

تراویح "الم تر کیف" سے

سوال [۳۴۰۴]: تراویح میں بجائے "الم تر کیف" (الآیۃ) تا "والناس" مکرر پڑھنے کے ایک رکعت میں "الم تر کیف" سے "والناس" تک با ترتیب پڑھنا اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے:

"وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، وبعضهم سورة الفيل أي البداءة منها، ثم يعيدها، ولا يبعد أن يقرأ سورة التكاثر في الأولى والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قراءته في التاسعة عشر بسورة تبت وفي العشرين بالإخلاص. قلت: لكن الأحوط قراءة السور وتبت في التشفيع الأول من الترويحة الأخيرة

---

(١) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٢/ ١٢٣، رشيدية

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ٢/ ٤٧، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ١/ ٣٠٦، مكتبه امدادیہ ملتان)

والمعوذتين في الشفع الثاني منها" اهـ. شامي مختصراً: ۱/۴۹۷ (۱).

احوط یہ ہے کہ تروایحہ واحدہ کے ہر دو شفعہ کی قرأت بالترتیب ہو، پورا قرآن کریم تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے، اگر مقتدی اس کے سننے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہو، تب دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں پارۂ عم پڑھے یا "الم تر کیف"؟

سوال [۳۴۰۵]: اگر کسی شخص کو صرف کلام اللہ کا تیسواں پارہ (پارۂ عم) یاد ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تراویح میں روزانہ صرف وہی ایک پارہ جو صاحب موصوف کو یاد ہے کچھ امام کے پڑھیں اور سنائیں اس طرح ہر روز ایک ہی پارہ پڑھنا بہتر ہے یا "الم تر کیف" سے نماز تراویح ادا کرنی چاہئے؟ براہ کرم مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں، چونکہ رمضان المبارک میں ایک ہفتہ بھی باقی نہیں اور اس جگہ اور بھی مشہور مساجد ہیں جہاں ختم قرآن ہوا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بہ نسبت "الم تر کیف" کے ہر روز تیسواں پورا پارہ پڑھنا افضل ہے۔ پورا قرآن شریف تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان المبارک/۶۲ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۲) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة ..... فالحاصل: أن الصحيح في المذهب أن الختم سنة لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لم يلزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اعتبار الأخف على القوم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

تراویح میں قرأت کی مقدار

سوال[۳۳۰۹]: کتنی مقدار چھوٹنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی اور اگر دوسرے روز یہ چلے کہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرأت واجبہ سورۂ فاتحہ کے بعد مقدار تین آیت قصیرہ ہے یا ایک آیت طویلہ ہے، اس سے کم قرأت سے واجب ادا نہ ہوگا(۱) اور اگر درمیان سے کچھ قرأت چھوٹ جائے اور اس سے معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی(۲)۔ اگر یاد آئے کہ گزشتہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو تنہا تنہا دو رکعت پڑھے، جماعت سے نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سننها: ۱/۴۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبر واستكبر"، وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، ذكره الحلبي". (الدر المختار). "وثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة، وكذا الآية الطويلة". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۸، ۴۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۲، رشيدية)

(۲) "ومنها حذف حرف...... فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته نحو أن يقرأ: "ولقد جاءهم رسلنا بالبينات" بترك "التاء" من "جاءت". وإن غير المعنى، تفسد صلاته عند عامة المشايخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارئ: ۱/۷۹، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/۳۸۵، إدارة القرآن)

(۳) "إذا فاتت التراويح عن وقتها هل يقضي؟ اختلف المشايخ، قال بعضهم: لا يقضي أصلاً، وهو أصح، والدليل عليه أنها لا تقضى بالجماعة بالإجماع، ولو كانت تقضى لقضيت كما فاتت، فإن قضاها منفرداً كان نفلاً مستحباً كسنة المغرب إذا قضيت". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح: ۱/۶۶۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۴، سعيد)

تراویح میں غلبہ ظن سے پڑھنا

سوال[۳۲۰۷]: تراویح میں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو شک ہو جاتا ہے کہ یہاں واؤ ہے یا "فا" ہے یا اور کسی طرح کا شک، تو حافظ نے غلبہ ظن سے پڑھ دیا تو وہ صحیح نکلا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اسی طرح غلط پڑھا مگر معنی نہیں بدلے، مثلاً "من قبلهم" کی جگہ "قبلهم" پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر یہ صورت فرائض میں پیش آئے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب صورتوں میں نماز صحیح ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۵/۹/۶۳ھ۔

تراویح میں "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا

سوال[۳۲۰۸]: بعض عالم کہتے ہیں کہ "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا تراویح کے سلسلہ میں مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

---

(۱) "وأما إذا أخطأ بذكر حرف مكان حرف في كلمة ولم يتغير المعنى بأن قرأ "إن المسلمون، إن الظالمون" وما أشبه ذلك، لم تفسد صلاته؛ لأنه لا يغير المعنى؛ لأنه يفهم بالخطأ ما يفهم بالصواب".

(فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً: ۱/۱۴۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القاري: ۱/۱۰۶، امجد اکیڈمی لاہور)

"(قوله: ومنها زلة القاري) ... فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً ولو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب". (رد المحتار، مطلب مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض فقہاء نے تین مرتبہ کو مستحب لکھا ہے، لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱)، مگر التزام نہیں کرنا چاہئے اور جہاں التزام ہو وہاں ترک کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۶۷ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) لم يستحسنها بعض المشائخ، وقال الفقيه أبو الليث: "هذا شيء استحسنه أهل القرآن وأئمة الأمصار، فلا بأس به، إلا أن يكون الختم في المكتوبة، فلا يزيد على مرة" (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره، ص: ۴۹۶، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۱، رشيدية)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة: ۲/۲۳۰، سهيل اكيدمي لاهور)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح

(تراویح میں قرآن کریم ختم کرنے کا بیان)

تراویح میں ختمِ قرآن کا طریقہ

سوال[۳۲۰۱]: تراویح میں ختمِ قرآن کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی شخص ختمِ قرآن میں آخری دو رکعتوں میں پہلی میں "الم" یا "آیۃ الکرسی" یا "آمن الرسول" سے ختم سورت تک پڑھ کر ایک رکعت کرے اور دوسری میں قرآن کریم کی تمام آیتیں دعاؤں والی پڑھے جس کی وجہ سے پہلی رکعت چھوٹی اور دوسری رکعت طویل ہو جائے اور لوگ اس کو بہت درست مانتے ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہر رکعت میں دس آیت پڑھے تو بہت اعتدال کے ساتھ قرآن پاک تراویح میں ختم ہو جائے۔ مقتدیوں میں ہمت و رغبت ہو تو دو ختم اور تین ختم کر لینا اعلیٰ و افضل ہے(۱)۔ ختم والی شب اگر انیسویں رکعت میں "والناس" تک پڑھ کر بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی آیات "المفلحون" تک پڑھے تو یہ بھی

---

(۱) "قوله: والختم مرة ...... والجمهور على سنة الختم مرة، فلا يترك لكسل القوم، ويختم في الليلة السابع والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر، ومرتين فضيلة، وثلاث مرات في كل عشر مرة أفضل ... وفي مختارات النوازل: إنه يقرأ في كل ركعة عشر آيات، وهو الصحيح؛ لأن السنة فيها الختم؛ لأن جميع عدد ركعات في جميع الشهر ست مائة ركعة، وجميع آيات القرآن ستة آلاف، ونص في الخانية على أنه الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، ۱۲۱، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۲/۹۱، مكتبة غفارية)

مستحسن ہے(۱)۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنا مستحسن نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۹۳ھ۔

ختم قرآن تراویح میں سنت علی الکفایہ ہے

سوال[۳۲۱۰]: ۱... ایک گاؤں میں یا قصبہ میں تمام قرآن مجید کا تراویح میں جماعت کے ساتھ سننا سنتِ مؤکدہ ہے یا نہیں؟

۲... در تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا علی الکفایہ؟ کہ ایک دو نے جماعت سے پڑھ لیا۔ فقط۔

فرزند علی شاہ سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف کو ختم کرنا پڑھ کر یا سن کر سنتِ مؤکدہ ہے، اسی طرح جماعت بھی سنتِ مؤکدہ ہے اور اس میں گاؤں یا قصبہ کی کوئی تخصیص نہیں، لیکن اگر سب لوگ تو جماعت سے تراویح پڑھیں اور ایک دو شخص بغیر جماعت تراویح پڑھیں تو یہ سنت سب کے ذمہ سے ادا ہوگئی اگرچہ ان بغیر

---

(۱) "(قوله: ولا بأس بختم إلخ) ... وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشيء من سورة البقرة، لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل" أي الخاتم المفتتح". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(۲) "(قوله: مطلقاً) ... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يرد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعداً بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره، لما أنه شفع آخر". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵، قديمي)

جماعت پڑھنے والے کو سنت کا ثواب نہیں ملا، اور اگر سب نے جماعت چھوڑ دی بغیر جماعت تراویح پڑھی تو اگرچہ نفسِ تراویح کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن جماعت کی سنت چھوڑنے کا وبال سب کے سر رہے گا:

"والجماعة فيها سنة على الكفاية في الأصح، أفاد أن أصل التراويح سنة عين، فلو تركها واحد كره، بخلاف صلاتها بالجماعة، فإنها سنة كفاية، فلو تركها الكل أساؤا، وأما لو تخلف عنها رجل من أفراد الناس، وصلى في بيته، فقد ترك الفضيلة. والختم مرةً سنة، الخ". در مختار و شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام کا دو مرتبہ تراویح میں ختم کرنا

سوال [۳۲۱۱]: ایک حافظ نے ایک مسجد میں ماہِ رمضان شریف میں دس پارہ یوم کے اندر قرآن شریف تراویح میں سنا کر ختم کیا، پھر دوسری مسجد میں جہاں لوگوں نے قرآن شریف کا ختم نہیں سنا، اگر ان میں حافظ نے تراویح کا ختم سنایا، کیا یہ درست ہے؟ مقتدیوں کو تمام رمضان شریف میں ایک دفعہ قرآن سننا سنت تھا اور حافظ قرآن شریف کو ایک دفعہ سنانا سنت، کیا تراویح میں اور ثواب میں امام اور مقتدیوں کے لئے کوئی فرق تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً، والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل الخ". عالمگیری (۲)۔ "ينبغي للإمام وغيره إذا صلى التراويح و عاد إلى منزله وهو يقرأ القرآن أن يصلي عشرين ركعةً، يقرأ في كل ركعة عشر آيات إحرازاً للفضيلة، وهي (أي الفضيلة) الختم مرتين. قال قاضي خان: والزهاد وأهل الاجتهاد كانوا يختمون في كل

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، مكتبه رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في أن الجماعة أهل هي سنة التراويح: ۱/۴۵۶، إدارة القرآن)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح: ۲/۷، غفاريه كوئٹه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

عشر لیال"(۱)۔ "ولو عجل الختم، له أن یفتتح من أول القرآن فی بقیة الشهر"۔ خانیة(۲)۔

اس صورت میں مقتدیوں کو سنت کا ثواب ہوگا اور امام کو فضیلت کا ثواب ملے گا، کمی کسی کے ثواب میں نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

ختم قرآن کے موقعہ پر آیات متفرقہ بلا ترتیب پڑھنا

سوال[۳۰۱۲]: ایک حافظ صاحب تراویح میں ختم قرآن پر "مفلحون" تک پڑھتے ہیں پھر اس رکعت میں آیات متفرقات (بلا ترتیب) ادعیہ وغیرہ پڑھتے ہیں، اور بھی بعض حفاظ کا معمول ہے کہ ختم کلام پاک پر آخری رکعت میں مختلف آیات بلا ترتیب تلاوت کرتے ہیں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے کہ طحطاوی و عالمگیری میں اس کو مکروہ لکھا ہے بلکہ خارج نماز مکروہ ہے چہ جائیکہ داخل نماز، اس میں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوگا، قاضی ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اجماعاً ناجائز ہونا نقل کیا ہے ان تمام روایتوں کو جو اس کے خلاف وارد ہیں مد نظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں کہ کون سا عمل صحیح ہے؟ کیا یہ بدعات حسنہ میں سے ہے بقول علامہ نووی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کو ترتیب سے ہی پڑھا جائے خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، بعض علماء نے نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کے متعلق بھی یہی سنا کہ وہ ختم قرآن پر متفرق آیات دعاء پڑھتے تھے، ان میں ترتیب کی رعایت بھی غالباً نہیں ہوتی تھی، شاید وہ اسی قول کو اختیار فرماتے ہوں گے، البتہ قرآن پاک جس رکعت میں ختم کیا جائے اس کے بعد والی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا خلاف ترتیب ہونے کے باوجود مستحسن ہے۔

"ویکره قرأة سورة فوق التی قرأها، قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه: "من قرأ

---

(۱) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح: ۱/۱۳۸، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

القرآن منكوساً فهو منكوس" ...... "ولو ختم القرآن في الأولى يقرأ من البقرة في الثانية لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خير الناس الحال المرتحل". يعني الخاتم المفتتح" ......
ويكره الانتقال لآية من سورتها ولو فصل بآية، والجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة، وفي الخلاصة: لا يكره هذا في النفل اهـ". مراقي الفلاح۔

"(قوله: ويكره قراءة سورة)، وكذا الآية فوق الآية مطلقاً، سواء كان في ركعتين أو ركعة. واستثنى في الأشباه النافلة، فلا يكره فيها ذلك، وأقر عليه الغزي والحموي، نقله عن أبي اليسر، وجزم به في البحر والدر وغيرهما. قال بعض الفضلاء: وفيه تأمل؛ لأن العكس إذا كره خارج الصلوة لكون الترتيب من واجبات التلاوة، ففي الصلاة أولى، وكون باب النفل واسعاً لا يستلزم العموم، بل في بعض الأحكام اهـ. (قوله: لا يكره هذا في النفل) نفي القراءة منكوساً، والفصل والجمع كما هو، حيث قال بعدما ذكر المسائل الثلاث: وهذا كله في الفرائض، أما في النوافل لا يكره، اهـ". طحطاوی، ص: ۲۱۶(۱)۔

اگر وہاں کے حفاظ اور قراء نہ مانیں اور اپنی بات پر قائم رہیں تو ان سے نزاع اور جدال کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۷ھ۔

ختم قرآن سورۃ الناس پر ہو یا سورۃ البقرۃ کی آیتوں پر؟

سوال[۳۲۱۴]: بعض حفاظ ختم قرآن سورۂ ناس پر کرتے ہیں اور زیادہ حفاظ "هم المفلحون" تک پڑھتے ہیں، کون سا طریقہ صحیح ہے؟

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صحیح ہیں، دوسرا افضل ہے، کذا فی الدر المختار: ۱/۵۴۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ذی قعدہ/۶۱ھ۔

تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب

سوال[۳۴۱۰]: کسی شخص کی تراویح دو چار یوم فوت ہو جائے جس میں قرآن پڑھا جاتا ہو تو کس طرح ترکیب سے پڑھے کہ ترتیب قائم رہے، کیونکہ جس حافظ کے پیچھے وہ پڑھ رہا ہے اس کے دوبارہ تراویح پڑھانے میں اس کا قرآن پڑھنا نفل ہوگا اور مقتدی کا سنت، اور کسی ایسے حافظ کے پیچھے پڑھے جس حافظ نے محراب میں نہیں سنایا یا سنتا ہو، یا کسی حافظ کے پیچھے خواہ اس تراویح جس کے پیچھے پڑھ رہا ہو وہ حافظ تراویح سے پہلے وہ اتنے پارے قرآن سنانے کی نذر مانے کہ مجھ کو اتنے پارے سنانا ہے، تو نذر اپنے ذمہ لی، اور بعد نذر ماننے کے اتنے پارہ سنانا اس مقتدی پر واجب ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عبدالحئی میں ہے، یا اور کوئی طریقہ جس سے ترتیب سننے و پڑھنے والے کی قائم رہے تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے امام سے کہے کہ وہ کسی شب سولہ تراویح پڑھائے، ان میں جس قدر چھوٹ گیا ہے اس میں پڑھ دے تا کہ

---

(۱) "ویکره الفصل بسورة قصیرة وأن یقرأ منكوساً إلا إذا ختم فیقرأ من البقرة". (الدر المختار). "قوله: إلا إذا ختم إلخ: وفي الولوالجية: من یختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتین في الركعة الأولى یركع، ثم یقرأ في الثانیة بالفاتحة وشيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله علیه وسلم قال: "خیر الناس الحال المرتحل" أي الخاتم المفتتح". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعید)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإیضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قدیمي)

(وكذا في الحلبي الكبیر، تتمات فیما یكره من القرآن في الصلاة وما لا یكره إلخ، ص: ۴۹۳، سهیل اكیدمي، لاهور)

پڑھے دو بقیہ چار رکعت میں کوئی اور شخص چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھا دے، وہ شخص (امام) جس نے سورتیں پڑھائی ہیں ان میں چار نفل کی نیت کرے، پھر یہ امام چار رکعت تراویح اس شخص کو پڑھائے جس کا کچھ قرآن کریم چھوٹ گیا ہے، وہ ان میں وہ چھوٹا ہوا قرآن شریف پڑھ دے، اس طرح سے تراویح میں بھی نقصان نہ ہوگا اور قرآن کریم بھی تراویح میں پورا ہو جائے گا(1)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی قعدہ/ ۶۱ھ۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا

سوال[۲۲۰۳]: ماہِ رمضان شریف میں آج کل حفاظ جو ختم قرآن کرتے ہیں کہ اخیر کی رکعت میں قرآن ختم کرتے ہیں اور بیسویں رکعت میں "الم" سے "مفلحون" تک پڑھتے ہیں، شامی نے بھی اس کو بغیر کراہت جائز لکھا ہے(۲) اور مولوی عبدالحئی لکھنوی نے اور مولانا تھانوی نے بھی اس کو مستحسن و مستحب لکھا ہے(۳)، بہار شریعت میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی اس کو مستحب لکھا ہے، مگر بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ اگر انیسویں رکعت میں قرآن ختم کیا جائے اور بیسویں میں "الم" سے حسب منشاء پڑھ کر ختم

---

(۱) "وإذا غلط في القراءة في التراويح، فترك سورة أو آية، وقرأ ما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ المتروكة، ثم المقروءة، ليكون على الترتيب". (الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۲۳۸/۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع، فصل في التراويح: ۱۱۸/۱، رشيدية)

(۲) "(قوله: إلا إذا ختم إلخ) قال في شرح المنية: وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشيء من سورة البقرة، لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۵۴۷/۱، سعيد)

(۳) (والتفصيل في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۲۰۶/۱، سهيل اكيدمي لاهور)

قرآن کریم کو زیادہ بہتر ہے، تاکہ ترتیب میں بھی فرق نہ ہو اور حدیث میں ہے کہ ختم کے بعد پھر شروع کریں،
اس کے مطابق بھی ہو جائے، کیونکہ شامی وغیرہ کا مطالبہ یہ ہے کہ اگر انتیسویں رکعت میں ختم کیا تو بجائے اخیر
سورت کے تکرار کرنے سے "الم" سے پڑھنا بہتر ہے، مگر یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمیشہ اسی طرح بالالتزام انتیسویں
رکعت میں ختم کر کے تیسویں میں "الم" پڑھے۔ اب بتایئے ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ بہتر و افضل
ہے کون سا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصود حدیث "الحال المرتحل" پر عمل کرنا ہے، وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے، لیکن
انتیسویں میں ختم کر کے تیسویں میں شروع کرنے سے خلافِ ترتیب لازم آتا ہے جو کہ مکروہ ہے، شامی میں اس
صورت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے(۱)۔

تنبیہ: لیکن تیسویں میں "الم" سے شروع کر کے "مفلحون" تک پڑھ کر رکوع کر دینا اور پھر آئندہ
سال رمضان شریف کی پہلی شب کو "الم" سے شروع کرنا اور درمیان میں گیارہ ماہ تک بلند ہو، اس کا التزام رکھنا مناسب
نہیں، بلکہ حفاظ کو تمام سال اپنی نوافل میں یہ سلسلہ ختم جاری رکھنا چاہیے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا

سوال[۳۲۲۴]: آج کل اکثر حفاظ کا معمول ہے کہ ختم قرآن کے بالکل آخری تراویح کے
رکعتِ ثانی میں کچھ قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعتِ اول میں سورۂ ناس۔ تو کیا اس صورت میں کچھ کراہت

---

(۱) "(قوله: في آخر) الكتاب: ينبغي لحافظ القرآن في كل أربعين يوماً أن يختمه مرة، والله أعلم".
(الدر المختار، مسائل شتى: ۶/۷۵۵، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)
(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)
(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب قراءة بكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره، ص: ۴۹۶، سهيل
اكيڈمی لاہور)

نہیں ہے چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوتی ہے۔ اگر خرابی نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے: "ولو ختم القرآن في الأولی یقرأ من البقرة في الثانیة لقوله صلی الله علیه وسلم: "خیر الناس الحال المرتحل": یعني الخاتم المفتتح، اهـ". مراقي الفلاح، ص: ۲۰۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح کی بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا

سوال[۳۴۱۷]: تراویح کی نماز میں ختم قرآن اس طرح کیا جاتا ہے کہ انیسویں رکعت سورۂ ناس پر ہی ختم ہو جائے اور بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جاتی ہے، یہ بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جس میں قرآن ترتیب سے پڑھنا بیان کیا گیا ہے(۲)، لیکن دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ قرأت ختم کر کے پھر شروع کرے(۳)، بظاہر پہلی روایت نماز کے لئے اور دوسری روایت غیر نماز کے لئے معلوم ہوتی ہے جمع احادیث کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اٹھارویں رکعت پر ختم کر دیا جائے اور انیسویں، بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے، یہ حدیث کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ آج کل اس طریقہ پر کسی مسجد میں عمل نہیں

---

(۱) (مراقي الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل في المکروهات، ص: ۳۵۲، قدیمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالی عنهما قال: قال رجل: یا رسول الله - صلی الله علیه وسلم - أي العمل أحب إلی الله تعالی قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذي، أبواب القراءات، باب بلا ترجمة: ۱۲۳/۲، سعید)

(وكذا في رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۵۴۷/۱، سعید)

(۲) "عن ابن مسعود رضي الله تعالی عنه أنه سئل عن رجل یقرأ القرآن منکوساً؟ قال: "ذاك منکوس القلب". أخرجه الطبراني بسند جید، کذا في الإتقان". (إعلاء السنن، أبواب القراءة، باب کراهة قراءة القرآن منکوساً في الصلاة وغیرها: ۱۲۵/۴، إدارة القرآن، کراچي)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله تعالی عنهما قال: قال رجل یا رسول الله أي العمل أحب إلی الله؟ قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذي، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعید)

امام کو ختم تراویح میں لقمہ دینا

سوال[۳۲۱۹]: اگر کوئی شخص ختم تراویح میں لقمہ دیوے تو دینے والے کی خرابی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ بھی خرابی نہیں بشرطیکہ اپنے ہی امام کو نماز میں بوقت ضرورت لقمہ دے

"وإن فتح على إمامه لم يكن كلاماً، وينوي الفتح على إمامه دون القرآن، هو الصحيح؛ لأنه مرخص فيه، وقراءته ممنوع عنها". هدايه: ۱۲۲/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۷/محرم الحرام/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ، عبد الرحمٰن عفی عنہ۔

امام تراویح میں غلط پڑھے اور سامع نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۲۲۰]: نماز تراویح اگر ایک ہی حافظ پڑھائے اور سامع کوئی نہ ہو اور حافظ کوئی غلطی کر جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

۱..... ایسی صورت میں قرآن شریف تراویح میں سنے یا "الم تر کیف" سے؟

۲..... اگر مقتدیوں کو شبہ ہو جائے تو ایسی حالت میں مقتدی کیا کرے؟

۳..... گر قرآن شریف کی وجہ سے مقتدی تراویح کم پڑھتے ہوں تو کیا مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے "الم تر کیف" سے پڑھے؟

= (وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره، ص: ۴۹۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(۱) (الهداية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۳۷/۱، مكتبه شركة علميه ملتان)

"(بخلاف فتحه على إمامه) فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بكل حال، وينوي الفتح لا القراءة". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۶۲۲/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱۰/۲، رشيديه)

۴۔ اگر حافظ کو اطمینان ہو اور مقتدیوں کو نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

۵۔ بعض مقتدیوں کا خیال ہے کہ اگر حافظ صاحب کو یوں اطمینان ہوتا تو قرآن شریف کو بار بار کھولنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی آیت چھوٹ جائے یا تغیر وتبدل پیدا ہو کہ جس کا علم نہ حافظ صاحب کو ہے نہ مقتدیوں کو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اگر پختہ حافظ ہو کہ اس کو خوب یاد ہو، بغیر تراویح کے بھی پڑھنے اور سنانے کی وجہ سے بار بار تجربہ ہو چکا ہے تو اس کے لئے مضائقہ نہیں (۱) بلا وجہ غلطی کا اس پر وہم نہ کیا جائے۔ اگر حافظ ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے کوئی حافظ رہنا چاہئے تاکہ بھول پر بتا سکے اور غلط نہ پڑھنے دے، ورنہ "الم تر کیف" سے پڑھ لی جائے (۲)۔

۲۔ پختہ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ کر ختم قرآن کی فضیلت حاصل کرے، جو کچا حافظ ہو اور اٹکتا ہو غلط پڑھتا ہو اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے، اگر "الم تر کیف" سے پڑھانے تو اس کے پیچھے پڑھ لے ورنہ کسی دوسری جگہ پڑھے تاکہ غلطی سے حفاظت رہے، اگرچہ ختم قرآن کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے (۳)۔

مقتدی کو جو شبہ ہو امام سے دریافت کرے اور بلا تحقیق عین نماز میں نہ ٹوکے نہ پوچھے، بلکہ سلام کے بعد

---

(۱) "لا ينبغي للقوم أن يقدموا في التراويح الخوشخوان، ولكن يقدموا الدرستخوان". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "والمتأخرون كانوا يفتون في زماننا بثلاث آيات قصار أو آية طويلة حتى لا يمل القوم، ولا يلزم تعطيل المسجد، وهذا أحسن، كذا في الزاهدي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيدية)

(۳) "لو كان الإمام لحاناً لا بأس بأن يترك مسجده". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في النوافل، التراويح: ۱/۲۳۴، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۹، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيدمي لاهور)

شبہ دور کرے۔

۳... اگر مقتدی پورا قرآن نہ سنیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت میں آنا بھی بند کردیں تو پھر مجبوراً ختم نہ کیا جائے بلکہ اتنا پڑھا دے کہ مقتدی سن لیں اور مسجد کو نہ چھوڑیں لیکن ایسی حالت میں سنت ختم سے سب محروم رہیں گے(۱)، لہٰذا ہمت کرکے ختم کا اہتمام کیا جائے۔

۴... امام نے تو پڑھا یاد کیا سنایا اس کو تو اس لئے اطمینان ہے مقتدی کو اطمینان کیوں نہیں؟ اگر مقتدی کے نزدیک امام غلط پڑھتا ہے اور صحیح کرنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ ایسے امام کے پیچھے نہ پڑھے(۲)۔

۵... اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے کہ امام کو متشابہ لگ گیا پھر اس نے قرآن شریف کھول کر دیکھ لیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے، جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں ورنماز فاسد ہو جاتی ہے، تاہم اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو ایسے شخص کو ایسی حالت میں امام نہ بنایا جائے(۳)، اگر دوسرا کوئی شخص امامت کا اہل نہ ہو تو امام کو چاہئے کہ دن میں خوب یاد کرے کسی کو سنا کرے ورنہ "الم تر کیف" سے یا جہاں سے چاہے وہاں سے ہی تراویح میں پڑھ دیا کرے، غلط سلط پڑھ کر نماز خراب نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/شعبان/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ): لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة ... فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، مكتبه رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية الآتية)

(۳) "وكذا لو كان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۷، سهيل اكيدمي لاهور)

جس حافظ کو قرآن صحیح یاد نہ ہو اس کی امامت تراویح

سوال [۳۲۲۱]: ایک حافظ صاحب گاؤں میں قرآن شریف سنا رہے تھے، ایک رکعت میں کم از کم پانچ دس غلطی کرتے تھے، کچھ لوگوں نے دوسرے حافظ صاحب کا تعین کر دیا، آیا ان کا یہ فعل صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کو قرآن یاد نہیں ہے اس کو تراویح کے لئے امام نہ بنایا جائے، جس کو یاد ہے اس کو امام بنایا جاوے، اتفاقاً کہیں غلطی ہو جائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبینۂ مروّجہ

سوال [۳۲۲۲]: ۱... شبینۂ مروجہ میں پورا قرآن شریف تراویح میں پڑھنا اور مصلیان کا کھانا حفاظ شبینہ پڑھنے والوں کے لئے اور حفاظ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲... رمضان شریف میں ختم قرآن شریف پر شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ مستورات اور بچوں اور مردوں کا ہجوم و ہنگامہ اور شور و شغب ہوتا ہے اور تقسیم کے ایک حصہ کے بعض شوقین شخص ایک دوسرا حصہ لینے سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور شیرینی تقسیم نہ کرنے پر مصلیان مسجد مورد ملامت ہوں، ایسا ہو تو جو ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس ختم قرآن شریف خصوصاً نماز میں موجب اجر اور موجب سعادت و برکت ہے (۲) بشرطیکہ التزام

---

(۱) "قال الإمام: إذا كان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترك سجدة و يطوف". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۹، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذر على رأس العبد ما دام في صلاته، وما تقرب العباد إلى الله عز وجل بمثل ما خرج منه" قال أبو النضر: يعني القرآن". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب: ۲/۱۱۹، سعيد)

مالا یلزم اور عوارض مذکورہ سے خالی ہو، شبینہ مروجہ میں چند عوارض ایسے ہیں جو کہ بشکل لازم غیر منفک کے ہیں:

اولاً..... عام طور پر ریا اور فخر کے لئے شبینہ کیا جاتا ہے، اخلاص نہیں ہوتا، چنانچہ اہل محلہ اور حفاظ دوسرے اہل محلہ وحفاظ کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ہماری مسجد میں صرف اتنی دیر میں ختم ہوا۔

ریا کی ممانعت قرآن کریم، حدیث شریف سے ثابت ہے(۱) خصوصاً نماز میں ریا کے متعلق وارد ہے:

﴿فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یراءون﴾ (۲) الآیة.

= "والختم مرة سنة، ومرتين فضيلة، وثلاثاً أفضل". (الدر المختار) وفي رد المحتار: "(قوله: والختم مرة سنة) أي قراءة الختم في صلاة التراويح سنة". (باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۴، ۴۱۵، قديمي)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من يسمّع يسمّع الله به، ومن يراء يراء الله به". (ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، ص: ۳۱۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۲/۹۶۲، قديمي)

(۲) (الماعون: ۴)

﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وغيره: يعني المنافقون الذين يصلون في العلانية ولا يصلون في السر، ولهذا قال: ﴿للمصلين﴾ الذين هم من أهل الصلاة وقد التزموا بها، ثم عنها ساهون ... ﴿عن صلاتهم ساهون﴾ ولم يقل: في صلاتهم ساهون، وإما عن وقتها الأول فيؤخرونها إلى آخره دائماً أو غالباً، وإما عن أدائها بأركانها وشروطها على الوجه المأمور به، وإما عن الخشوع فيها والتدبر لمعانيها ... ﴿الذين هم يراءون﴾ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن في جهنم لوادياً تستعيذ جهنم من ذلك الوادي في كل يوم أربع مائة مرة، أعد ذلك للمرائين من أمة محمد لحامل كتاب الله، وللمتصدق في غير ذات الله، وللحاج إلى بيت الله وللخارج في سبيل الله". (تفسير ابن كثير، الجزء الثلاثون، سورة الماعون: ۴/۷۱۸، ۷۱۹، مكتبه دار السلام الرياض)

"اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالى واجب، والرياء فيها -وهو أن يريد بها غير وجه الله تعالى- حرام بالإجماع للنصوص القطعية، وقد سمى عليه السلام الرياء "الشرك الأصغر" ... فلو صلى =

رابعاً……روشنی اور دیگر تکلفات ایسے کئے جاتے ہیں جو کہ حدِ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾(۱)۔

ترجمہ: اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو (بیان القرآن)۔

خامساً……حفاظ کے لئے نقد یا مٹھائی اور کچھ خورد ونوش کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ صورۃً اور حقیقۃً بھی تلاوت کی اجرت ہے اور ممنوع ہے عینی شرح ہدایہ میں ہے: "الآخذ والمعطي آثمان اھ" (۲)۔

سادساً… مردوں اور بچوں کا ہجوم ہو کر شور وشغب ہوتا ہے اور یہ شور وشغب احترامِ مسجد کے خلاف ہے (۳) اور ساتھ ساتھ اگر عورتیں بھی آ گئیں پھر تو اللہ کی پناہ مفسدہ کی کچھ حد نہیں رہے گی:

"المرأة عورة إذا خرجت من بيتها، استشرفها الشيطان". الحديث (٤)۔

اور پھر کبھی عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں جو کہ اکثر پیشاب کر کے مسجد کو ملوث کرتے ہیں حدیث شریف میں بچوں سے خاص طور سے مسجد کو محفوظ رکھنے کا امر آیا ہے: "جنبوا مساجدكم صبيانكم" (۵)۔

سابعاً… اس سلسلہ میں ہر نمازی سے چندہ وصول کیا جاتا ہے جن میں بعض غریب اور نادار ہوتے ہیں وہ یا چندہ بالکل نہیں دینا چاہتے یا کم دینا چاہتے ہیں مگر شبینہ اور ختم کے کارکن بھی شرم وغیرت دلا کر بھی نا جائز

= وكذا التعجيل من ثلاثة أيام ... الخ". (ص: ۱۰۹، قديمي)

(۱) (الأعراف: ۳۱)

(۲) (رد المحتار: ۱/۵۶، سعيد)

(۳) تقدم تخريجه من رد المحتار: ۱/۶۶۲، سعيد)

(٤) (جامع الترمذي، قبيل أبواب الطلاق، باب ما جاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها، باب: ۱/۲۲۲، سعيد)

وقال العلامة المناوي: "قال الطيبي: ... والمعنى المتبادر أنها ما دامت في خدرها لم يطمع الشيطان فيها وفي إغواء الناس، فإذا خرجت طمع وأطمع؛ لأنها حبائله، وأعظم فخوخه". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵/۱۲، ۹۱۱، ۹۱۱۶، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۵) (سنن ابن ماجة في كتاب المساجد والجماعات، باب ما يكره في المساجد: ص: ۵٤، قديمي)

دباؤ ڈال کر ان سے زر کثیر وصول کرتے ہیں: "لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه"(۱)۔

چہارم... مٹھائی زیادہ تر فخر و ریاء کے لئے تقسیم کی جاتی ہے اور فخر و ریاء کے کھانے کی ممانعت بھی احادیث میں آئی ہے(۲)۔

پنجم... جو شخص چندہ نہ دے اس پر طعن کیا جاتا ہے، اس کے لئے القاب بخیل وغیرہ تجویز کئے جاتے ہیں: قال الله تعالی: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب﴾ الآیة (۳)۔ "سباب المسلم فسوق" الحدیث (٤)۔

ششم... ایسے لوگوں کے پیچھے غیبت کی جاتی ہے اور گناہ میں داخل کیا جاتا ہے: ﴿ولا یغتب بعضکم بعضاً﴾ الآیة(۵)۔

اس کے علاوہ بعض جگہ لڑائی اور سخت کلامی کی نوبت آتی ہے اور دوسرے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ عام شبینہ اور ختم مروجہ میں یہ تمام مفاسد یا اکثر موجود ہوتے ہیں، اس لئے اس کو روکنا اہل علم کا فرض ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۹/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۸/ رمضان/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ رمضان/۶۳ھ۔

---

(۱) (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "المتباریان لا یجابان، ولا یؤکل طعامهما". قال الإمام أحمد: یعني المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً" رواه البیهقي في شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قدیمی)

(و شعب الإیمان: ۵/۲۰۷۸)

(والدیلمي: رقم: ۶۱۰۲)

(۳) (الحجرات: ۱۱)

(٤) (رواه الطبراني في الکبیر: ۱۰/۲۰۳)

(والبخاري في کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن أن یحبط عمله وهو لا یشعر: ۱/۱۲، قدیمی)

(۵) (الحجرات: ۱۲)

لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ

سوال [۳۴۴۳]: ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن تراویح نماز نفل باجماعت میں ایک ہی شب میں ختم کر لیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبے کے باشعور اہلِ علم حضرات ختم قرآن شریف کے لئے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں، تاکہ لوگوں میں حفظ قرآن کا جذبہ پیدا ہو اور حفاظ کی یادداشت بھی پختہ ہو جائے۔ ختم قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں، بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال ہوتا ہے، اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کرکے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں۔

۱..... اس تمہید کے بعد سوال یہ ہے کہ ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... تلاوتِ قرآن کی آواز جن جن لوگوں کو سنائی دے رہی ہے ان سب پر سماعِ قرآن فرض ہے یا صرف حاضرینِ مجلس کا سننا کافی ہے؟

۳..... لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی آواز قضائے حاجت کرنے والوں [illegible] کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے، ملائکہ علیہم السلام تک سننے کے لئے آتے ہیں(۱)، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حفظ قرآن پاک کا جذبہ اور اس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک جذبہ اور مبارک داعیہ ہے، ایسی پاکیزہ مجالس کی برکت سے بہت سی واہیات، خرافات اور منکرات سے حفاظت بھی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ خود تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان کے مناسب توجہ فرماتے ہیں اور جب سکون واطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب وشوق سے حاضر ہوکر

---

(۱) "عن اسيد بن حضير رضي الله تعالى عنه قال: بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة وفرسه مربوطة عنده إذ جالت الفرس فسكت فسكنت ... فانصرف إليه ورفع رأسه إلى السماء، فإذا مثل الظلة ... فقال: "وتدري ما ذاك؟" قال: لا، قال: "تلك الملائكة دنت لصوتك" الحديث.
(مشكوة المصابيح، فضائل القرآن، ص: ۱۸۴، قديمي)

میں، کسی کو گرانی، دو پارے ہوں تو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں تین روز سے کم میں ختم کرنے کو جو منع فرمایا گیا ہے اس کا بھی منشاء یہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حقِ تلاوت ادا نہیں ہوتا ہے(۱)، بلکہ بلا غور و تدبر کے جلدی جلدی گرانی اور ناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، عامۂ تراویح میں جن حالات کا مشاہدہ ہوتا ہے(۲)۔

ان محاسن کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس مبارکہ کو تتبع کرکے دیکھا جاتا ہے تو وہاں ایسی مجالس کا کہیں پتہ نہیں ملتا کہ ایک مجلس میں جمع کرکے ختم کیا گیا ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو یا نمبروار چند حضرات نے ایک مجلس میں ختم کیا ہو۔ قرآن کریم کے ساتھ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا کہ بعض صحابہ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے(۳) اور بعض اکابر سے ایک ایک دن میں کئی کئی قرآن پاک ختم کرنا بھی منقول ہے مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے مجلس جمع کرکے نہیں(۴)۔

جو شوق و شغف ان حضرات کو تھا، اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کو نصیب نہیں، ان حضرات کے اتباع ہی میں برکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر و برکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں،

---

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لم یفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث" هذا حدیث حسن صحیح" (سنن الترمذي، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعید)

(۲) "و یجتنب المنکرات هذرمة القراءة، و ترک تعوذ و تسمیة و طمأنینة و تسبیح و استراحة".

(الدر المختار، باب الوتر و النوافل: ۴۷/۲، سعید)

(و کذا في مراقي الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل في صلاة التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمي)

(۳) "روي عن عثمان بن عفان رضي الله تعالیٰ عنه أنه کان یقرأ القرآن في رکعة یوتر بها" (سنن الترمذي، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعید)

(۴) "و عن أبي حنیفة رحمه الله تعالیٰ أنه کان یختم في شهر رمضان احدی و ستین ختمة: ثلثین في اللیالي، و ثلثین في الأیام، و واحد في التراویح" (الحلبي الکبیر، فصل في النوافل، تنبیه، ص: ۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

ہوسکتا ہے کہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، مگر جب اس کا شیوع ہوگا تو اس میں قراء وحفاظ کا تفاخر بھی ہوگا، سامعین ایک دوسرے پر وجہ فضیلت دیں گے اور دوسرے کی تنقیح بھی کی جائے گی۔ پھر ہوسکتا ہے کہ کوئی انعام دینے کی نوبت بھی آجائے اور حاضرین کے لئے طعام ودعوت کا بھی انتظام ہو۔ غرض! اخلاص ورضائے خداوندی کا بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا، اس کے سوا اور بھی مفاسد کثیرہ کا خطرہ ہے۔

نیز اگر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام سامعین کے لئے ہے، تو دوسرے جو لوگ اپنی نماز، تلاوت، وظیفہ میں مشغول ہوں گے مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کرسکیں گے اور ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی سب طاعات کو چھوڑ کر اس کے سننے کی طرف متوجہ رہیں، یہ بھی زیادتی ہے، کچھ لوگ سوتے ہوں گے، یا اپنے دینی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے(۱) غرض! ایسی صورت اختیار نہ کی جائے، جو سلف صالحین کے خلاف ہو۔ امید ہے کہ جداگانہ نمبروار جواب کی ضرورت اب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۹۹ھ۔

شبینہ

سوال[۳۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱…… تین شخصوں کی جماعت کرکے ایک کلام اللہ ایک ہی شب میں ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲…… اور رمضان المبارک میں شب قدر میں یعنی پانچ راتوں میں تہجد کی نماز باجماعت کرکے ایک کلام اللہ ختم کرنا کیسا ہے، بشرطیکہ اس جماعت میں تین آدمیوں سے زیادہ شریک ہوں؟

۳…… نیز اگر رمضان میں تراویح میں ایک قرآن شریف ایک ہی شب میں طلوع فجر سے قبل ختم کردیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اس صورت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا ثواب اس کے پڑھنے

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "يجب على القاري احترامه بأن لا يقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فيها، كان هو المضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، … والجهر بالقرآن أفضل مالم يكن عند مشغولين مالم يخالطه رياء". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ومالا يكره، ص: ۴۹۷، سهيل اكيڈمي، لاهور)

والے کو ملے یا نہیں؟ جوابات بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

عبداللطیف اعزازی مظاہری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر یہ سب شوقین ہیں اور دل لگا کر سنیں تو جائز ہے، اگر شوق نہیں مگر اظہار فخر کے لئے ایسا کریں تو ناجائز ہے(۱)۔

۲..... تین آدمیوں سے زیادہ نفل نماز بجماعت مکروہ ہے۔

۳..... اس کو جواز بھی موقوف ہے سب کے شوق پر، اگر سب نے شوق سے دل لگا کر سنا تب تو جائز ہے، اگر گرانی سے جبراً سنا یا فخر کے لئے سنا، یہ ممنوع ہے، ایسی حالت میں تمام رمضان شریف میں ایک قرآن شریف ختم کرنا چاہئے، بلکہ اگر سامعین پر گرانی ہو یا تقلیل جماعت کا اندیشہ ہو تو فقہاء نے لکھا ہے کہ "الم ترکیف" سے تراویح پڑھادے یا اور مختصر حصہ قرآن شریف پڑھ لے:

"ویکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعۃ بواحد اھ". درمختار۔ "(قولہ: أربعۃ بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنین بواحد فلا یکرہ، وثلاثۃ بواحد فیہ خلاف، بحر عن الکافی. وھل یحصل بھذا الاقتداء فضیلۃ الجماعۃ؟ ظاہر ما قدمناہ من أن الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ یفید عدمہ، تأمل، اھ". رد المحتار: ۲/۴۹(۲)۔ "قال شمس الأئمۃ الحلوانی: إن اقتدی بہ ثلاثۃ لایکون تداعیاً، وإن اقتدی بہ أربعۃ فالأصح الکراھۃ اھ". طحطاوی، ص: [illegible](۳)۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراءون﴾ (الماعون: ۴-۶)

"اعلم أن إخلاص العبادۃ للہ تعالیٰ واجب، والریاء فیھا، وھو أن یرید بھا غیر وجہ اللہ تعالیٰ حرام بالإجماع للنصوص القطعیۃ، وقد سمی علیہ السلام الریاء: "الشرک الأصغر" ...... وفی الینابیع: قال إبراہیم بن یوسف: لو صلی ریاءً فلا أجر لہ وعلیہ الوزر". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۶/۴۲۳، سعید)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامۃ، ص: ۲۸۶، قدیمی)

"قال في البحر: فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، وبعضهم سورة الفيل أي البداءة منها ثم يعيدها، وهذا أحسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات. قال في الحلية: وعلى هذا استقر عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا، إلا أنهم يبدأون بقراءة سورة التكاثر في الأولى والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قراءتهم في التاسعة عشر بسورة تبت، وفي العشرين بالإخلاص" (رد المحتار: ۲/۴۷)(۱)۔

ایک شب میں تمام قرآن شریف ختم کرنے میں عموماً حفاظ اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ حرکات بلکہ کلمات تک غلط اور غائب ہو جاتے ہیں، ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/.../۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/شوال/۵۹ھ۔

شبینہ، وقتِ عشاء اور تراویح

سوال[۳۴۴۵]: ا... شبینہ متعارف جو ایک رات میں ہوتا ہے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے؟

= (وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيدية)

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ورتل القرآن ترتيلا﴾ أي اقرأه على تمهل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره، وكذلك كان يقرأ صلوات الله وسلامه عليه. قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: كان يقرأ السورة فيرتلها حتى تكون أطول من أطول منها" (تفسير ابن كثير، الجزء التاسع والعشرون، سورة المزمل: ۴/۵۹۹، مكتبة دار السلام رياض)

"والتحرز عن الهذرمة، وترك التعوذ، وترك تعديل الأركان وغيرها، كما يفعله من لا خشية له" (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۱۱۲، قديمي)

میں کثرت کلام پاک تراویح میں ہم سامعین سے واقع ہوتی ہیں؟

۲۔ نقشۂ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰/ رمضان المبارک کو افطار ریڈیو کا ۶ بجکر ۴۹/ منٹ پر تھا، شفق کی وجہ سے عشاء کی اذان ۸ بجکر ۳۰/ منٹ پر ہوئی اور ۵/ منٹ بعد یعنی ۸:۳۵ پر جماعت کرادی گئی، لہذا نماز عشاء باجماعت ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرض دہرانا چاہئیں؟ اور تراویح ہوئیں یا نہیں؟ اور اس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ مکروہ ہے (۱)۔

۲۔ عشاء کا وقت مغرب کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے، شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حمرت ہے، اسی کو مراقی الفلاح میں مفتیٰ بہ کہا گیا ہے، یہی صاحبین کا قول ہے (۲)۔ دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرت کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے (۳)۔ لہذا اگر اس روز ۸ بجکر

---

(۱) "قوله: هذرمة ... سرعة الكلام والقراءة، قاموس". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

"ويجتنب من الهذرمة، وترك الترتيل، وترك تعديل الأركان، ونحوها كما يفعله من لا خشية له". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۲، قديمي)

(۲) "(و) أول وقت (المغرب منه) إلى (قبيل غروب الشفق الأحمر على المفتى به)، وهو رواية عن الإمام، وعليها الفتوى، وبها قالا: أي به قال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: لقول ابن عمر: الشفق الحمرة، وهو مروي عن أكابر الصحابة رضي الله تعالى عنهم، وعليه إطباق أهل اللسان، ولما صح رجوع الإمام إليه". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۱۷۷، قديمي)

(۳) "قوله: (وهو البياض) أي الشفق هو البياض عند الإمام، وهو مذهب أبي بكر الصديق وعمر ومعاذ وعائشة رضي الله تعالى عنهم، وعندهما وهو رواية عنه: هو الحمرة، وهو قول ابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهما، وصرح في المجمع بأن عليها الفتوى، ورده المحقق في فتح القدير بأنه لا

جماعت پر شفق احمر غائب ہوچکی تھی مگر شفق ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قول اول پر نماز وا ذان درست ہوگی اور قول ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرض عشاء کا اعادہ کرلیا جائے اور بس۔ اور اگر شفق ابیض بھی غائب ہوچکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی، اگر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی (۱)، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے، سنن وتراویح کا اعادہ نہیں (۲)، نماز وتر تو بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا، اس کا بھی اعادہ نہیں۔

تنبیہ: غروب شفق کا وقت اختلاف زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شبینہ کا حکم

سوال [۳۳۲۱]: ۱... ایک بلڈنگ ہے جس میں مختلف کمروں میں بیک وقت نماز نفل میں قرآن پڑھا جارہا ہے، مثلاً ایک کمرے میں پارہ نمبر: ۱ سے پارہ نمبر: ۱۰ تک، پھر دوسرے کمرے میں پارہ نمبر: ۱۱ سے پارہ نمبر: ۲۰ تک پھر تیسرے کمرہ میں پارہ نمبر: ۲۱ سے پارہ نمبر: ۳۰ تک پڑھا جارہا ہے۔ تو اس پر شبینہ کا

= بمساعدة رواية ولا دراية ...... ورجحه أيضاً تلميذه قاسم في تصحيح القدوري، وقال في آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح .... وفي السراج الوهاج لقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة أحوط". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۷، رشيديه)

(۱) (راجع ص: ۳۳۶، رقم الحاشية: ۲۰۱)

(۲) "(والقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) ...... وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاث المنهية عنها". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۱، رشيديه)

"قوله: (ولم تقض إلا تبعاً): أي لم تقض سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفرض تبعاً للفرض ... وقيد بسنة الفجر؛ لأن سائر السنن لا تقضى بعد الوقت لا تبعاً ولا مقصوداً". (البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلوة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح: ۱/۶۹۱، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صلوة التراويح، ص: ۴۱۲، قديمي)

طلاق ہوگا یا نہیں؟

۲۔ شبینہ کی تعریف، اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر امام اطمینان سے اعتدال کے ساتھ پڑھے اور مقتدی شوق کے ساتھ ثواب کے لئے سنیں تو ممنوع نہیں اور شبینہ متعارفہ میں یہ شرط نہیں(۱)۔

۲... ایک شب میں ایک قرآن کریم ختم کرنے کو عرفاً شبینہ کہتے ہیں، بعض جگہ تراویح میں اور بعض جگہ نوافل میں پورا قرآن شریف ایک ہی رات میں ختم کیا جاتا ہے(۲)، پھر سامعین اکثر بیٹھے رہتے ہیں(۳)، بعض جگہ چائے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، کبھی کئی کئی حافظ ختم کرتے ہیں، پھر تین مقابلہ اور مناظرہ ہوتا ہے کہ ہماری مسجد میں اتنے نفلوں نے پڑھا، اتنی دیر میں ختم ہوا(۴)، اتنے آدمیوں میں چندہ اور مٹھائی تقسیم ہوئی وغیرہ وغیرہ(۵)، یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے(۶)۔ جب آدمی اپنے ذوق وشوق سے جس قدر چاہے

---

(۱) "عن أبي أمامة قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذر على رأس العبد ما دام في صلاته، وما تقرب العباد إلى الله عز وجل بمثل ما خرج منه". قال أبو النضر: يعني القرآن". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة: ۲/۱۲۹، سعيد)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث". (جامع الترمذي، المصدر السابق)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع، يقوم، لأن فيه إظهار التكاسل والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، ص: ۴۱۰، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) قال الله تعالى: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون. الذين هم يراءون﴾ الآية (الماعون: ۳،۴)

(۵) "وعن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طعام أول يوم حق، وطعام اليوم الثاني سنة، وطعام يوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به" الترمذي". (مشكوة المصابيح، باب الوليمة، ص: ۲۷۹، قديمي)

(۶) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في=

پڑھے یک دو مقتدی اس کے ساتھ ہوں تو مضائقہ نہیں، نوافل کی جماعت چار آدمیوں سے زائد نہ کی جائے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۹۲ھ۔

لیلۃ القدر میں تنہا عبادت افضل ہے یا شبینہ میں شرکت کرنا

سوال [۳۲۲۱]: رمضان المبارک کی شب قدر افضل ہے، ۲۷/ شب کو عبادت کرنا تلاوت قرآن، نفل نماز، درود، استغفار وغیرہ یا شبینہ میں جا کر ختم قرآن میں شرکت کرنا، ان دونوں عملوں میں سے کون سا عمل بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آج کل شبینہ میں اس قدر مفاسد پیدا ہوگئے ہیں کہ ان کے جواز ہی میں کلام ہے، چہ جائے کہ افضل ہو، لہذا تنہا عبادت افضل ہے(۲)، مثلاً اس کے لئے چندہ کرنا جس میں حدود کی رعایت نہیں ہوتی، روشنی وغیرہ

= أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"أي جدد وابتدع وأظهر واخترع (في أمرنا هذا) أي في دين الإسلام .... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(۱) "ويحكى عن شمس الأئمة السرخسي أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره، وإن اقتدى ثلاثة بواحد، ذكر هو رحمه الله تعالى أن فيه اختلاف المشايخ، قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لا يكره، وإذا اقتدى أربع بواحد، كره بلا خلاف". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۲۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل أكيدمي لاهور)

(۲) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أفضل صلوتكم في

میں اسراف ہے(۱)، تداعی یا اہتمام (۲)، قرأت کے وقت امام کا اتنا تیز پڑھنا کہ حروف بھی صحیح ادا نہ ہوں، ارکانِ صلوٰۃ وواجبات کو بھی اطمینان سے ادا نہ کرنا، چہ جائیکہ سنن ومستحبات (۳)، بعض لوگوں کا پیچھے بیٹھے رہنا، بعض کا باتوں میں مشغول رہنا اور امام کے رکوع کے وقت شریک ہونا (۴)، بعض کا شور وشغب کرنا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

ختم قرآن کے موقع پر پانی وغیرہ دم کرانا

سوال[۳۲۴۸]: رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر امام صاحب سے پانی ہوتل اکثر دم مرحہ

البیت: ۱/۱۰۲، سعید)

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان والدار قطني في المجتبى".

(مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۲) "قال شمس الأئمة الحلواني: إن اقتدى به ثلاثة لا يكون تداعياً، وإن اقتدى به أربعة فالأصح الكراهة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۸۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعيد)

(۳) "ويجتنب المنكرات هذرمة القراءة، وترك تعوذ وتسمية وطمانينة وتسبيح واستراحة".

(الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۰، قديمي)

(۴) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع يقوم". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في التراويح، ص: ۴۱۳، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

تیل وغیرہ پر نمازی دم کراتے ہیں اور تبرک سمجھ کر اس کو استعمال کرتے ہیں، اس وقت خاص برکت ہوتی ہے یا ہمیشہ ختم کراکے دم کرائے؟ اس رسم کو جاری رکھنے میں حرج ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن کریم کی برکت ہمیشہ ہوتی ہے، رمضان شریف کی برکت رمضان کے ساتھ خاص ہے، ختم کی برکت ختم کے ساتھ خاص ہے، تراویح کی برکت تراویح کے ساتھ، اس لئے اس وقت دم کرانے میں مضائقہ نہیں مگر اس کو رسم بنانا اور التزام کرنا نہیں چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ختم تراویح پر مٹھائی وغیرہ کے لئے چندہ دینا

سوال [۳۳۲۹] : ختم شریف کی خوشی میں اختتام کا پیسا اکٹھا کرکے مٹھائی چالیس کلو جانا اور اس میں روشنی کرنا، سجانا، خاص کر غیر مسلم کو دعوت دینا، کیا یہ سب ہمارے مذہب میں جائز ہے یا صرف مٹھائی بانٹنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ختم قرآن شریف پر مٹھائی کے لئے چندہ کرنے میں عامۂ حدود کی رعایت نہیں کی جاتی، اس کو لازم سمجھا جاتا ہے، چندہ لینے میں زور ڈالا جاتا ہے، عار دلائی جاتی ہے کہ فلاں نے کم کردیا، تفاخر کیا جاتا ہے، بعض آدمی مجبوراً قرض لیکر دیتے ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے اس کو منع کیا جاتا ہے، روشنی اور سجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے، اس کی اجازت نہیں (۲)۔ ختم کو خاندانی شادی کی تقریب قرار دے کر اس میں مدعو کرنا خاص کر غیر مسلم

---

(۱) "ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالى ..... قالوا ..... وأما من القرآن أو شيئ من الدعوات، فلا بأس به". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۶، رشيديه)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدارقطني في المجتبى".

کو ہرگز نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۹۰ھ۔

ختم تراویح میں چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کے لئے چندہ دینا

سوال [۳۳۲۱]: رمضان میں ختم کے سلسلہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں حافظ کو دینے کے لئے شیرینی وچراغاں کرنے کے لئے، آیا وہ لوگ ثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یا اپنے گناہوں میں چندہ دیکر اضافہ گناہوں کا کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ کو اجرت دینا حرام ہے، روشنی زیادہ بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدعت اور ناجائز کام کے لئے چندہ دینا ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الآیۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۰ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین﴾ (الأعراف: ۱۳۱) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تبذر تبذیرا﴾ لما أمر بالإنفاق، نہی عن الإسراف فیہ ... ﴿إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین﴾ أی أشبہہم فی ذلک. قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: التبذیر الإنفاق فی غیر الحق ... وقال قتادۃ: التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالیٰ، وفی غیر الحق والفساد". (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الإسراء: ۵۳/۳، مکتبۃ دار السلام الریاض)

(۱) ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ ... "وینہاہم عن التناصر علی الباطل، والتعاون علی المآثم والمحارم". (تفسیر ابن کثیر، الجزء السادس، سورۃ المائدۃ: ۲، ۱۰/۲، مکتبۃ دار السلام ریاض)

"نہی عن معاونۃ غیرنا علی معاصی اللہ تعالیٰ" (أحکام القرآن للجصاص، الجزء السادس، سورۃ المائدۃ: ۲، ۳۸۱/۲، قدیمی)

الفصل الرابع فی الترویحۃ وتسبیحہا

(ترویحہ اور اس کی تسبیح کا بیان)

ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟

سوال[۳۳۴۱]: تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح اور چار رکعت کے بعد تسبیح اور دعاء کیا شریعت کے مطابق ہے یا بدعت ہے؟ تراویح کے ختم ہونے پر کچھ آدمی مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سلام وغیرہ انبیاء کرام پر بآواز بلند فرماتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسۂ استراحت نہیں، چار رکعت کے بعد ہے۔ اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت، دعاء سب باتوں کا اختیار ہے، کسی ایک چیز پر اصرار نہیں چاہیے (۱)۔ یہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام پر صلوٰۃ پڑھنا بھی دعاء ہے اور دعاء میں اخفا افضل ہے، لہٰذا بلند آواز ترک کر کے آہستہ پڑھیں اور کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے ہر شخص آہستہ آہستہ پورے خشوع کے ساتھ دل لگا کر دعاء کرتا ہے (۲)، اسی طرح ہر شخص صلوٰۃ وسلام بھی پڑھے اور جب تک توفیق ہو دن میں رات میں اس مبارک

---

(۱) "(یجلس) ندباً بین کل أربعة بقدرها، وکذا بین الخامسة والوتر) ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلاة فرادی، نعم! تکره صلاة رکعتین بعد کل رکعتین" (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۳/۲، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً﴾ قیل معناه تذللاً واستکانةً وخفیةً کقوله: ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ الآیة. وفی الصحیحین عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أیها الناس! اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصمَّ ولا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریبٌ". ﴿تضرعاً وخفیةً﴾ قال: السر، وقال:

وظیفے میں مشغول رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اجتماعی دعاء

سوال[۳۴۴۲]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعا مانگتے ہیں(۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعاء، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت

= ابن جریر: ﴿تضرعاً﴾ تذللاً واستكانةً لطاعته ﴿وخفيةً﴾ يقول: بخشوع قلوبكم وصحة اليقين بوحدانيته وربوبيته فيما بينكم وبينه، لا جهراً مراءاةً". (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن، سورة الأعراف: ۲/۲۹۹، دار الفيحاء)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى علي واحدةً، صلى الله عليه عشراً". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وفضلها، ص: ۸۶، قديمي)

"وعن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جاء ذات يوم والبشرى في وجهه، فقال: "إنه جاءني جبرئيل فقال: إن ربك يقول: أما يرضيك يا محمد! أن لا يصلي عليك أحد من أمتك إلا صليت عليه عشراً، ولا يسلم عليك أحد من أمتك إلا سلمت عليه عشراً". رواه النسائي والدارمي" (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ ...... وقال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء" (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۶۱۳، قديمي كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا سلم من الصلوة قال: "اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت، وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، مكتبه إمداديه ملتان)

نہیں، اس سے احتیاط کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ میں دعاء

سوال[۳۳۴۴]: ما تقولون في حق المناجاة في كل ترويحة برفع اليدين، هل تركها أولى شرعاً بخبر مقرون أو فعلها أولى استحساناً؟ لكن من لم يعملها يذم ويلقب بالوهابية، ويقال: هو خارج من أهل السنة والجماعة، ولا تجوز خلفه الصلوة، وأيضاً بينوا ما العمل فيها بالحرمين والهند؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فالمناجاة المذكورة لم تثبت عن أحد ممن يقتدى به، بل هي بدعة ينبغي تركها. "وينبغي له أن يتجنب ما أحدثوه من الذكر بعد كل تسليمتين من صلوة التراويح، ومن رفع أصواتهم بذلك" إلى قوله: "والحدث في الدين ممنوع، وخير الهدي هدي محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم الخلفاء بعده، ثم الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ولم يذكر أحد من السلف فعل ذلك، فيسعنا ما وسعهم" اهـ. المدخل (۲)۔

---

(۱) "(ويجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر)، ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى" (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(۲) "من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۹، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

قال العلامة الشاطبي: "البدعة طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشريعة، يقصد بالسلوك عليها ما يقصد بالطريقة الشرعية" . . . "وفي قوله "تضاهي الشريعة" منها التزام الكيفيات والهيئات المعينة كالذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد، واتخاذ يوم ولادة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عيداً وما أشبه ذلك" (الاعتصام، باب في تعريف البدع وبيان معناها الخ، ص: ۲۴-۲۵، دار المعرفة بيروت)

ایضاً

الاستفتاء [۳۳۳۴] : تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد امام بلند آواز سے اجتماعی دعا مانگے یا نہ مانگے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آہستہ دعا مستحب ہے مگر اجتماعی نہیں بلکہ انفراداً جس کا دل چاہے دعا مانگے، جس کا دل چاہے تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے، اہل مکہ کا ہر چار رکعت کے بعد طواف کا بھی معمول رہا۔

"ويجلس ندباً بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر، ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلوة فرادى، وأهل مكة يطوفون وأهل المدينة يصلون أربعاً اهـ". شامي: ۲/۴۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ کے بعد دعاء

سوال [۳۳۳۵] : ہمارے یہاں تراویح کے ہر چار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت کرتے ہیں اور ہر جلسۂ استراحت میں امام اور تمام مقتدی آواز بلند درود شریف، توحید و استغفار پڑھتے ہیں، ایسے پڑھنا کیسا ہے؟ کتب فقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا و درود آہستہ پڑھنا افضل ہے: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ . الآية (۲). فقط.

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

قال الله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ قيل معناه تذللاً واستكانةً وخفيةً كقوله: ﴿واذكر ربك في نفسك﴾ الآية. وفي الصحيحين عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال:

ایضاً

سوال [۳۴۳۲]: تراویح کی ہر چہار رکعت پڑھنے کے بعد دعاء کرنا اور عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنا واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر چہار رکعت تراویح کے بعد استراحت مستحب ہے اور اس وقت اس کو اختیار ہے کہ چاہے تلاوت کرے، چاہے تسبیح وتہلیل، درود پڑھے، چاہے دعاء کرے، چاہے نوافل پڑھے، لیکن دعاء کا التزام کرنا اور بحیثیت سے دعاء پر اصرار کرنا، ترک پر ملامت کیا جانا منع ہے کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں (۱)۔

أما الاستراحة في أثناء التراويح، فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة، وليس المراد حقيقة الجلوس، بل المراد الانتظار وهو المخير إن شاء جلس، وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ أو صلى نافلة منفرداً. اهـ. كبيرى (۲)۔

اور عیدین کی نماز کے بعد خصوصیت سے دعاء یا عدم منقول نہیں، لیکن مطلقاً ہر نماز کے بعد دعاء روایات

= رفعت من أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، فإنكم لا تدعون أصم و لا غائباً، إن الذي تدعون سميع قريب" ﴿تضرعاً و خفية﴾ قال: السر، و قال ابن جرير: ﴿تضرعاً﴾: تذللاً و استكانة لطاعته ﴿و خفية﴾ يقول: بخشوع قلوبكم و صحة اليقين بوحدانيته و ربوبيته فيما بينكم و بينه لا جهاراً مراءاة". (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن، سورة الأعراف: ۲۱۶/۲، دار الفيحاء)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحج، قبيل مطلب اثناء على الكريم دعاء: ۵۰۷/۲، سعيد)

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في المرقاة، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد: ۳۱/۳، رشيديه)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۲/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۴۴۶/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

سے ثابت ہے، پس ترویحہ کے بعد بھی دعا کرنا مسنون ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال [۳۳۳۲]: بعد چہار رکعت تراویح مناجات کردن چہ حکم دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد ہر چہار ترویحہ جلسۂ استراحت مستحب است، و دریں اختیار است، خواہ تسبیح و درود خوانند، و خواہ در نوافل و تلاوت مشغول مانند، خواہ ایں وقت در دعاء ومناجات گزارند، کذا فی سکب الأنهر: ۱/۲۰۳(۲)۔ ودست برداشتہ در ترویحہ دعاء کردن ثابت نیست(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ وقال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۶۳۷، قديمي)

"وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: "اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، إمدادية ملتان)

(۲) "(عشرون ركعة بعشر تسليمات، وجلسة بعد كل أربع بقدرها) ... (ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى)". (سكب الأنهر (الدر المنتقى شرح الملتقى) على هامش مجمع الأنهر، باب الوتر والنوافل، فصل: التراويح سنة مؤكدة: ۱/۲۰۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيدية)

(۳) "من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۸، رشيدية)

ہر دو رکعت پر تسبیح

سوال [۳۳۳۸]: بعض جگہ تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد تسبیح پڑھتے ہیں، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسہ استراحت نہیں، چار رکعت کے بعد ہے، اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت، دعا سب باتوں کا اختیار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں تسبیحات

سوال [۳۳۳۹]: تراویح میں تسبیحات پڑھتے ہیں، وہ آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے، اس کے ان کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"الصلوة سنة التراويح رحمكم الله" ہر تراویح کے دوگانہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں: "الفضل من الله ونعمته ومغفرته ورحمته وعافيته وسلامه، لا إله إلا الله، والله أكبر" إلى آخره۔

بعد میں تراویح کے تین بار پڑھیں: "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له" إلى آخره۔ امام کے دعا مانگنے کے بعد یہ پڑھیں: "اللهم صل على سيدنا الخ"۔ دعا مانگنے کے بعد اس کو ایک بار پڑھیں: "خليفة رسول الله بالتحقيق" اور چوتھی کے بعد پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے جو تسبیحات کاغذ پر لکھیں ہیں ان کا پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ کتب فقہ میں ہے(۲)، اس لئے جو تسبیح فقہائے کرام نے لکھی ہے اس کو پڑھیں یا درود شریف پڑھیں اور استغفار میں

---

(۱) وقد مر تخريجه تحت عنوان: "ہر دو رکعت کے بعد کیا پڑھے؟"

(وسيأتي أيضاً تحت عنوان: "تراویح کی تسبیح")

(۲) "من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۸، رشيدية)

مشغول رہیں(۱) جہاں تک ہو سکے آہستہ پڑھیں جو طریقہ رواج پکڑ چکا ہے وہ ثابت نہیں، اس کی اصلاح کریں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جہراً ترویحہ کی تسبیح

سوال[۳۳۴۰]: ماہِ رمضان المبارک میں تراویح میں ہر ترویحہ پر تسبیح جو پڑھی جاتی ہے شریعت میں کیا حکم ہے؟ اگر ایک شخص تسبیح کو بلند آواز سے پڑھے اور شرکاء بلند آواز سے کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس ترویحہ میں اختیار ہے کہ چاہے تو کوئی تلاوت کرتا رہے، درود شریف یا استغفار یا تسبیح پڑھے، اس میں بھی سب کو بلند آواز سے ہم آواز ہو کر نہیں پڑھنا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۹/۸۷ھ۔

---

(۱) "(و) يجلس (ندباً بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى. ... قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحي الذي لا ينام ولا يموت، سبوح قدوس، ربنا ورب الملائكة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسألك الجنة، ونعوذ بك من النار". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "(قوله: ودعا جهراً) لأن الأدعية والأذكار، فالخفية أولى". (رد المحتار، قبيل مطلب: الثناء على الكريم دعاء: ۱/۵۰۵، سعيد)

"(وقوله: ورفع صوت بذكر الخ) ... حيث الذكر الخفي ... لأنه حيث خيف الرياء أو تأذي المصلين أو النيام". (رد المحتار، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۶/۳۹۸، سعيد)

(۳) "وقد قالوا: إنهم مخيرون في حالة الجلوس، إن شاؤوا سبحوا، وإن شاؤوا قرأوا القرآن، وإن شاء —

"الصلوٰۃ سنۃ التراویح رحمکم اللّٰہ"۔

پھر لکھا ہے کہ "پہلے دوگانہ تراویح کے بعد اس دعاء کو یکبار پڑھیں: "فضل من اللّٰہ ونعمۃ ومغفرۃ ورحمۃ وعافیۃ وسلامۃ، لا إلہ إلا اللّٰہ، وللّٰہ الحمد خواجہ عالم صلوٰۃ" کے بعد پہلی تراویح کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں بلکہ شہادت پڑھیں، دعاء مانگنے کے بعد یوں کہے: "السید محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا إلہ إلا اللّٰہ واللّٰہ أکبر، خواجہ عالم صلوٰۃ"۔

۲- دوسری تراویح کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں: "اللّٰہم صل علی سیدنا محمد، وعلی جمیع الأنبیاء والمرسلین، والملائکۃ المقربین، وعلی کل ملک برحمتک یاأرحم الراحمین" دعاء مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھے: "خلیفۃ رسول اللّٰہ، خیر البشر بعد الأنبیاء بالتصدیق والتحقیق: أمیر المؤمنین حضرت أبو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، لا إلہ إلا اللّٰہ، واللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، وللّٰہ الحمد، ولا حول ولا قوۃ إلا باللّٰہ"۔

غرض اسی طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات میں لئے ہوئے ایک لمبی عبارت دعاء و تسبیحات کے نام سے مروج ہے۔ تراویح ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو لکھا ہے۔ پھر خاتمہ پر ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار یہ پڑھنے کو: "اسد اللّٰہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، إمام المشارق والمغارب، علی بن أبی طالب، لا إلہ إلا اللّٰہ واللّٰہ أکبر" وغیرہ۔

شرعی حساب سے جواب عطا ہو، تراویح کے ترویحہ کی دعا مذکورہ الفاظ کی اور بیان الفاظ میں تسبیح ترویحہ صحیح العلماؤں سے ثابت ہے اور کیا ترویحہ میں یہ عبارت دعاء کے نام سے ثواب ہے۔ یہاں صورت تنازع ہے۔ مطلع فرمائیں یہ مروجہ عبارت ترویحہ میں جو پڑھے ادعاثورہ کلمات کے بجائے اس کے کئی پڑھتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے، درود شریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے۔ مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار رکعت تراویح کے بعد بجائے طواف کے چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ کما ہو مذکور فی الشامی۔

"قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحي الذي لا ينام ولا يموت، سبوح قدوس، ربنا ورب الملائكة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسئلك الجنة، ونعوذبك من النار". شامی: ۱/۴۷۴(۱)۔

تراویح کے بعد پڑھنے والے کلمات وتسبیحات کا جو طریقہ سوال میں مذکور ہے وہ کتبِ شرعیہ معتمدہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں نے غالباً روافض وغیرہ کی تردید کے لئے ایجاد کیا ہے اور اس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دے دی(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

دو ترویحوں کے درمیان کیا کرے؟

سوال[۳۴۴۴]: یہاں رمضان المبارک میں تراویح میں ہر دو رکعت ختم کرکے اٹھتے ہیں تو مؤذن بآوازِ بلند حسبِ ذیل کلمات کہتا ہے:

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

وفي التبيين: "والسادس في الجلسة بين ترويحتين، والمستحب أن يجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة، وكذا بين الخامسة والوتر ثم هم مخيرون في حالة الجلوس إن شاؤا سبحوا، وإن شاؤا قرؤوا، وإن شاؤا صلوا أربع ركعات فرادى، وإن شاؤوا ساكتين. وأهل مكة يطوفون أسبوعاً ويصلون ركعتين، وأهل المدينة يصلون أربع ركعات فرادى" (تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۳۶، رشيديه)

نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے جو درود شریف یا دعا یا تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں کیونکہ ہر شخص کو اس وقت (اگرچہ یہ وقت نہایت قلیل ہوتا ہے) ان سب چیزوں درود شریف وغیرہ میں مشغولی کی شرعاً اجازت ہے، لہٰذا ان کلمات پر اصرار والتزام کیا جائے (کیونکہ ثبوت نہیں) نہ ان کو بلند آواز سے کہا جائے (کیونکہ دوسرے نمازیوں کے حق میں مشوش ہے)، بلکہ ہر شخص آہستہ آہستہ جو دل چاہے پڑھے(۱)۔

ہر ترویحہ کے بعد اختیار ہے خواہ امام ومقتدی خاموش بیٹھے رہیں خواہ ذکر، درود، تسبیح، دعا، تلاوت میں مشغول رہیں یا نوافل (علیحدہ علیحدہ بلا جماعت) پڑھیں اور "سبحان ذی الملک والملکوت الخ" بھی پڑھنا منقول ہے۔ اہل مکہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ اس وقت میں ایک طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف پڑھتے ہیں۔ اہل مدینہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ چار رکعت پڑھتے تھے:

"الاستراحة في أثناء التراويح، فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة، أي بين كل أربع ركعات مقدار أربع ركعات، وكذا بين الأخيرة والوتر، وليس المراد حقيقة الجلوس بل المراد الانتظار، وهو مخير فيه إن شاء جلس ساكتاً، وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ أو صلى نافلةً منفرداً. وهذا الانتظار مستحب لعادة أهل الحرمين، فإن عادة أهل مكة أن يطوفوا بعد كل أربع أسبوعاً، ويصلوا ركعتي الطواف، وعادة أهل المدينة أن يصلوا أربع ركعات. وقد روى البيهقي بإسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله تعالى عنه يعني بين كل ترويحتين، فثبت من عادة أهل الحرمين الفصل بين كل ترويحتين ومقدار ذلك الفصل وهو مقدار ترويحة، فكان مستحباً، لأن ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن اهـ". غنية المستملي (۲)۔

"ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى، نعم تكره صلاة ركعتين بعد كل ركعتين اهـ. در مختار". "(قوله: بين تسبيح) قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان "ہر ترویحہ کے بعد دعاء"

(۲) غنية المستملي (الحلبي الكبير)، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سہیل اکیڈمی لاہور

"سبحان الذي لا ينام ولا يموت، سبوح قدوس، رب الملائكة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسألك و نعوذ بك من النار، كما في منهج العباد اهـ". رد المحتار: ۱/۷۳۹(۱)۔

تسبیح، دعا وغیرہ جو کچھ بھی پڑھا کریں آہستہ آہستہ پڑھیں تا کہ آ وازوں میں تصادم اور پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو، اگر کوئی نماز پڑھے تو اس کا خیال نماز سے ہٹ کر اس طرف متوجہ نہ ہو جس سے نماز میں خلل آئے اور غلطی بھول وغیرہ واقع ہو۔ ہر ترویحہ کے ختم پر امور مذکورہ بالا کا شرعاً ثبوت اور اختیار ہے جیسا کہ عبارات منقولہ میں تصریح ہے۔

آپ نے "سبحان ذي الملك الخ" کے بعد ہر ترویحہ کے لئے جو کلمات لکھے ہیں، کتب فقہیہ متداولہ میں کہیں ان کا ثبوت نہیں، پس ان کو پڑھنا اور روایات منقولہ کو چھوڑ کر غیر منقول کلمات کو اختیار کرنا ہے، جو غیر مناسب اور قابلِ ترک ہے(۲)۔ ہم ایسے لوگوں کو نرمی اور شفقت سے سمجھانا چاہئے سختی اور تشدد سے نہیں نیز فتنہ اور فساد سے اجتناب ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/رجب/۵۸ھ۔

تراویح کی دو رکعت پر درود شریف اور چار پر تسبیح

سوال[۳۴۴۳]: رمضان کے مہینہ میں ہمارے یہاں مسجد میں ایک واقعہ پیش آیا کہ پہلے ہم لوگ حسبِ معمول رمضان کے مہینہ میں تراویح کی دو رکعت کے بعد درود شریف دو مرتبہ پڑھتے ہیں اور دو رکعت کے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیہ)

(۲) "عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". قال ابن عيسى: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صنع أمراً على غير أمرنا، فهو رد".

(سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲/۲۸۷، إمدادیہ ملتان)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن﴾

(الجزء الرابع عشر، سورة النحل آية رقم: ۱۲۵)

بعد یعنی چار رکعت کے بعد تسبیح "یا مقلب العباد" پڑھتے ہیں، اس طرح روزانہ دونوں وقت پانچ مرتبہ پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد مقتدیوں نے گزارش کی کہ نماز میں جلدی کی جائے کیونکہ گرمی کی شدت ہے اور مچھر کاٹتے ہیں، امام صاحب حالات پر مد نظر رکھ کر دو رکعت کے بعد درود شریف بند کر دیا اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تراویح کی چار رکعت کے بعد ایسے کلمات یا درود شریف پڑھے جائیں تاکہ اس میں اتنا وقت لگ جائے جتنا ان تراویح کی چار رکعت پر لگتا ہے، اس لئے مقتدیوں کی سہولت کے لئے دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھنا بند کرتا ہوں۔ مقتدی امام کے کہنے پر چلے۔

چند دن گزر گئے یعنی بدھ کی شام ماہ رمضان کی ساتویں تاریخ شام کو دو اور مقتدی آگئے جنہوں نے تراویح کی نماز پڑھتے وقت امام سے کہا کہ آپ درود شریف کیوں نہیں پڑھتے؟ امام صاحب نے خاموشی اختیار کی اور نماز پڑھاتے چلے گئے۔ نماز جب ختم ہوئی تو انہی دو مقتدیوں نے دوبارہ امام صاحب سے سوال کیا، امام صاحب کے بھائی جو مسائل حدیث سے واقف ہیں، نے حصہ لیا، انہوں نے فرمایا اگر دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو ثواب ملے گا اور اگر نہیں پڑھا جائے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا۔ ایک مقتدی نے کہا کہ آج اتنا کم کیا اور پھر کل سب کم کیا جائے گا، ایک تیسرے مقتدی نے جلد بازی سے کام لیا اور کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ نہیں ہوگا ثواب ہوگا۔ امام صاحب نے بار ہا سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں نے ایک نہ مانا اور مسجد شریف سے باہر نکل گئے۔

بہر حال! امام صاحب کے بھائی نے مقتدیوں سے کہا کہ میں آپ کو کتابوں سے ثابت کر دوں گا اور دکھا دوں گا کہ کتابوں میں نماز تراویح کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا کہ آپ کتابوں کو کیا پڑھنا جانتے ہیں؟ دوبارہ امام صاحب کے بھائی نے کہا کہ میں فقہ سے ثابت کر دوں گا کہ فقہ میں تراویح کی نماز کے متعلق کیا مسئلہ بیان کیا گیا ہے لیکن جواب میں اس مقتدی نے کہا کہ آپ تاؤلی کا فقہ دکھاتے ہیں۔

بہر حال! یہ سراسر امام صاحب کی شان کے خلاف ہے، دوسرے امام جو کہ نائب رسول ہے اور ایک امام صاحب جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے اور مسائل دین میں اس کے بھائی کو تاؤلی کا فقہ دکھانے کو کہا، اس پر امام صاحب نے مسجد آنا ترک کر دیا۔ بعد میں امام صاحب نے محلہ کے ممبروں کو تحقیقات کرنے کے لئے کہا، وہ

شریعت میں جو چیز جس جگہ متعین کردی گئی ہے اس پر زیادتی کی جائے(۱) نہ اس پر کمی کی جائے اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہلِ علم سے دریافت کرلیا جائے (۲)۔ اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی غلط عمل کیا جارہا ہے تو واقف ہونے کے بعد اس غلطی سے رجوع کرکے اصلاح کرلینا چاہئے اور صاف صاف کہدینا چاہئے کہ یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اس لئے غلط عمل ہوتا رہا، آئندہ صحیح عمل کیا جائے گا۔ صحیح کتابوں کی مخالفت کرنا بہت غلط طریقہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۹/۹/۳۰ھ۔

ہر ترویحہ پر "صلوۃ بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

سوال[۳۳۲۵]: بعد چار رکعت نماز تراویح کے جو شخص "صلوۃ بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ

= ان نقول الحمد للہ علی کل حال" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب العطاس والتثاؤب، ص: ۴۰۵، قدیمی)

(۱) "من أحدث" أي جدد وابتدع، وأظهر واخترع "في أمرنا هذا": أي في دين الإسلام ..... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارة إلى أن أمر الإسلام كمل وانتهى، وشاع وظهر ظهور المحسوس، بحيث لا يخفى على كل ذي بصر وبصيرة، فمن حاول الزيادة، فقد حاول أمراً غير مرضي؛ لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً ..... فذلك الشخص ناقص مردود عن جنابه، مطرود عن بابه، فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار، واستنباط الأحكام منها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۲، ۳۶۳، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيدية)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير للعلامة المناوي: ۶/۹۶، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (النحل: ۴۳)

﴿فاسئلوا أهل الذكر﴾ ..... وقال الرماني والزجاج والأزهري: المراد بأهل الذكر علماء أخبار الأمم السالفة كائناً من كان، فالذكر بمعنى الحفظ، كأنه قيل: اسئلوا المطلعين على أخبار الأمم يعلموكم بذلك". (روح المعاني، تفسير قوله تعالى: ﴿وما أرسلنا من قبلك إلا رجالاً﴾ الخ: ۱۴/۱۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وسلم" پڑھ کر کے نہ پڑھے، بلکہ تسبیح اور درود شریف جو نماز میں تشہد کے بعد ہے اس کو آہستہ پڑھ لے اس شخص کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا یہ شخص قابل مذمت ہے یا نہیں؟ کیا "الصلوۃ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کو ضروری جاننا اور کہنا کہ یہ شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے، کہ خاموش بیٹھے یا تسبیح ودرود وتلاوت وذکر وغیرہ پڑھے، یا تنہا نفل پڑھے، کسی چیز کی پابندی نہیں، اہل مکہ اس وقت طواف کرتے ہیں:

"ویجلس ندباً بین کل أربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر، ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلوة فرادیٰ، وأهل مكة يطوفون، وأهل المدينة يصلون أربعاً اهـ". شامی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

ہر ترویحہ میں خلفائے راشدین کے نام

سوال [۳۳۳۴]: اکثر مساجد میں تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد دعا کی جاتی ہے اور بعد دعاء خلفائے راشدین کا نام لیا جاتا ہے کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز حدیث وفقہ میں میری نظر سے نہیں گزری، جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان سے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ کس کتاب میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۲/۲، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "البتہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جلسہ استراحت مستحب ہے اس میں اختیار ہے خواہ تسبیح ودرود پڑھے خواہ نفل تلاوت میں مشغول رہے یا دعا ومناجات میں مصروف رہے یا سکوت اختیار کرے۔

"(ویجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر) ویخیرون بین تسبیح وقراءة وسکوت وصلاة فرادی". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعید)

چار ترویحوں پر خلفاء کے نام

سوال[۳۳۴۷]: ہمارے یہاں حیدرآباد دکن میں دو رکعت تراویح کے بعد چند کلمات تسبیح پڑھتے ہیں، پھر ہر دو رکعت پر چند کلمات تسبیح اور امام دعا پڑھتا ہے، مقتدی آمین کہتے ہیں اور ہر دو رکعت پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسی طرح چار چار رکعتوں کے ختم پر ایک ایک خلیفہ کا نام لیکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم کردیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں (۱)، کتب فقہ میں تمام مسائل لکھے ہیں ان میں یہ کہیں مذکور نہیں، صرف چار رکعت پر بیٹھے رہنے کے لئے چند کلمات تسبیح، درود شریف، استغفار اور تلاوت میں مشغول رہیں، جیسا کہ شامی میں لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترویحہ میں احادیث سنانا

سوال[۳۳۴۸]: یہاں مسجد میں نماز تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد کچھ حدیثیں سنائی جاتی ہیں، غرض اصلاح و تعلیم ہے، کچھ لوگ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بند کرانے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعت مطہرہ میں مداخلت کہا جائے گا یا پسندیدہ؟ یہ طریقہ اس طرف دیگر مقامات میں

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/۳۷۱، قديمي)

(والبدعة) "ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) (راجع ص: ۳۶۴، رقم الحاشية: ۱)

بھی چل رہا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بہت اچھا طریقہ ہے، اس سے بہت معلومات دین میں اضافہ ہوگا، کاش! کہ سب لوگ اس پر متفق ہوجائیں، لیکن ان کو مجبور نہ کیا جائے (۱)، اگر وہ انکار کریں اور مسجد چھوڑنے پر آمادہ ہوجائیں تو پھر یہ طریقہ بند کردیا جائے (۲) اور تراویح و وتر ختم ہونے کے بعد یا کسی دوسرے وقت حدیثیں سنائی جائیں، جس کا دل چاہے بیٹھے اور سنے اور فائدہ حاصل کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۷ھ۔

ختم تراویح پر دعاء

سوال [۳۳۲۹]: ۱...تراویح کی بیس رکعت ختم ہونے پر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

۲...بعد وتر ونفل تمام مقتدیوں اور امام کا مل کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...مستحب ہے (۴)۔

---

(۱) "(ويجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى" (الدر المختار). "(قوله: وصلاة فرادى) وأهل مكة يطوفون، وأهل المدينة يصلون أربعاً". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يسروا ولا تعسروا، وبشروا ولا تنفروا"". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا: ۱/۱۶، قديمي)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السآمة علينا". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

(۴) قال الله تعالى: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ وقال قتادة: فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۶۱۳، قديمي) ....

۲..... ہر شخص اپنی اپنی سنت کے بعد دعا کرے، اس میں ایک دوسرے کا پابند کیوں کیا جائے (۱)، جو نمازیں مل کر جماعت سے پڑھی ہے اس کے بعد مل کر دعا کریں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

— "وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: "اللهم اغفرلي ماقدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت، وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "ان الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في هذا، فلا شك في الكراهة". (السعاية شرح شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "(ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين) بالأدعية المأثورة .... (رافعي أيديهم) حذاء الصدر، ...... ثم يختمون بقوله تعالى: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ الخ ..... (ثم يمسحون بها وجوههم في آخره)" (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في الأذكار الواردة بعد الفرض، ص: ۳۱۲، ۳۱۸، قديمي)

طرح نیت کرے، مثلاً ظہر کی سب سے پہلی قضاء نماز جو میرے ذمہ باقی ہے اس کو پڑھتا ہوں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۱۳۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۱۳۶۹ھ۔

قضاء نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

سوال [۳۳۵۱]: ایک شخص کے ذمہ فرض قضاء نمازیں باقی ہیں، تقریباً بارہ سال کی نماز اس سے قضاء ہوئی ہے، اب وہ ان کو پڑھنا چاہتا ہے، اس کو دن اور تاریخ اور ماہ یاد نہیں، اب وہ ان بقایا نمازوں کی کس طرح نیت کرے اور وِتر کیلئے کیا نیت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز جو مجھ پر فرض ہوئی ہے اور میں نے ادا نہیں کی اس کو پڑھتا ہوں، اسی طرح سب نمازوں کی نیت کرے اور وِتروں کا بھی قضا کرے: "وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة يقضيها .... وإذا أراد تسهيل الأمر عليه نوى أول ظهر عليه أدرك وقته ولم يصله، فإذا نواه كذلك فيما يصليه يصير أولاً فيصح مثل ذلك، وهكذا إذا نواه آخره، فيقول: أصلي آخر ظهر أدركته ولم أصله بعد" اهـ. مراقي الفلاح، ص: ۲۳۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۱۳۵۹ھ۔

---

(۱) "كثرت الفوائت، نوى أول ظهر عليه أو آخره". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۶، سعید)

"إذا أراد أن يقضي الفوائت ذكر في "فتاوى أهل سمرقند": "أنه ينوي أول ظهر لله عليه، وكذلك كل صلاة يقضيها، وإذا أراد ظهراً آخر ينوي أيضاً أول ظهر لله عليه؛ لأنه لما قضى الأول صار الثاني أول ظهر لله عليه". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة، من مسائل المتفرقة: ۲/۹۹، المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۱/۶۶۲، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۶، قديمي)

وتر کی قضاء کا طریقہ

سوال[۳۳۵۱]: ایک شخص پر عشاء کی نمازیں باقی ہیں یعنی کئی سال کی قضاء ہوگئیں تو اب وہ عشاء کی نماز کے فرض اور وتر دونوں کی قضاء کرے یا محض فرضوں کی قضاء پڑھے، اگر وتر قضاء کرے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر کی بھی قضاء کرے، اور جس طرح فرض میں اول فرض یا آخر فرض کی نیت کرے اسی طرح وتر میں بھی اول وتر یا آخر وتر کی نیت کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۱۳۵۶ھ۔

قضاء اور اداء نماز میں فرق

سوال[۳۳۵۲]: قضاء اور ادا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟ مثلاً کسی نے چار وقت کی قضاء نماز پانچویں وقت ادا کی، یا کسی نے آٹھ وقت کی قضاء نمازیں نویں وقت ادا کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نماز کو وقت پر پڑھا جائے تو ادا ہے، اور جسے بعد وقت کے پڑھا جائے تو وہ قضاء ہے(۲)۔

– (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۶، سعید)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۲/۴۹۹، المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۲/۶۶۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

(۱) "وكذا حكم الوتر نوير" (تنوير الأبصار) وقال ابن عابدين: "لأنه فرض عملي عنده خلافاً" (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعيد)

(۲) "والقضاء فعل الواجب بعد وقته" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۲، سعيد)

"والقضاء له تعريفان: أحدهما على المذهب الصحيح من أن القضاء يجب بما يجب به الأداء، هو فعل الواجب بعد وقته، فيقال: هو فعل العبادة بعد وقتها" (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، رشيدية)

صاحبِ ترتیب کو ترتیب لازم ہے جب قضا نماز ذمہ میں لازم ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں ہوں، اگر کم از کم چھ قضا نمازیں ذمہ میں ہوں تو پھر ترتیب لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۰ھ۔

قضاء بہ نیتِ ادا

سوال [۳۵۰۴]: کسی شخص نے ظہر کی نماز جب ادا کے پڑھی لیکن اس کا خیال تھا کہ ابھی ظہر کا وقت (بحساب شلین) باقی ہے، اس لئے قضاء کی نیت نہیں کی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد اوقات کی جنتری دیکھی تو معلوم ہوا کہ جنتری کے حساب سے ایک منٹ قبل ظہر کا وقت ختم ہو چکا تھا، یعنی جنتری میں چار بج کر پانچ منٹ پر ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، اس شخص نے چار بج کر چھ منٹ پر نیت باندھی تھی، تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا پھر قضاء کی نیت سے اعادہ ضروری ہے۔

عبید احمد، بڑودہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اعادہ ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "قال: "ويسقط الترتيب بضيق الوقت والنسيان وصيرورتها ستاً". أي بصيرورة الفوائت ستاً، وبكل واحد من هذه الثلاثة يسقط الترتيب بخلاف ما إذا كان في الوقت سعة وقدم الوقتية حيث لا يجوز؛ لأنه أداها قبل وقتها". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۱/۴۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، باب قضاء الفوائت: ۱/۴۸۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في الترتيب وقضاء المتروكات: ۱/۱۰۹، رشيديه)

(۲) "لصحة القضاء بنية الأداء وعكسه هو المختار". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت، سعيد)

"ونوى الأداء على ظن بقاء الوقت فتبين خروجه أجزأه، وكذا عكسه". (الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۶۶، رشيديه)

ایضاً

سوال [۳۳۵۵]: ایک شخص نے ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ حالتِ نماز میں عصر کی اذان ہوگئی اور اپنی نماز کو اس نے پورا کرلیا، لیکن ادا کی نیت سے شروع کی تھی۔ تو کیا دوبارہ قضاء کی نیت سے پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز درست ہوگئی۔ "لو نوى الأداء على ظن بقاء الوقت، فتبين خروجه، أجزأه". شامی: ۱/ ۲۸۴ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۹/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۹/ ۹۲ھ۔

جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضاء

سوال [۳۳۵۶]: اوقاتِ نماز میں بمشکل محمد قاسم نماز پڑھتا ہے، مگر محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی، کیا ان نمازوں کی قضاء کرنی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن نمازوں کی محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وقت گذر جاتا ہے اس کی قضاء کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۳/ ۹۰ھ۔

مغرب و وتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا

سوال [۳۳۵۷]: بعض کتب میں دیکھا کہ اگر مغرب یا وتر میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور ادا کرنا یاد نہ

---

(۱) (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۲۲، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۲۶۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/ ۶۶، رشيديه)

(۲) "والقضاء فعل الواجب بعد وقته". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۴۹، رشيديه)

رہا تو اعادہ کے وقت پوری ۴/ رکعت پڑھے۔ بس اس کی کوئی اصل ہے یا صرف اغلاط سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ کسی کتاب میں ہے تو اس کا منشا یہ ہوگا کہ ترک واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے، اگر سجدۂ سہو کرلیا تو جبر نقصان ہو گیا ورنہ اعادہ وقت کے اندر لازم ہوتا ہے اور بعد الوقت اعادہ کا وجوب ساقط ہو کر ندب باقی رہ جاتا ہے تو اس پر اسکی نماز مندوب و نفل و مستحب ہوئی اور متنفل بالثلاث غیر مشروع ہے، لہٰذا ۴/ رکعت ثلاث قعدات پڑھے (۱)۔ شامی اور بحر وغیرہ میں اس پر بحث کی ہے کہ ترک واجب سے اعادہ بعد الوقت وجوب رہتا ہے یا بالکل مندوب ہو جاتا ہے، باب قضاء الفوائت (۲): باب سجود السهو (۳)، واجبات الصلوات (۴)، تینوں جگہ اس کا ذکر ہے اور حکم متعیہ ہے اس قید کے ساتھ کہ اعادہ بعد الوقت کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۵/ ۱۳۶۷ھ۔

کئی سالوں سے غلط پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ

سوال [۲۲۵۸]: کچھ لوگ کافی دنوں سے نماز پڑھ رہے تھے مگر انہیں غلط یاد تھیں، اب امام صاحب سے صحیح کرلی ہیں تو سوال یہ ہے کہ پچھلی دس بیس تیس سال کی غلط نمازوں کی قضاء ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) (سیأتي تخريجه تحت عنوان "دار العلوم کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب")

(۲) "(قوله: أي وجوبا في الوقت الخ): فالحاصل أن من ترك واجبا من واجباتها أو ارتكب مكروها تحريميا، لزمه وجوبا أن يعيد في الوقت، فإن خرج، أثم، ولا يجب جبر النقصان بعده، فلو فعل فهو أفضل اهـ قلت: أي لأنه يشمل وجوبها في الوقت وبعده: أي بناء على أن الإعادة لا تختص بالوقت". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۴، سعيد)

(۳) "(قوله: لأنه لإصلاح ما فات). أي ما ترك من الواجب في محله، كما أن قضاء الفوائت لإصلاح ما فات وقته بفعله بعده". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۷۷، سعيد)

(۴) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/ ۴۵۷، سعيد)

احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے؟

سوال [۳۴۹۰]: امام مسجد کو احتلام ہوتا ہے، صبح کو احتلام یاد نہیں اور نہ کسی قسم کا اثر معلوم ہوا، دو وقت روز کے بعد اتفاقاً پائجامہ پر نشان منی کا دکھلائی دیا، اب سوچتا ہے کہ یہ کب سے ہے تو فکر کے بعد معلوم ہوا کہ غالباً دوسری تیسری رات کا واقعہ ہے اور اس اثناء میں وہ امام جتنی نمازیں پڑھاتا رہا اور کاہے گا ہے دوسرا شخص بھی نمازیں پڑھاتا رہا۔

اب سوال یہ ہے کہ دو تین روز میں جن لوگوں نے اس جنبی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ مقررہ خاص متعین نمازی نہیں ہیں بلکہ کوئی کسی جگہ کا اور کوئی کسی جگہ کا......نامعلوم الاسم، نہ معلوم المکان ہیں اور مقررہ متعین نمازی تو چند ہیں۔ اب ان نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے اور وہ لوگ جو نامعلوم الاسم ہیں ان کی نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟ وہ نمازیں امام کو یاد نہیں کہ میں نے جنابت کی حالت میں کتنی پڑھائی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض احتمال اور شک سے تو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا جاتا، بلکہ شک کی صورت میں یہ حکم ہے کہ جس وقت کپڑے پر منی کو دیکھا ہے اس سے قبل جو سویا تھا اس وقت سے جنابت کا حکم ہوگا اور بیدار ہو کر جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ واجب ہے، لیکن اگر قرائن سے غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ مثلاً تیسری شب میں احتلام ہوا تھا تو پھر جب ہی سے حکم اعادہ کیا جاوے جب سے غلبۂ ظن حاصل ہو(۱)۔ اور جہاں تک اپنے امکان میں ہو تحقیق کر کے نمازیوں کو اطلاع کردے، خواہ زبانی خواہ تحریری، خود یا کسی اور کے ذریعہ، اس کے بعد بھی اگر کوئی

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في قضاء الفوائت، ص: ۵۴۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيديه)

(۱) "قوله: أعاد من آخر احتلام .. الخ" ..... وفي بعض النسخ: من آخر نوم، وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الغسل، مطلب: في الفرق بين الودي والمذي والمني والمني: ۱/۱۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۰۲، رشيديه)

بغیر اطلاع رہ گیا، لاعلمی کی وجہ سے تو انشاء اللہ معافی کی توقع ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الثانی/۶۳ھ۔

دار العلوم کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب

سوال[۶۲۱۱]: فتاویٰ دار العلوم دیوبند عزیز الفتاویٰ جلد چہارم(۲) ص۳۰۰ میں ہے: "سوال ۵۹۷: اگر مغرب کے فرض تہجد کے وقت تین رکعت پڑھی کہ دو نفل ہوگئی اور ایک رکعت اکارت ہوگئی، مگر اس میں یہ عرض ہے کہ بعد دوسری رکعت کے جو تیسری کے لئے کھڑا ہوا تو تاخیر سلام پھیرنے میں ہوئی، دوسرے جب تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو دوگانہ نفل کا واجب ہوگیا اور پھر تیسری پر سلام پھیر دیا اس صورت میں کچھ گناہ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"حالت توہم میں تین رکعت نہ پڑھے، بلکہ ۴ پوری کرے ۲/ قعدے سے، جیسا کہ امام صاحب کے قول قضاء کی تاویل کی گئی ہے در مختار میں ہے: "وما نقل أن الإمام قضی صلوۃ عمره، فإن صح نقول: كان يصلي والمغرب الوتر أربعاً بثلاث قعدات، الخ" انتہی(۳)۔

---

(۱) "وإذا ظهر حدث إمامه بطلت، يلزم إعادتها كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لو معينين، وإلا لايلزمه بحر عن المعراج". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۳۱، رشیدیہ)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، باب الإمامة، ص: ۲۹۷، قدیمی)

(۲) (فتاوی دار العلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی مبوب مکمل، كتاب الصلاة، فصل في قضاء الفوائت: ۱/۲۶۶، دار الإشاعت)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۳، سعید)

"إذا كان على غالب ظنه فساد ما صلى لورود النهي عنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وما حكي عن أبي حنيفة أنه قضى صلاة عمره، فإن صح النقل نقول: كان يصلي المغرب والوتر أربع ركعات بثلاث قعدات. انتهى". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۹، رشیدیہ)

تو اس میں ایک قعدہ کی زیادتی ہوئی اور اگر فرض مانی جائے تو ایک رکعت کی زیادتی ہوئی اس کا مدار اول نماز کی صحت اور عدم صحت پر ہے:

"فعلى احتمال صحة ما كان صلاه أولاً تقع هذه الصلوة نفلاً وزيدت القعدة على رأس الثالثة لا تبطلها، وعلى احتمال الزيادة تقع هذه فرضاً مقضياً وزيادة ركعة عليها لا تبطلها اهـ".
شامی: ۱/۶۵۹ (۱)۔

جس نفل کو قصداً بنیت نفل شروع کرے اس کا اتمام لازم ہوتا ہے، بصورت مسئولہ اس میں داخل نہیں:

"ولو سها عن القعود الأخير، عاد ما لم يقيد بالسجدة، وإن قيد تحول فرضه نفلاً برفعه، وضم سادسة ولو في العصر والفجر إن شاء لاختصاص الكراهة والإتمام بالقصد اهـ". درمختار۔

"(قوله: لاختصاص الكراهة الخ) جواب عما قد يقال: إن التنفل بعد العصر والفجر مكروه، وفي غيرهما وإن لم يكره، لكن يجب إتمامه بعد الشروع فيه، فكيف قلت: ولو بعد العصر والفجر؟ قلت: إنه مخير إن شاء ضم، وإلا فلا؟ والجواب أنه لم يشرع في هذا النفل قصداً، وما ذكره من الكراهة ووجوب الإتمام خاص بالتنفل قصداً اهـ".

قال في الدر: "ولا قضاء لو قطع". وقال الشامي رحمه الله تعالى: "أي لا يلزمه القضاء لو قطعه بعد ما ضمه؛ لأنه لم يشرع به مقصوداً كما مر اهـ". ردالمحتار: ۱/۷۰۰، باب سجود السهو (۲) باب النوافل میں "لزم نفل شرع فيه قصداً" (۳) کے تحت میں شروع کو مقید کیا ہے، مطلقاً ہر شروع سے لزوم کا حکم نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو پی۔

وقت کے اندر نابالغ کا بالغ ہونا اور بہشتی گوہر کی ایک عبارت

سوال[۳۳۶۲]: بہشتی گوہر حصہ یازدہم مطبوعہ کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم کے صفحہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، ۸۶، سعید

(۲) رد المحتار على الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵-۸۶، سعید

(۳) الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعید

۵۷، پر نماز قضاء ہو جانے کے مسائل کے تحت مسئلہ ۲ کی عبارت غالباً نظر ثانی سے رہ گئی، مطبوعہ عبارت یہ ہے:

"اگر کوئی لڑکا نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو بقول راجح اس کو چاہیے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے"(۱)۔

قدیم وجدید متعدد نسخے دیکھے سب میں یہی عبارت طبع ہوئی ہے جس کی تصحیح نہ ہو سکی، شامی صفحہ: ۵۰۹، مصری کو دیکھا اس کے اعتبار سے اس مسئلہ کی عبارت یہ ہونی چاہیے:

"اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور بعد طلوع فجر کے بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ احتلام ہو گیا ہے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضاء پڑھے۔ اور اگر قبل طلوع فجر بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بقول راجح عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے"۔

چونکہ عبارت کی یہ غلطی برسوں سے چلی آ رہی ہے اس کی تصحیح دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جس طرح مناسب ہو، ہو جانی ضروری ہے: "صبي احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزم قضاؤها، ولو استيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً"۔ شامی: ۱/ ۵۰۹ (۲)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اس سے پہلے ادا کی ہوئی (نماز) فرض متصور نہ ہوگی۔ جس نابالغ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گیا اور اس کو احتلام ہو جس سے وہ بالغ شمار کیا گیا اور اس پر نماز فرض قرار دی گئی اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ طلوع فجر سے پہلے اس نوم سے بیدار ہو تو اس پر بالاجماع عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ وقت عشاء ختم ہونے سے پہلے بالغ اور مکلف ہو گیا اور اس کی عشاء کی پڑھی ہوئی نماز "فرض" نہیں تھی۔ اگر طلوع فجر کے بعد بیدار ہو تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو طلوع فجر کے بعد میں احتلام ہوا ہو تو اس کے ذمہ عشاء کی نماز کا اعادہ لازم ہوگا، یہ دوسرا قول مختار ہے:

"صبيٌّ احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزمه قضاؤها". درمختار۔ "(قوله:

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ یازدھم، نماز قضاء ہو جانے کے مسائل، ص: ۵۷۹، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۶، سعید)

میں کو بلا عذر وتنگیٔ وقت ونسیان وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں جب تک اس فائتہ کو پہلے نہ پڑھ لے، اگر اسی حالت میں وقتیہ کو پڑھے گا تو وہ وقتیہ موقوف رہیں گی، اگر چھ وقتیہ نمازیں پڑھنے سے پہلے فائتہ پڑھ لی ہے تو وہ نمازیں نفل ہو گئیں اور فرائض ذمہ سے ساقط نہ ہوں گے۔ اگر چھ کے بعد فائتہ پڑھی ہے تو وہ سب فرض نمازیں صحیح ہو گئیں اور فائتہ بھی صحیح ہو گئی اور سب فوت شدہ نمازیں پڑھ کر پھر صاحبِ ترتیب بن جائے گا۔

"الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر أداءً وقضاءً لازم ... فلم يجز فجر من تذكر أنه لم يوتر، إلا إذا ضاق الوقت أو نسيت الفائتة ... وفساد الصلاة بترك الترتيب موقوف، فإن كثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستًا ظهر صحتها، وإلا لا تظهر صحتها بل تصير نفلاً" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۶ھ۔

غیر صاحبِ ترتیب کا وقت متعین کر کے قضا نماز پڑھنا

سوال [۳۴۱۲]: غیر صاحبِ ترتیب کیلئے صاحبِ ترتیب ہونے سے پہلے وقت متعین کر کے نماز جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً غیر صاحبِ ترتیب نہیں، اس وجہ سے وہ معلوم نہیں کتنی نمازیں قضاء کی ہیں، اب اس

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۶۵-۶۹، سعید)

"الترتيب بين الفائتة والوقتية، وبين الفوائت مستحق، كذا في الكافي ... وكذا بين الفرض والوتر، هكذا في شرح الوقاية. ثم الترتيب يسقط بالنسيان، وبما هو النسيان، كذا في المضمرات ... ويسقط الترتيب عند ضيق الوقت، كذا في محيط السرخسي ... ويسقط الترتيب عند كثرة الفوائت، وهو الصحيح، هكذا في محيط السرخسي. وحد الكثرة أن تصير الفوائت ستًا بخروج وقت الصلاة السادسة في الأصل. رجل صلى العصر وهو ذاكر أنه لم يصل الظهر، فهو فاسد، إلا أن يكون في آخر الوقت ... ثم عند أبي حنيفة فرضية العصر تفسد فسادًا موقوفًا حتى لو صلى ست صلوات أو أكثر ولم يعد الظهر، عاد العصر جائزًا، لا يجب عليه إعادتها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۱-۱۲۳، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۴۰-۱۵۱، رشيدية)

دو سالوں کی نماز قضاء کرنے سے پہلے عمر نے یہ چاہا کہ شیخ کم محرم سے جو نماز قضاء ہوئی ہے اسے ادا کرلوں تو یہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح درست ہے، کذا فی رد المحتار (۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

صاحبِ ترتیب نمازِ جمعہ پڑھے یا فوت شدہ پڑھے؟

سوال[۵۴۴۶]: صاحبِ ترتیب اگر قضاء پڑھے تو جمعہ فوت ہوجائے، اس صورت میں راجح قول کے مطابق پہلے قضا پڑھے یا جمعہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صاحبِ ترتیب پہلے قضاء پڑھے، پھر اگر جمعہ مل سکے تو جمعہ ورنہ ظہر پڑھے (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۲ھ۔

---

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ) لو فاته صلاة الخميس والجمعة والسبت فإذا قضاها، لا بد من التعيين: لأن فجر الخميس مثلاً غير فجر الجمعة ... ولا يضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت، وقيل: لا يلزمه التعيين أيضاً". (رد المحتار، قبيل باب سجود السهو: ۲/۷٦، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على هامش حاشية الطحطاوي، باب قضاء الفوائت، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۲) "ولو أن مصلي الجمعة تذكر أن عليه الفجر، فإن كان بحيث لو قطعها واشتغل بالفجر، تفوته الجمعة ولا يفوته الوقت، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى يقطع الجمعة ويصلي الفجر، ثم يصلي الظهر. وعند محمد رحمه الله تعالى يتم الجمعة. ولو كان بحيث أنه إذا قضى الفجر تدرك الجمعة مع الإمام، فإنه يشتغل بالفجر إجماعاً، وإن كان بحيث إذا قطع الجمعة واشتغل بالفجر يفوت الوقت، أتم الجمعة إجماعاً، ثم يصلي الفجر بعدها. كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۲، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفوائت: ۱/۵۵٦، إدارة القرآن، كراچی)

فوائتِ قدیمہ اور فائتۂ جدیدہ کی ترتیب

سوال [۳۳۲۶]: زید اپنی عمر کے بیسویں سال میں آکر توبہ کرتا ہے، اس عرصہ میں وہ کبھی نماز پڑھتا تھا اور کبھی نہیں پڑھتا تھا، اس لئے اندازاً نمازوں کا حساب لگالیا اور قضائے عمری پڑھنے لگا۔ اتفاق سے اس کی کوئی نماز قضا ہوگئی، تو اب وہ اس نماز کو جو اب قضا ہوئی ہے پہلے ادا کرے یا جب ادا کرے جب اس کی پچھلی نمازیں سب ادا ہوجائیں، اگر یہ نئی قضا نماز پہلے ادا کرے تو یہ ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نئی قضا نماز کو بھی پڑھے، گذشتہ مدتوں کی نمازوں کا انتظار نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۱۳۶۸ھ۔

فاتحہ یاد ہوتے ہوئے وقتی فرض پڑھنے کے متعلق مفتی بہ قول

سوال [۳۳۲۷]: امام صاحب اور صاحبین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، فتویٰ کس کے قول پر ہے: "لو صلی فرضاً ذاکراً أن علیه فائتة فیه، فسد فرضه فساداً موقوفاً عند أبي حنیفة" الخ (۲)۔ اس مسئلہ میں صاحبین کا قول کیا ہے؟ فقط۔

= (وكذا في رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ٢/٧٤، سعيد)

(١) "فالحديثة تسقط الترتيب اتفاقاً، وفي القديمة اختلاف المشايخ، وذلك كمن ترك صلوات شهر، ثم صلى مدة، ثم يقضي تلك الصلوات حتى لو ترك صلاة وصلى أخرى ذاكراً للفائتة الحديثة، لم يجز عند البعض، وقيل: يجوز، وعليه الفتوى، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ١/١٢٢، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ٢/٧٠، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ٢/١٥٣، رشيدية)

(٢) (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في قضاء الفوائت، ص: ٥٣٠، سهيل اكيدمي لاهور)

رسم المفتي (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۲/۹/۱۳۸۷ھ۔

جہل سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال[۳۲۰۸]: ترتیب کے ساقط کرنے میں جہل کا اعتبار ہے یا نہیں؟ شامی جلد اول، ص: ۳۳۴ میں تو اقرار کیا ہے: "من جهل فرضية الترتيب، يلتحق بالناسي، واختاره جماعة من أئمة بخارى" (۲)۔ لیکن مراقی الفلاح میں بیان کیا ہے کہ جہل کا اعتبار نہیں: "ولا يعتبر الجهل، وعبارة النهاية في حق الترتيب: ولو جاهلا به، مراقي الفلاح، ص: ۲۱۵" (۳)۔ مفتیٰ بہ کون سا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ظاہر روایت میں تو جہل مسقطِ ترتیب نہیں ہے، لیکن ایک روایت میں امام صاحب سے بواسطہ حسن بن زیاد اس کے خلاف بھی منقول ہے اور اس کو بہت سے مشائخ نے اختیار بھی فرمایا ہے، کذا في البحر الرائق: ۲/۸۴، ومنحة الخالق: ۲/۸۴ (۴)، والطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۴۴ (۵)۔

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "الراجح في عامة الكتب من أنه إذا كان في مسئلة قياس واستحسان، ترجيح الاستحسان على القياس إلا في مسائل" (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۹۱، مير محمد كتب خانه، كراچی)

(۲) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۲۴۳، قديمي)

(۴) "في المجتبى: من جهل فريضة الترتيب لا يجب عليه كالناسي، وهو قول جماعة من أئمة بلخ". (البحر الرائق)

"قوله: (وفي المجتبى: من جهل) نقله قاضيخان في شرحه عن الحسن بن زياد، وقال: وكثير من المشائخ أخذوا بقوله، ومثله في التاتارخانية" (منحة الخالق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۹۴، رشيدية)

(۵) "عند أئمتنا الثلاثة، وعن الحسن عنه أنه إذا لم يعلم به، لم يجب عليه، وبه أخذ الأكثرون، كما في النهر ثاني". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۲۴۳، قديمي)

(الدر المختار: ۱/۶۸۲)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

نفل نماز باجماعت قضائے عمری کیلئے

سوال [۳۲۰۹]: ۱... کیا قضائے عمری اس خیال سے پڑھنا کہ تمام سال کی نمازیں جو فوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہوجاتی ہیں۔ قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے: دو رکعت نماز نفل باجماعت۔ یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے یا نہیں؟ فقہ کی کوئی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

۲... دو رکعت نماز نفل جمع یعنی دو رکعت نماز نفل پڑھنا باجماعت، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا اور اس کا اہتمام کرنا کیسا ہے، اور یہ کہنا کہ اس سے حج کا ثواب مل جاتا ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... یہ نماز شرعاً ثابت نہیں، نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، دو رکعت اس طرح سے پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہوجاتی ہیں بالکل اصول شرع کے خلاف ہے۔ جو فرض نماز فوت ہوتی ہے اس کی قضا فرض ہے، جو واجب نماز فوت ہوتی ہے اس کی قضا واجب ہے، جو سنت نماز فوت ہوئی ہو اس کی قضا بھی سنت ہے:

"قضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب، وجميع أوقات العمر وقت للقضاء ...". در مختار (۲)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضائے عمری کے بطلان پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے (۳)۔

---

(۱) "وفي المجتبى: من جهل فريضة الترتيب يلحق بالناسي، واختاره جماعة من أئمة بخارى، وعليه يخرج ما في القنية". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰، سعيد)

(۲) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(۳) "رسالة ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، مجموعة رسائل اللكنوي: ۴/۳۳۲، إدارة القرآن كراچي"

۲… یہ طریقہ بالکل غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رمضان میں جماعت کے ساتھ قضائے عمری

سوال[۳۴۶۰]: ایک شخص رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری باجماعت ہر ایک نماز کو اذان دیتے ہوئے پڑھتا ہے، اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ملامت کرتا ہے اور سخت تنبیہ کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا جائز نہیں، مذہبِ شریعت کے خلاف ہے، اس کے تارک کو گنہگار کہنا سخت گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۔۔ زمانہ سے جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہے، صرف توبہ کر لینے سے وہ معاف نہیں ہوتیں۔ البتہ اگر روزانہ پانچ نمازوں کی قضاء کا اہتمام کرے اور ساتھ ہی یہ وصیت بھی کر دے کہ جو نمازیں میری زندگی میں ادا نہ ہوسکیں ان کا فدیہ میرے ترکہ سے ادا کیا جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس کی کوتاہی کو معاف فرما دیں گے"۔ (اصلاحی مقالات: ۳/۱۵-۲۸، قضاء عمری کی حقیقت، میمن اسلامک پبلشرز)

وایضاً راجع للتفصیل: (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۳۳۰، وکفایت المفتی: ۳/۳۸۶، ۳۸۷، فتاوی حقانیہ: ۳/۱۰۳، وغیرہ)

(۱) اس لئے کہ صبح صادق سے لے کر طلوع شمس تک کسی قسم کے نوافل پڑھنا جائز نہیں، دوسری خرابی یہ ہے کہ نفل کی جماعت کر رہا ہے: "عن حفصة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح للإمام مسلم، باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليهما: ۱/۲۵۰، قديمي)

"عن علي رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي في إثر كل صلوة مكتوبة ركعتين إلا الفجر والعصر". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة: ۱/۱۸۸، إمدادية ملتان)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان المسئلة "نفل کی جماعت")

(۲) "اعلم أنهم قد أحدثوا في آخر جمعة شهر رمضان أموراً مما لا أصل لها، والتزموا أموراً لا أصل

قضائے عمری کی نیت

سوال [۳۳۷۱]: قضائے عمری میں نماز کی نیت کس طرح کی جائے جب کہ دن، تاریخ، مہینہ اور سال معلوم نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے پہلی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یا اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے آخر کی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یہی حال دوسری نمازوں کا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ۔

نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھنی چاہیے

سوال [۳۳۷۲]: ایک انسان خاص عمر میں نماز شروع کرے اور اشراق وتہجد وغیرہ پڑھے تو کیا اس کو ثواب ملے گا یا نہیں جبکہ قضائے عمری بھی پڑھ رہا ہو۔

= لفظ وصيغها .... فمنها: القضاء العمري، حدث ذلك في بلاد خراسان وأطرافها، وبعض بلاد اليمن وأكنافها، ولهم في ذلك طرق مختلفة ومسالك متشعبة: فمنهم من يصلي في آخر جمعة رمضان خمس صلوات قضاءً بأذان وإقامة مع الجماعة، ويجهرون في الجهرية، ويسرون في السرية، وينوون لها بقولهم: نويت أن أصلي أربع ركعات مفروضة قضاءً لما فات من الصلوات في تمام العمر مما مضى، ويعتقدون أنها كفارة لجميع الصلوات الفائتة فيما مضى" (مجموعة رسائل اللكنوي، رسالة "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان": ۳/۹۳۳، إدارة القرآن، كراچی)

(راجع للتفصيل، عزيز الفتاوی، باب قضاء الفوائت، ص: ۲۹۷، دار الاشاعت)

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ.) فإن أراد تسهيل الأمر يقول: أول فجر مثلاً، فإنه إذا صلاه يصير ما يليه أولاً، أو يقول: آخر فجر، فإن ما قبله يصير آخراً، ولا يضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت". (الدر المختار مع رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۶، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۳۳۶، قديمی)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۱/۷۶۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری ہی پڑھا کرے، کیونکہ اگر موت آگئی اور فرض نمازیں ذمہ رہیں تو پکڑ ہوگی، اگر نفلیں نہ پڑھیں تو ان پر پکڑ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۱۴۰۲ھ۔

جس کی قضاء نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے؟

سوال [۳۱۰۲]: نوافل کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ فرائض واجبات کی مکمل پابندی کے بعد ملتا ہے، چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک قضائے عمری نماز ادا نہ کی جائے جب تک نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے، چاشت وغیرہ یا تحیۃ الوضوء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں قضاء باقی ہوں اس کو چاہئے کہ قضاء نماز پڑھنے کا اہتمام کریں، ایسی حالت میں نوافل کا اہتمام کرنا اور قضاء کو نہ پڑھنا پسندیدہ نہیں، خلاف دانشمندی بھی ہے اگرچہ یہ حکم نہیں لگایا جائے گا کہ نفلیں ذمہ ہو گئیں، ایسے شخص کو چاہئے کہ رات اور دن کی نفلیں اشراق، چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ ظہر وعصر کے اوقات میں بجائے ان کی نفلوں کے قضاء نمازیں پڑھا کریں، اس کو ان اوقات میں نوافل پڑھنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ اجر وثواب ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الاشتغال بقضاء الفوائت أولیٰ وأهم من النوافل إلا سنن المفروضة" (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت، ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۲، قديمي)

(۲) "وفي الحجة: والاشتغال بالفوائت أولى وأهم من النوافل" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب قضاء الفوائت، ۲/۷۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۲، قديمي)

قضاء نمازوں کیلئے ایک موضوع دعاء

سوال[۳۲۲۷]: کیا مندرجہ ذیل دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور کیا اسکے پڑھنے سے قضاء نمازیں خواہ کتنی زیادہ ہوں معاف ہو جاتی ہیں؟

دعا یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، یا اللہ یا رحمن، اللھم یا عظیم من کل عظیم، یا کریم من کل کریم، اللھم یا جلیل من کل جلیل، اللھم یا عزیز من کل عزیز، یا قدیم من کل قدیم، اللھم یا موجود من کل موجود، اعتقنا من النار یا مجیر یا مجیر یا مجیر، وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین" یہ دعا آثار سعید باب ذکر میں مذکور ہے۔ یہ کتاب معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات کہ "اس دعاء کے پڑھنے سے قضا نمازیں معاف ہو جاتی ہیں" حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کہنا جھوٹ ہے، حرام ہے، لعنت وبال کا باعث ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" (۱)۔ شرح بخاری ومسلم نے اس کی سند کو تفصیل سے ذکر کیا ہے (۲)، شارح مشکوۃ نے

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۱/۱، قدیمی)

(صحیح الإمام مسلم، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۷/۱، قدیمی)

(۲) "واعلم أن الجمہور علی أن الکذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمداً من أشد الکبائر، وذھب أبو محمد الجوینی من کبار الفقہاء إلی أنہ کفر قال العینی: من ذکر حدیثاً موضوعاً بدون ذکر وضعہ أو غلط فی الإعراب، فھو أیضاً تحت ھذا الوعید. قال الحافظ فی الفتح: إن ھذا الحدیث ثابت عن ثلاثین من أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. قلت: وھو عندی عن خمسین منھم. والحاصل أنہ حدیث متواتر قطعاً" (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۲۰۱/۱، خضر راہ بکڈپو دیوبند)

اس کو بھی متواتر لکھا ہے(۱)۔

جو شخص حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم ہے، موضوعات کبیر میں کئی صفحات تک اس کے حوالے نقل کئے ہیں (۲)۔ پس سوال میں لکھی ہوئی دعاء کے پڑھنے سے قضا نمازوں کی معافی کا اعتقاد رکھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ دعاء ہی کافی ہے ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۲ھ۔

شکار کی وجہ سے نماز قضاء کرنا

سوال[۳۳۷۵]: شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۱۳۹۱ھ۔

= "ولأجل كثرة طرقه أطلق عليه جماعة أنه متواتر". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، ۱/۲۰۲، قديمي)

قال النووي: "هذا الحديث فهو حديث عظيم في نهاية من الصحة، وقيل: إنه متواتر". (شرح الكامل للنووي على مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۷، قديمي)

(۱) "من كذب علي" من المتواتر الذي في الأحاديث عالي مرتبته من المتواتر، فإن ناقله من الصحابة جم غفير قيل اثنان وستون من الصحابة فيهم العشرة المبشرة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۴۸۳، رشيديه)

(۲) (الموضوعات الكبرى للملا علي القاري، ما أخرجه الشيخان والحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". ص: ۱۲-۲۹، قديمي)

(۳) "قال القاسم بن محمد: كل ما ألهى عن ذكر الله وعن الصلاة فهو من الميسر". (تفسير ابن كثير: ۲/۹۱، مكتبه سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في فتح القدير، مسائل متفرقة: ۱۰/۶۵، بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم -وقال مرة سفيان: ولا أعلمه إلا عن النبي صلى الله عليه وسلم- قال: "من سكن البادية جفا، ومن تبع الصيد غفل، ومن أتى السلطان افتتن". (سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب في اتباع الصيد: ۲/۳۶، سعيد)

فصل فی فدیۃ الفوائت

(قضاء نمازوں کے فدیہ کا بیان)

فدیۂ نماز کی تفصیل

سوال [۳۴۷۹]: ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس کے ورثاء کو یہ معلوم ہے کہ اس کی اتنے دن کی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ کیا اتنے دن کا کھانا ایک آدمی کو اتنے دن میں دیا جا سکتا ہے یا اتنے آدمیوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا چاہئے اور ایک دن میں کتنے وقت شمار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ اس کا کفارہ ادا کرنا واجب نہیں، تاہم اگر بالغ ورثاء اپنے مال سے -خواہ وہ مال ان کو اسی میت سے بصورتِ ترکہ ملا ہو- فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار فقیر کو دیدیں اور وتر کو مستقل نماز شمار کریں یعنی ہر دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو چند نمازوں کا فدیہ دیدیں، ایک دن میں دیں یا چند ایام میں، ایک شخص کو دیں یا متعدد کو، ہر طرح درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۱۳۶۸ھ۔

---

(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطى من ثلث ماله . ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع لم يجز، ولو أعطاه الكل جاز" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲-۷۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰-۱۶۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيدية)

نماز اور روزہ کا فدیہ

سوال[۷۷۴۳]: ایک شخص کی بحالت بیماری دو وقت کی نمازیں قضاء ہوئیں اور چھ رمضان کے روزے قضاء ہوگئے اور اس شخص کا انتقال ہوگیا، اب ان روزوں اور نمازوں کا کفارہ کس حساب سے ادا کرنا ہے یعنی فی نماز روزہ کیا فدیہ دیا جاوے اور کفارہ ایک ہی محتاج کو دیا جائے یا کئی کو؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم". در مختار: ۱/۱۰۱(۱)۔ وفي الشامي: ۱/۷٦٦: "أي أو من دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته، وهي أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير"(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز ہر روزہ کے فدیہ میں وہی مقدار دی جاتی ہے جو صدقۃ الفطر میں دی جاتی ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے۔ یہ تمام فدیہ ایک کو دینا بھی جائز ہے اور کئی کو بھی، لیکن ایک فدیہ سے کم دینا جائز نہیں: "وأدى إلى الفقير أقل من نصف صاع لم يجز، ولو أعطاه الكل جاز". در مختار علی الطحطاوی: ۱/۳۰۸(۳) "ولو أعطى فقيراً واحداً جملةً جاز". بحر: ۲/۹۱(٤)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۳/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ذی الحجہ/۹۰ھ۔

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۲، قديمي)

(۳) (باب قضاء الفوائت، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(٤) (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشيديه)

نماز اور روزہ کے فدیہ کی ادائیگی

سوال [۳۲۴۸]: بعد وصلاۃ تسلیم پانچ ماہ از بیماری از تاریخ ۱۰ شوال بمرض فالج بیمار رہ کر فوت ہوگئی، اس عرصہ میں کسی وقت افاقہ نہیں ہوا، ان ایام کی نمازیں اس کی فوت ہوگئیں اور روزے بھی، شروع کی ابتداء میں اندازہ دو ماہ پورے ہوش باقی رہے اور اس عرصہ میں ہوش کی یہ حالت تھی کہ بیمار پرسی کرنے والوں کو پہچانتی تھی، کھانا پانی طلب کرلیتی تھی اور بول وبراز کے اخراج کا اس کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور جس وقت تیمار دار وضو کرا کر چارپائی قبلہ رخ کرکے نماز کی بہ کر نیت بندھواتے تو اس وقت رفع یدین کرا کے ہاتھ بندھوانے کے بعد پھر یک دو منٹ کے بعد دعا کیلئے ہاتھ خود بخود اٹھا لیتی تھی، گویا نسیان تھا، ہوش قائم نہ تھے، بتانے پر کہ نماز پوری کرلی تو کہہ دیتی کہ ہاں نماز پڑھ چکی ہوں۔

کیا ان ایام کی نمازیں وروزے اس کے ذمے ہیں یا نہیں؟ مرحومہ نے نماز کے فدیہ کی وصیت کرائی تھی کہ میرے بعد میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دینا، روزوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں روزوں کی قضاء اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، لہٰذا فدیہ بھی واجب نہیں ہوا، جن نمازوں کے پڑھنے کا وقت پایا اور اس قدر حواس باقی رہے کہ اشارہ کرکے نماز پڑھ سکے اور پھر نہیں پڑھی نہ ادا نہ قضاء اور ان کے متعلق وصیت کی ہے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ سے وصیت کو پورا کرنا واجب ہے، حساب کرکے ہر نماز کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دی جائے، وتر بھی مستقل نماز ہے(۱)، اگر تہائی

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۱/۷۰۴، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "(قوله: وعليه صلوات فائتة الخ): أي بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه وإن قلت ... وكذا حكم الصوم في رمضان إن أفطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الإقامة والصحة، وتمامه في الإمداد (قوله: نصف صاع من بر) أي أو من دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته، وهي أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير مراد ... (قوله: وكذا حكم الوتر) لأنه فرض عملي خلافاً لهما (قوله: وإنما يعطي من ثلث ماله)، فلو زادت الوصية على الثلث لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة" (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

ورثہ سے یہ وصیت پوری نہ ہوسکے تو پھر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب رضامند ہوں تو زیادہ میں وصیت پوری کردی جائے ورنہ نہیں، نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اور جن نمازوں کا وقت ایسی حالت میں پایا کہ اس قدر حواس باقی نہیں تھے اور بعد میں حواس اس قدر درست نہیں ہوئے کہ ان کی قضاء کرسکے تو ان کا فدیہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ مظاہر علوم سہارنپور۔

قضاء نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ

سوال [۳۴۰۷]: اگر کوئی شخص بے فکری کی وجہ سے یا دوسری اغراض کی وجہ سے اپنی نماز قضاء کرتا ہو یا تو بے فکر ہے کیونکہ دل کا مالک خدا ہے کہ اس نے کیوں قضاء کیا تو بظاہر اس کو کیا کہا جائے گا؟ اور اگر وہ اپنی طاقت کے موافق تو اس کو ادا کرتا ہے مگر پھر بھی عمر بھر کے اندر پانچ سو ہزار وقت کی باقی رہ جائے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ اور فدیہ کے اندر کوئی ترکیب یعنی حیلہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ فدیہ غریب اور امیر دونوں کے واسطے ایک ہے یا الگ؟ ایسے ہی حیلہ کا حکم دونوں قسم کے آدمیوں کے واسطے ایک ہوگا یا الگ؟ اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی کچھ نماز ذمہ میں رہ جائے اور اس کو ادا نہ کرسکے تو چاہے امیر ہو یا غریب کہ اتنا فدیہ اگر دیا جائے تو یا تو کل مال ختم ہوجائے گا تو وہ اس کو ادا کردے گا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ وقت محدود ہو تو وہ اس کو آسانی سے سمجھ ادا کردے گا تو کیا ان تینوں صورتوں کے اندر عالمگیری کا حیلہ کارگر ہوگا؟ کہ صرف ایک قرآن شریف پانچ روپیہ کا خرید کر کوئی غریب کو یہ کہتا ہے کہ میری میت کے ذمہ جو اتنی نماز ہے کہ اس کا فدیہ ادا نہیں کرسکتا، ایسے ہی اس قرآن شریف کا اتنا ہدیہ کہ دینے والا بھی اس کو ادا نہیں کرسکتا، اس نے ان تمام نمازوں کے عوض بھی یہ قرآن شریف تم کو ان تمام فدیہ کے عوض میں دینا چاہتا ہوں، کیا تم اس کو قبول کرتے ہو؟ تو وہ قرآن خواں اس کو کہتا ہے کہ ہاں میں نے ان تمام فدیہ کے عوض میں اس قرآن شریف کو قبول کیا۔ کیا یہ عالمگیری کا حوالہ صحیح ہے؟ مجھ پر یہ دشواری ہے کہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر پھر وہ کلی طور پر نماز کو ختم ہی کردے گا اور ایک قرآن شریف ہدیہ کردے گا۔

سائل: کوثر علی غناپور، بنگال۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوة، فصل فی إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۶، ۴۳۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے اس کو ترک کرنا خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے(۱)، پھر اس کی قضا پڑھنا فرض ہے، جتنی نمازیں بھی ذمہ میں ہوں سب کی قضا جلد از جلد پڑھے، ہرگز غفلت نہ کرے، پانچ سو ہوں یا ہزار ہوں سب کی قضا پڑھے(۲)، پوری کوشش کے باوجود اگر کچھ نمازیں ذمہ میں باقی رہ جائیں تو ان کے متعلق فدیہ کی وصیت کردے، ہر نماز کے عوض ایک صدقۂ فطر کے برابر دینا لازم ہے، یہ وصیت ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوگی۔ جب تک انتقال ہو کر ایک تہائی ترکہ سے ہر نماز کے عوض صدقۃ الفطر دیا جاسکے کوئی حیلہ کرنا درست نہیں(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوٰة﴾ (البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (النساء: ۱۰۳)

"وعن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: فرضت على النبي ﷺ ليلة أسري به الصلاة خمسين، ثم نقصت حتى جعلت خمساً، ثم نودي: يا محمد! إنه لا يبدل القول لدي، وإن لك بهذه الخمس خمسين". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء كم فرض الله على عباده من الصلوات: ۱/۵۱، سعيد)

"(قوله: هي): أي الصلاة الكاملة وهي الخمس المكتوبة (قوله: على كل مكلف): أي بعينه. (قوله: بالإجماع): أي بالكتاب والسنة" (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، سعيد)

"وعن بريدة قال: قال رسول الله ﷺ: "العهد الذي بيننا وبينهم الصلوٰة، فمن تركها فقد كفر". رواه أحمد" (مشكوٰة، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، ص: ۵۸، قديمي)

(۲) "(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) لف ونشر مرتب، وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاثة المنهية" (الدر المختار). "(قوله: وقت للقضاء): أي لصحته فيها وإن كان القضاء على الفور إلا لعذر". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۱، رشيديه)

(۳) "(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطي (من ثلث ماله)" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

یہ کہنا کہ امیروغریب سب کیلئے یہ حیلہ ہے، غلط اور بے اصل ہے۔ ایک تہائی ترکہ سے زیادہ میں فدیہ کی وصیت پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے(۱)۔

ایک قرآن شریف خرید کر دینے کو سب فرض نمازوں کا بدلہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے، عالمگیری کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/۹/۹۰ھ۔

مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال[۳۴۸۰]: اگر کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہوا اور موت سے پہلے دن بھی ہوش وحواس باقی نہ رہے تو جو نمازیں اس بے ہوشی کے عالم میں قضاء ہوجائیں، تو کیا ان قضاء نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چوبیس گھنٹے سے زیادہ چھ نماز کے وقت تک بے ہوشی رہی تو ان نمازوں کا فدیہ لازم نہیں (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله) أي فلو زادت الوصية على الثلث، لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة" (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعید)

(۲) "حدثنا أحمد بن يونس، ثنا زائدة، عن عبيد الله عن نافع قال: أغمي على عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما يوماً وليلة، فأفاق، فلم يقض ما فاته واستقبل" كذا في نصب الراية: ۲/۵۰۳". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه: ۷/۱۹۱، إدارة القرآن، كراچی)

قال العلامة الحصكفي: "ومن جن أو أغمي عليه، ولو بفزع من سبع أو آدمي يوماً وليلة، قضى الخمس، وإن زاد وقت صلاة سادسة (لا) للحرج ولو أفاق في المدة". (الدر المختار، باب صلاة المريض: ۲/۱۰۲، سعید)

"(قوله: وعليه صلوات فائتة) أي بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه وإن قلت". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

صوم وصلوٰۃ کا فدیہ، اس کی مقدار اور اس کا مستحق

سوال[۳۰۹۱]: ۱... ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضاء ہوگئیں کہ اس کو ہوش تھا مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا، اس صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

۲... مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضاء ہوگئے ہیں جس کے بعد بیماری نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ قضاء ادا کر سکے، ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے؟

۳... ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے، اسی طرح کئی نمازوں یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

۴... اس فدیہ کے مستحق کون ہیں؟ مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا، یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا، یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے یا محض فقیروں کو دینا چاہیے؟

۵... اگر کسی میت کے ورثاء غریب ومفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کر سکتے ہوں تو میت کی براءت کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ فقط

عبدالکریم سوداگر، زیر جامع مسجد معرفت حافظ

عبداللہ صاحب مدرس درجہ قرآن شریف جامع مسجد سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر ایسی حالت میں نمازیں قضاء ہوئیں کہ مریض میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور مرض سے صحت نہیں پائی بلکہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو اس پر ان نمازوں کی قضاء فرض نہیں نہ اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے:

"وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة سقط القضاء عنه وإن كان يفهم، في ظاهر الرواية وعليه الفتوى". درمختار. قال الشامي: ۲/۹۹: "الفوائت

ولم يقدر على الصلوة، لم يلزمه القضاء، حتى لا يلزمه "الإيصاء بها". شامی: ۱/ ۱۰۲(۱)۔

۲..... ایسی حالت میں روزوں کی قضاء بھی ضروری نہیں، لہٰذا فدیہ بھی ضروری نہیں: "لا قضاء للصوم على المريض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة أو الإقامة". بحر: ۲/ ۲۸۳(۲)۔

ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں ہے فطرہ کی طرح، اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے: "يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم". درمختار: ۱/ ۷۶۹(۳)۔

۳..... ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے، کئی کو نہ دیا جائے: "ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع، لم يجز". درمختار: ۱/ ۷۶۸(۴)۔ البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے: "ولو أعطاه الكل جاز"(۵)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المريض: ۲/ ۹۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة المريض: ۲/ ۲۰۳، ۲۰۴، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/ ۱۳۷، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/ ۴۹۵، رشیدیہ)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصوم، فصل في الأعذار المبيحة للإفطار وما يتعلق بها: ۱/ ۳۶۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۰، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشیدیہ)

(۴) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۱، رشیدیہ)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة في قضاء الفائتة: ۱/ ۷۷۱، إدارة القرآن، كراچی)

(۵) (الدر المختار، باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/ ۱۲۵، رشیدیہ)

اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے: "ويجوز إعطاء فدية صلوات وصوم أيام ونحوها لواحد من الفقراء جملة". مراقی الفلاح، ص: ٢٥٩ (١)۔ ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں۔

گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے، قال الشامی: ٢/٧٦، تحت قول الدر: "(نصف صاع من بر): أي أو من دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أو قيمته، وهي أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير" (٢)۔

٣... غریب، مستحق لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں، مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں (٣)۔ کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطور تملیک دیدینا جائز ہے، اسی طرح کپڑے بنا کر دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں، مالدار نہ ہوں (٤)، فقیروں کو دینا بھی جائز ہے (٥)۔

---

(١) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ٤٤٩، قديمي)

(٢) (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ٢/٧٥، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، ص: ٧٢٣، قديمي)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصوم، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر: ٣/٥٠٤، المكتبة الغفارية)

(٣) "ويشترط أن يكون الصرف (تمليكاً) لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد و) لا إلى (كفن ميت وقضاء دينه)". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢/٣٤٤، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢/٤٢٤، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر على ملتقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصارف: ١/٣٣٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٤) "ولو أطعم يتيماً ناوياً الزكاة لا يجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم كما لو كساه بشرط أن يعقل القبض". (الدر المختار، كتاب الزكاة: ٢/٢٥٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢/٤٢٣، رشيدية)

(٥) "مصرف الزكاة والعشر هو فقير، وهو من له أدنى شيء: أي دون نصاب ... ومسكين من لا شيء له على المذهب ... وصدقة الفطر كزكاة في المصارف". (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ٢/٣٣٩، ٣٦٨، سعيد) =

۵۔ اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصف صاع کسی فقیر کو دیدیں اور قبضہ کرادیں اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطور ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں، اسی طرح دیتے رہیں مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے، ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا۔ جب حساب لگا کر دیکھیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو نصف صاع اگر فقیر کو دیا تھا تب تو اسی کو دیدیں اگر کسی سے قرض لیا تھا اس کو واپس کردیں، ان شاء اللہ امید ہے کہ میت کی برأت ہوجاوے گی اور ورثہ کا یہ معاملہ بطور احسان وتبرع ہوگا کیونکہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں اور صورتِ مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بری ہے کیونکہ نماز قضا کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا، کذا فی کتب الفقہ نحو مراقی الفلاح ص: ۲۵۴ (۱) وشامی: ۱/ ۷۶۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۲/ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۲/ ۱۳۵۲ھ۔

= وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في صدقة الفطر: ۱/ ۱۹۲، رشيديه:

(۱) "وإن لم يوف ما أوصى به الميت (صحيحا عليه) أو لم يكف ثلث ماله أو لم يوص بشيء وأراد أحد التبرع بقليل لا يكفي، فحيلته لإبراء ذمة الميت عن جميع ما عليه أن يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشيء من صيام أو صلاة أو نحوه ويعطيه للفقير بقصد إسقاط ما يريد عن الميت فيسقط عن الميت بقدره، ثم بعد قبضه يهبه الفقير للولي أو للأجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملك، ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الإسقاط متبرعا به عن الميت فيسقط عن الميت بقدره، ثم يهبه الفقير للولي أو للأجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير متبرعا عن الميت، وهكذا يفعل مرارا حتى يسقط ما كان يظنه على الميت من صلاة وصيام ونحوهما مما ذكرنا من الواجبات، وهذا هو المخلص في ذلك إن شاء الله بمنه وكرمه". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۴۳، قديمي)

(۲) "ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير، ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتى يتم". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۷۳، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

فدیۂ صوم وصلوٰۃ

سوال [۳۴۹۲]: ۱..... کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ سن بلوغ کے بعد کسی کا انتقال ہوجائے تو آدھا من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف بطور صدقہ نکالتے ہیں، متوفی خواہ امیر ہو یا غریب فاقہ کش سب کے لئے یہی دستور رائج ہے۔ گیہوں کے بورے فقیر کے سر پر چڑھا کر جنازہ کے آگے کردیتے ہیں، بعد نماز جنازہ گیہوں کے ڈھیر کے دائیں بائیں فقیر اور ملاں بیٹھ کر حیلہ کرتے ہیں، حیلہ کے وقت ملاں صاحب اس طرح فرماتے ہیں: صوم وصلوٰۃ واجبات جو اس مردے سے قضاء ہوئے ہیں اس کی طرف سے یہ کفارہ میں نے قبول کرکے تم کو بخشا" دائرے والے بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح کہتے ہیں، پندرہ بیس مرتبہ یہ الفاظ دائرے میں دہراتے ہیں، پھر گیہوں بانٹ لیتے ہیں، ملاں صاحب کا حصہ مع قرآن شریف ان کے مکان پر پہونچادیتے ہیں۔

حیلہ میں قرآن شریف لانا لازمی ہے بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، بغیر قرآن شریف کے ملاں صاحب حیلہ نہیں شروع کرتے اور اس حیلے کو متوفی کے فوت شدہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا نعم البدل مانتے ہیں، متوفی غریب ہو اور میت کی جانب سے گیہوں وغیرہ نہ نکالے جاویں تو بعد میں طعنہ وتشنیع کی جاتی ہے۔ پس صورت مسئولہ کا جواب مع حوالۂ کتب (عبارت) فقہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں و عند الناس مشکور ہوں تاکہ ان بدعات سے بچا جاسکے۔

۲..... ہبہ میں قبضہ شرط ہے یا اشارہ بھی کافی ہے، جائیداد منقولہ کا حیلہ کیسا ہے؟

۳..... موافق شرع حیلہ کیا جائے تو کیا اس میں فوت شدہ صوم وصلوٰۃ کا حساب ضروری ہے؟

۴..... ولی میت فقیر کے سر پر بورا چڑھا کر قبرستان پہونچادیتا ہے وہ خود حیلہ میں نہیں بیٹھتا تو کیا یہ ہبہ سمجھا جاوے گا اور حیلہ درست ہوگا؟

۵..... دینے والے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس آدھا من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن سے کتنی عبادات کا کفارہ ہوا؟ بصورت ہذا کفارہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ طریقہ بدعت و ناجائز ہے، اصل یہ کہ خلافِ معمولِ شرع ہے(۱)۔ نفسِ ایصالِ ثواب بغیر التزامِ تاریخ و روز و ہیئت وغیرہ مستحسن اور باعثِ راحتِ میت ہے، خواہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر یا نماز روزہ عبادات کر کے یا غرباء و مساکین کو نقد غلہ کپڑا وغیرہ دے کر، یا مسجد مدرسہ کنواں وغیرہ بنا کر ہو(۲)، اور طریقہ مذکورہ میں چند خرابیاں ہیں:

اول: یہ کہ اس کو لازم و ضروری سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اس کو کوئی ترک کرے تو اس پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، حالانکہ جو شئی درجۂ استحباب شریعت سے ثابت ہو اس پر بھی اصرار کرنا ممنوع ہے، اصرار سے وہ شئی ممنوع ہو جاتی ہے چہ جائیکہ بدعت پر اصرار کرنا:

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة"(۳)۔ "من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". سعاية(۴)۔

دوم: یہ کہ اس میں قرآن شریف کا ہونا بھی لازم سمجھا جاتا ہے حالانکہ نفسِ نفع کا ثواب پہنچانا شرعاً قرآن شریف کے ساتھ ہونے پر موقوف نہیں، بغیر قرآن شریف ساتھ ہونے کے بھی پہنچ جاتا ہے، یہ ایک حکمِ شرعی کی تغییر ہے۔

سوم: یہ کہ یہ طعام ترکہ سے تقسیم کیا جاتا ہے حالانکہ بسا اوقات بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ کا

---

(۱) "حیلۂ اسقاط نفس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیل چند قوم کا ملانوں کے واسطے مقرر ہوگیا ہے۔ جس قدر نیت سے واقف ہے، اور یہ حیلہ کا ارتکاب نفس کے واسطے شریعت کیسے درست کرے گا، عجب ہے کہ مفید ہو، وہ مقصود صرف تحصیلِ دنیا ہی کا ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب البدعات، ص: ۱۰۴، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۲) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۳/۱۰۵، رشيدية)

(۳) (السعاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) (السعاية، المصدر السابق: ۲/۲۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

حصہ صرف کرنا ہرگز جائز نہیں، اگر وہ اجازت دے تو اجازت بھی معتبر نہیں (۱)۔

چہارم: اس میں قبضہ نہیں ہوتا، حالانکہ صدقہ کے لئے قبضہ شرط ہے (۲)۔

پنجم: غلہ کی یہ مقدار بھی شرعاً متعین نہیں۔

ششم: یہ مقدار کافی و لازم سمجھی جاتی ہے حالانکہ بعض اوقات صوم وصلوٰۃ میت کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات اتنی مقدار ہوتی ہے کہ حساب کے اعتبار سے یہ غلہ ناکافی ہوتا ہے کیونکہ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ واجب ہوتا ہے اور یہی مقدار ہر روزہ کے عوض میں ہے (۳)۔

ہفتم: عام طور پر یہ حیلہ ریاکاری اور فخر کے لئے کیا جاتا ہے اسی لئے حساب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مقدار مقرر ہو اور قرآن کریم کے دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسی کو ضروری سمجھا جاتا ہے خواہ میت کے ذمہ صوم وصلوٰۃ کچھ فوت شدہ باقی ہو یا نہ ہو، نیز اگر ہو تو کم ہو یا زیادہ ہو، قرآن شریف کو خدا جانے کس قدر کفارہ سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے۔

"وفي البزازية: ويكره اتخاذ الطعام في المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم، وأطال ذلك في المعراج، وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى، ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو غائب، اهـ". رد المحتار (۴)۔

---

(۱) "ولا (أي لا تصح الوصية) لوارثه وقاتله مباشرة ... إلا بإجازة ورثته ... وهم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير". (الدر المختار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٦، سعيد)

(۲) "وتمامها كرهن وصدقة، لأن القبض شرط تمامها". (الدر المختار، كتاب الهبة: ٥/٦٩٠، سعيد)

(۳) "ولو مات وعليه صلوات فائتة، وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطى من ثلث ماله". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصلوة عن الميت: ٢/٧٢، ٧٣، سعيد)

(۴) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت: ٢/٢٤٠، سعيد)

"فی‌الجملہ تقسیم کردن نقد غلہ وغیرہ بعد میت از ترکۂ آن بمحتاجان بہ نیت ثواب جائز است، بشرطیکہ وارثانش کبار باشند و راضی باشند بدادن۔ و اگر ورثہ میت صغار باشند، بدون تقسیم ترکہ تصدق جائز نیست۔ وبردن این چیزها همراه جنازه رسم جاهلیت است، از شرع شریف ثابت نیست، وچیزے کہ نظیرش در اصل شرع یافتہ نمی شود کردن آن چیز مکروہ است یا حرام، اما دادن تصدق بفقراء ومساکین برائے ثواب میت بے آنکہ همراه جنازه برند، جائز است، زیرا کہ برائے ثواب میت چیزیکہ بمحتاجان میدهند، مستحب آنست کہ بے روی و ریا و بے تعین وقت و روز باشد الا بدعت می گردد، و دریں صورت دادن ایشان خالی از کراہت نخواہد شد۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم"۔ مصباح الیقین، ص: ۵۰۵، مطبوعہ مطبع محمدی، ماہ صفر ۱۲۹۱ھ (۱)۔

کفارۂ صوم وصلوٰۃ میت کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تو ایک ثلث ترکہ میں ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دے دی جائے اسی طرح ہر روزہ کے عوض، وتر بھی شرعاً مستقل نماز ہے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں سے پورا ہو جائے تب تو خیر ورنہ سب ورثاء کی اجازت سے بشرطیکہ وہ بالغ ہوں، ایک ثلث سے زائد سے بھی وصیت کو پورا کیا جاسکتا ہے، بغیر وصیت صدقہ دینا ضروری نہیں، تاہم اگر بالغ ورثاء اپنے حصہ میں سے دے دیں تب بھی درست ہے، نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/۲/۶۰ھ۔

نماز کا فدیہ شیعہ کو دینا

سوال [۳۴۸۳]: زید اپنے بھتیجوں اور بہن کو اپنی بیوی کی نمازوں کا فدیہ (جس کا انتقال ہو چکا ہے) دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔

---

(۱) (لم نظفر علی هذا الکتاب)

(۲) (راجع، ص: ۳۰۰، رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو نہیں دینا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۱۰/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۱۰/ ۸۹ھ۔

ایک نماز نفل سے نمازوں کی قضاء و کفارہ

سوال [۳۰۸۲]: زید اپنی تصنیف میں لکھتا ہے کہ نماز کا کفارہ قضائے عمری اس طرح پڑھے کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ کوثر پندرہ بار اور بعد نماز سلام دس بار استغفار و درود پڑھے تو کفارہ قضاء شدہ نمازوں کا ہو جائے گا۔

زید کا یہ کہنا کتب احادیث و دیگر کتب معتبرہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ حکم شرعی سے مطلع فرمایا جائے۔

المستفتی: افتخار علی محمد احسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں، جتنی نمازیں قضاء شدہ ہیں ان کا کفارہ یہ ہے کہ زندگی میں ان نمازوں کو خود پڑھنا فرض ہے، بغیر اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا (۲)، اگر نہیں پڑھی ہیں تو مرتے وقت وصیت کرنا ضروری

---

(۱) "قوله: إلا في جواز الدفع إلى الغني من غير فتوى: فإنه يجوز عند الطرفين وإحدى الروايتين عن أبي يوسف، لا يجوز، تاترخانية. وقدم في الحاوي أن الفتوى على قول أبي يوسف، ونحو الكلام فيه" (رد المحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۲/ ۳۶۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/ ۱۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر على ملتقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/ ۳۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأقيموا الصلوة﴾ (سورة البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالى: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳)

ہے، مرنے کے بعد ہر نماز کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ کرنے سے نماز کا صدقہ ادا ہوگا اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ: العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطي لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر ..... الخ". (تنوير الأبصار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

"فإذا مات الرجل وعليه الصلوات فائتة وأوصى بأن يعطى كفارة صلاته، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر، وللوتر نصف صاع، ولصوم يوم نصف صاع، وإنما يعطى من ثلث ماله". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۱/۷۷۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں

سوال[۳۲۸۵]: امام صاحب نے تکبیر تحریمہ آواز بلند نہ کہی، سامع غیر نہیں ہوا اور دوسری تکبیرات باآواز کہا تب سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام صاحب پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا پھر بھی سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نماز میں ترک مستحبات پر بھی سجدۂ سہو کرسکتا ہے نماز میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیرات آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مستحب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا(۱)، اگر اس گمان سے سجدۂ سہو کرلیا کہ واجب ہوگیا تھا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی:

"لو ظن الإمام السهو فسجد له، فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد". درمختار۔ "(قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض: وقيل: لاتفسد، وبه يفتى، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب". شامي، ص: ۳۰۳، ۱(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "ولا يجب إلا بترك واجب، أو تأخيره أو تأخير ركن ...... ولا يجب بترك العوذ والبسملة في الأولى وتكبيرات الانتقال". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو، ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۹۹، سعيد) ....

ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال [۳۲۸۶] : دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھ رہا ہوں، دوسری رکعت میں بجائے زانو پر ہاتھ رکھنے کی نیت باندھی مگر فوراً یاد آگیا، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہیے، جب کہ وقفہ تین تسبیح سے کم لگا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سرّی نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراً اور جہری میں سراً پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۸۷] : اگر امام جہری نماز میں سورۂ فاتحہ بالکل خاموش پڑھ جائے، یا سری نماز میں بلند آواز سے پڑھ جائے تو اب یاد آنے پر جہاں تک پڑھ لی ہے وہیں سے صحیح کرے یا شروع سے پھر پڑھے؟ کیا غلطی سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ یا سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ اور کہاں تک پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہری نماز میں تین آیت کی مقدار سہواً سراً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، اسی طرح سری نماز میں جہراً پڑھنے کا حکم ہے، اگر اس کو جہراً نہیں پڑھا بلکہ صرف سورت کو جہراً پڑھ کر سجدۂ سہو کرلیا تب بھی نماز درست

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيدمي)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۳۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(۱) "ولا يجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره، أو تأخير ركن أو تقديمه، أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترك الواجب. كذا في الكافي".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيدمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

ہو جائے گی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

یاد آنے پر الحمد پڑھنے کے بعد جہر کہاں سے شروع کرے اور سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۸۸]: اگر جہری نماز میں امام دو تین آیتیں آہستہ پڑھ گیا بعد کو الحمد پڑھتے ہی فوراً اس کو یاد آگیا اب وہ سب کو دوبارہ پڑھے یا جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے، سجدۂ سہو تو کرے گا ہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں سے یاد آیا وہیں سے جہر شروع کردے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

منفرد کا جہری نماز کی تیسری و چوتھی رکعت میں جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۸۹]: منفرد شخص نے اپنی جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کو قصداً زور سے پڑھا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح اگر سری نمازوں میں قصداً قرأت زور سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ اور کیا سہواً

---

(۱) "(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام، (وعكسه) لكل مصل في الأصح، والأصح تقديره (بقدر ما تجوز به الصلاة في الفصلين. وقيل:) قائله قاضي خان (يجب السهو) (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقاً): أي قل أو كثر (وهو ظاهر الرواية)". (الدر المختار). "(قوله: والأصح الخ) صححه في الهداية والفتح والتبيين والمنية؛ لأن اليسير من الجهر والإخفاء لا يمكن الاحتراز عنه، وعن الكثير يمكن، وما تصح به كثير، غير أن ذلك عنده آية واحدة، وعندهما ثلاث آيات، هداية. (قوله: وهو ظاهر الرواية) ... وقال في شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية، وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر في موضع المخافتة عفو أيضاً" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۱، ۸۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۶، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۰۴، رشيديه)

(۲) "سها الإمام، فخافت بالفاتحة في الجهرية، ثم تذكر، يجهر بالسورة، ولا يعيد، ولو خافت بآية أو أكثر يتمها جهراً ولا يعيد" (الحلبي الكبير، مسائل شتى، ص: ۵۱۸، سهيل اكيدمي)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۳۲۵، مكتبه امداديه ملتان)

قرأت زور سے کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ سرّاً پڑھنا واجب ہے وہاں قصداً سورۂ فاتحہ زور سے پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے مکروہ ہوگی، اور اعادہ لازم ہوگا اور ایسے موقع میں سہواً زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا(۱) اور سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہوجائے گی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی

سوال[۳۲۹۰]: ایک امام صاحب نے تیسری رکعت میں کھڑے ہوکر "الحمد" بالجہر پڑھ دی، دو تین آیت پڑھنے کے بعد ان کو یاد آیا وہ خاموش ہوگئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین آیت بالجہر پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن إبراهيم النخعي رحمه الله تعالى، قال: سجد إذا أسر فيما يجهر فيه أو جهر فيما يسرّ فيه. ذكره سحنون في المدونة بلا سند جزماً". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب في بقية أحكام السهو: ۱۶۷/۷، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل في الأصح، والأصح تقديره بقدر ماتجوز به ما تجوز به الصلاة في الفصلين (وقيل) - قائله قاضيخان: يجب السهو (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقاً): أي قلّ أو كثر (وهو ظاهر الرواية)". (الدر المختار).

"(قوله: وهو ظاهر الرواية) ..... وقال في شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية، وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر في موضع المخافتة عفوٌ أيضاً". (تنوير الأبصار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۸۱/۲، ۸۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۷، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) "ومنها جهر الإمام فيما يجهر فيه، والإسرار في محله مطلقاً، واختلف في القدر الموجب للسهو=

پڑھا ہے یا پہلی ہی دوسری مکرر پڑھا ہے مگر مسلسل نہیں بلکہ ایک دفعہ سورت سے پہلے فاتحہ کو پڑھا ہے دوبارہ پھر سورت کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم نہیں، سہواً پڑھنے سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، البتہ ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔"ولو کررها: أي الفاتحة في الأولیین، یجب علیه سجود السهو، بخلاف مالو أعادها بعد السورة أو كررها في "الأخریین"، في التبیین، انتهی". عالمگیری: ۱/۱۲۶(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال[۳۳۹۳]: اگر بھول کر دو مرتبہ "الحمد" پڑھ جائے سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسلسل دو مرتبہ پڑھے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(وكذا في تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۳، دار الكتب العلمیة، بیروت)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة ۱/۴۶۰ سعید)

(۲) "ویسجد للسهو كما لو كرر الفاتحة، ثم قرأ السورة". (مراقي الفلاح) وقال الطحطاوي: "قوله: (ویسجد للسهو) إذا كان ساهیاً، وإلا كره تحریماً؛ لأن فیه تأخیر الواجب، وهو الفاتحة عن محله، وهو المعنى في وجوب السهو بتكرار الفاتحة". (حاشیة الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في بیان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قدیمي)

"قوله: لكنه ترك تكریرها، الخ، فلو قرأها في ركعة من الأولیین مرتین، وجب سجود السهو لتأخیر الواجب، وهو السورة كما في الذخیرة وغیرها". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبیر، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهیل اکیڈمي، لاهور)

جس سورت پر ختم کیا ہے اسی کو پڑھے سجدۂ سہو اس صورت میں نہیں ہے۔

تنبیہ: اگر ایک سورت سے دوسری سورت میں چلے جانے سے معنی بگڑ جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قیام میں تشہد سے سجدۂ سہو

سوال [۳۳۰۲]: فرض نماز کی پہلی یا دوسری رکعت میں "الحمد" شریف پڑھنے کے بعد بھول کر بجائے سورت پڑھنے کے اگر "التحیات" پڑھ دی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدۂ سہو واجب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہو گیا

سوال [۳۳۰۷]: ایک شخص پہلی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کیلئے تھوڑی دیر بیٹھ گیا، کچھ بھی نہیں پڑھا کہ اسے یاد آ گیا فوراً دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ سجدۂ سہو کی ضرورت تھی یا نہیں؟

---

(۱) "الشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل إلى أذنه، وبه قال الشافعي، ولم يشترط الكرخي وأبوبكر البلخي السماع، واكتفيا بتصحيح الحروف. واختار شيخ الإسلام وقاضيخان وصاحب المحيط والحصيري قول الهندواني، وكذا في معراج الدراية. ونقل في المجتبى عن الهندواني أنه لا يجزيه مالم تسمع أذناه ومن بقربه". (رد المحتار، فصل في القراءة: ۵۳۴/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۵۸۷/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۳۲۸/۱، بيروت)

(۲) "وذكر الناطفي في الأجناس عن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قرأة الفاتحة، فلا سهو عليه، وبعدها يلزمه". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۷/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۴۲/۲، رشيديه)

اگر وہ اتنی دیر بیٹھا کہ تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہا جاسکتا تھا تب ضرورت تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے کی مقدار بیٹھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اس سے کم میں سجدہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائی

سوال [۳۰۱۸]: اگر چار رکعت والی فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کو آخری رکعت میں بھول کر پڑھ لی تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: وجب عليه سجود السهو) إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن ... وهو مقدار ثلاث تسبيحات: فهو محل وجوب سجود السهو إذا لم يشتغل حالة الشك بقراءة ولا تسبيح".

(حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ٤٦٣، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ٢/١٢٤، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ٢/٩٢، سعيد)

(۲) "ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو، وهو الأصح" (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ١/١٢٦، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ٢/١٢٧، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ١/٤٧٣، دار الكتب العلمية)

پہلی دو رکعتوں میں سورت بھول جانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۲۱۰]: "وإن قرأ الفاتحة (في صلوة العشاء في الأوليين) ولم يزد عليه، قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة وجهر". هدایه(۱) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ جس قرأت سورت فوت ہونے سے بعد والی رکعات میں فرض نمازوں میں تلافی ہو سکتی ہے تو کوئی شخص پہلی ایک رکعت یا دونوں رکعت میں ضم سورت کی تلافی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں تلافی ہو سکتی ہے؟ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں ضم سورت بھول جائے اور جہری طور پر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص بھولی اور سورت علاوہ فاتحہ کے پڑھ لے (ایک یا دونوں رکعت میں) تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی دونوں رکعتوں میں اگر ضم سورت بھول جائے، یا مغرب کی پہلی رکعت میں بھول جائے تو اخیر کی دونوں میں اور مغرب کی تیسری میں فاتحہ کے بعد ضم سورت کرے اور جہر بھی کرے: "ولو ترك السورة في ركعة من أوليي المغرب أو في جميع أوليي العشاء، قرأها أي السورة وجوباً على الأصح في الأخريين مع الفاتحة من المغرب مع الفاتحة، جاهراً بهما على الأصح، ويقدم الفاتحة ثم يقرأ السورة، وهو الأشبه". مراقي الفلاح(۲)۔

اگر صورتِ مذکورہ میں فاتحہ کو بھول گیا تو بعد والی رکعتوں میں فاتحہ کو مکرر نہ پڑھے: "ولو ترك الفاتحة في الأوليين، لا يكررها في الأخريين". مراقي الفلاح(۳)۔ ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الهداية، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/ ۱۱۶، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، ۲۵۵، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/ [illegible]، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۴۹، رشيديه)

(۳) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، ۲۵۵، قديمي)

قرأت کی غلطی سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۰]: اگر امام تراویح میں غلط پڑھے اور مقتدی صحیح بتلائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام نے تراویح میں قرأت کی غلطی کی ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم نہیں، سجدۂ سہو کرنا اس مقصد کیلئے غلط ہے، امام مقتدی نے بتلا دیا ہے اس سے سجدۂ سہو نہیں آتا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رکوع کے بجائے سجدہ میں جانے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۱]: اگر کوئی شخص رکوع میں جانے کے بجائے بھولے سے سجدہ میں چلا جائے تو وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوٹ کر آئے رکوع کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ولا يجب السجود إلا بترك واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره، أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيدية)

(وكذا في الغنية الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قديمي)

(۲) "ويجب بتقديم ركن نحو أن يركع قبل أن يقرأ، أو يسجد قبل أن يركع، فهذا المثال غير واقع في محله، لأن الركوع قبل القراءة والسجود قبل الركوع غير معتد به حتى يفترض عليه إعادة الركوع بعد القراءة وإعادة السجود بعد الركوع على ما مر من أن الترتيب بين ما لا يتكرر في الركعة الواحدة وبين غيره فرض، وإذا لم يقع ذلك معتداً به، لا يكون فيه تقديم الركن. نعم! إذا فعل ذلك يجب عليه سجود السهو لتأخير الركن بسبب الزيادة التي زادها، فليتأمل". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۶، سهيل اكيڈمی لاہور)

سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۲]: تراویح میں حافظ قرآن نے آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ اس جگہ پر نہیں کیا بلکہ رکوع دو رکوع کے بعد پھر سجدہ مع مقتدیوں کے کیا تو کیا سجدۂ قرآن درست ہوا یا نہیں؟ بعد سلام کے مع مقتدیوں کے سجدہ کرلے تو درست ہوا یا نہیں؟ اگر سجدۂ سہو کرے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں سجدہ ذمہ سے ساقط ہو گیا لیکن تاخیر کی وجہ سے ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور جو سجدہ حالتِ نماز میں امام پر تلاوت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ خارجِ نماز میں ادا کرنا درست نہیں بلکہ نماز ہی میں ادا کیا جائے:

"المصلی إذا نسی سجدة التلاوة فی موضعها، ثم ذكرها فی الركوع أو السجود أو فی القعود، فإنه یخرلها ساجداً، ثم یعود إلی ما كان، ویعیده استحساناً، وإن لم یعده جازت صلوته، كذا فی الظهیریة". عالمگیری: ۱/۱۳۴(۱)۔

"لو أخر سجدة التلاوة عن موضعها، فإن علیه سجود السهو، كما فی الخلاصة". شامی: ۱/۴۷۷(۲)۔

"والسجدة التی وجبت بالتلاوة فی الصلاة لاتقضی إلا فی الصلاة". رسائل الأركان، ص: ۱۶۲(۳)۔

• (وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۰، رشیدیه)

(وكذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۱، سعید)

(۱) (الفتاوی العالمكیریة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعید)

(وكذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(۳) "(قوله: وإذا لم یسجد لم یأثم الخ) أفاد أنه لایقضیها. قال فی شرح المنیة: وكل سجدة وجبت فی الصلاة ولم تؤد فیها، سقطت، أی لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله". (رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، سعید)

(وكذا فی الحلبی الكبیر، القراءة خارج الصلاة، ص: ۵۰۱، سهیل اكیڈمی لاهور)

بغیر رکوع کئے ہوئے سجدہ میں جانا، پھر اٹھنا

سوال [۳۵۰۳]: ہمارے امام صاحب نے فجری نماز میں قنوت نازلہ پڑھی، پھر بغیر رکوع کئے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں کسی مقتدی نے زور سے کہا کہ رکوع نہیں ہوا تو پھر رکوع میں آگئے اور پھر سجدہ کیا، اور قعدہ کے تشہد کے بعد پھر سجدہ سہو کیا۔ تو کیا اس طرح کرنے سے نماز ادا ہوگی اور جس مقتدی نے یہ کہا کہ رکوع نہیں ہوا اس کی نماز بھی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی نے امام کو یہ صراحۃً کہا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی (۱)، اس کے اس طرح کہنے سے اگر امام کو خود بھی یاد آگیا کہ رکوع نہیں ہوا اور وہ اپنی یاد پر اٹھا اور رکوع وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کر لیا تو امام کی نماز ہوگئی اور بقیہ سب مقتدیوں کی بھی ہوگئی۔ اگر امام کو یاد نہیں آیا محض اس کے کہنے پر کھڑا ہوگیا تو کسی کی نماز نہیں ہوئی، سب کو اعادہ ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رکوع، سجدہ کی تسبیح بدلنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۴]: چند روز قبل نماز عشاء میں ایک رکعت کے اندر جب میں پہلے سجدہ میں گیا تھا تو

---

(۱) "إذا تكلم في صلاته ناسياً أو عامداً، خاطئاً أو قاصداً، قليلاً أو كثيراً، تكلم لإصلاح صلاته بأن قام الإمام في موضع القعود، فقال له المقتدي: اقعد، أو قعد في موضع القيام فقال له: قم، أو لا لإصلاح صلاته، ويكون الكلام من كلام الناس، استقبل الصلاة عندنا، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۹۸، رشيدية)

(۲) "قوله: إلا إذا تذكر الخ، قال في القنية: ارتج على الإمام، ففتح عليه من ليس في صلاته وتذكر: فإن أخذ في التلاوة قبل تمام الفتح، لم تفسد، وإلا تفسد؛ لأن تذكره يضاف إلى الفتح ... قلت: والذي ينبغي أن يقال: إن حصل التذكر بسبب الفتح، تفسد مطلقاً ... وإن حصل تذكره من نفسه لا بسبب الفتح، لا تفسد مطلقاً". (رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۱۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيدية)

تین مرتبہ بجائے "سبحان ربی الاعلی" پڑھنے کے "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" اور پھر "ربنا لک الحمد" پڑھا اور "اللہ اکبر" کہہ کر دوسرے سجدہ میں چلا گیا تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر ایسا کرنے سے نماز درست ہوگئی، نہ سجدۂ سہو لازم ہوا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۹/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۹/ ۸۸ھ۔

دعائے قنوت بھول کر رکوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۵۰۰۵]: رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دعائے قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں پہنچ گیا تو اب نہ تو کھڑے ہو کر، نہ رکوع میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے، کما فی مراقی الفلاح ص: ۲۵۰(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) تسبیحات و تکبیرات منتقلہ میں علاوہ تین سے کم یا زیادہ پڑھنے سے یا ان کے کلمات بدلنے یا ترتیب بدلنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا: "ولا يجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن ... ولا يجب بترك التعوذ والبسملة في الأولى وتكبيرات الانتقال". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۴۳۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لا يعود ولا يقنت فيه لفوات محله ... ويسجد للسهو على كل حال لترك الواجب أو تأخيره". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۴۹، رشيدية)

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا

سوال [۳۵۰۶]: امام سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "اللہ اکبر" کے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے اٹھے تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "اللہ اکبر" کے بجائے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ دیا تو بھی سجدۂ سہو لازم نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۲ھ۔

سجدہ میں "بسم اللہ"

سوال [۳۵۰۷]: سجدہ میں تسبیح سے پہلے تسمیہ پڑھ لیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، سهيل اكيڈمي)

(۱) قال العلامة الحلبي: "فلا يجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقال والتسبيحات" (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۰۲، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الحلبي: "(أو قرأ التشهد مرتين في القعدة الأخيرة أو تشهد قائماً أو راكعاً أو ساجداً) لا سهو عليه ... وأما التشهد فلأنه ثناء والقيام والركوع والسجود محل الثناء" (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود السهو: ۱/۲۲۲، بيروت)

ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے؟

سوال[۲۵۰۸]: اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں ایک سجدہ غلطی سے کیا ہو، دوسری رکعت میں یاد آ جائے تو کیا حکم ہے؟

عبدالحق گیاوی، متعلم مدرسہ ہٰذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب یاد آئے جب ہی سجدہ کر لے، اگر دوسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آئے اس وقت کرے اور اگر قیام، قعود وغیرہ میں یاد آئے تو اس وقت کرے جس رکن کو وسط میں چھوڑ کر سجدہ کیا ہے اس کا اعادہ کرے:

"ولو ترك سجدة من ركعة فتذكرها في آخر صلاته سجدها، وسجد للسهو لترك الترتيب فيه، وليس عليه إعادة ما قبلها" البحر الرائق: ۲/۹۶ (۱)۔

"وإن كان إماماً يصلي ركعة وترك منها سجدة، فصلى ركعة أخرى وسجد لها فتذكر المتروكة في السجود، فإنه يرفع رأسه من السجود، ويسجد المتروكة، ثم يعيد ما كان فيها؛ لأنها ارتفضت فيعيدها استحساناً" (۲)۔ اور سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، ۱۵/صفر/۵۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ، ۱۵/صفر/۵۳ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۹۶، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۴، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۲، سعيد)

(۲) (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۴۳۷، إدارة القرآن)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر من هذا الفصل المتفرقات: ۲/۳۰۵، المكتبة الغفارية)

ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

سوال [۳۵۰۱]: نماز میں ایک سجدہ بھول گیا پھر آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ ایک فرض ہے، دوسرا واجب؛ خیال یہ ہے کہ جو سجدہ بھولا ہے وہ دوسرا سجدہ ہے، کیا دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض ہے دوسرا واجب؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں "سجدتان" کا لفظ نہیں آیا ہے، دونوں کیسے فرض ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں سجدے فرض ہیں، ترکِ فرض سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اعادہ ضروری ہے، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا(۱)۔ کتبِ فقہ میں سجدتین کی تصریح موجود ہے، کبیری ص: ۳۰۳ (۲)، البحر الرائق: ۱/۲۹۳ (۳)، ردالمحتار: ۱/۴۴۰ (۴) وغیرہ جملہ کتب میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قومہ کی دعاء کے بجائے جلسہ کی دعاء سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۳۵۱۰]: قومہ میں "ربنا لک الحمد" کے بعد "حمداً طیباً مبارکاً فیه" کے بجائے اگر جلسہ میں پڑھنے والی دعاء "اللهم اغفرلی" پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا مکروہ؟ بصورت درست ہوگی یا سجدۂ

---

(۱) "سجدة السهو واجبة، انه لا یجب إلا بترک الواجب ... ولا بترک الفرائض؛ لأن ترکها لا ینجبر بسجود السهو، بل هو مفسد، إن لم یتدارک فیعاد". (الحلبي الکبیر، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهیل اکیدمی)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(۲) "وتکلموا في تکرار السجود، فقیل: هو تعبد لا یطلب فیه المعنی کأعداد الرکعات ... الخ". (الحلبي الکبیر، فصل في صفة الصلاة، ص: ۲۸۰، سهیل)

(۳) "والمراد من السجود السجدتان، فأصله ثابت بالکتاب والسنة والإجماع، وکونه مثنی في کل رکعة بالسنة والإجماع، وهو أمر تعبدي لم یعقل له معنی علی قول أکثر مشایخنا تحقیقاً للابتلاء". (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۱، رشیدیه)

(۴) "(قوله: وتکرار السجدة) أي تکرار السجود أمر تعبدي، أي لم یعقل معناه علی قول أکثر المشایخ تحقیقاً للابتلاء". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۰، سعید)

سہو کی ضرورت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدۂ سہو لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۵ھ۔

قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۱۱]: ایک امام قعدۂ اولیٰ کے بجائے رکعت ثالثہ کیلئے کھڑا ہو گیا اور فاتحہ بالجہر شروع کر دی، پھر جب یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اس لئے جہر بالقراءۃ کے بجائے بالسر شروع کر دی اور سجدۂ سہو بھی کر لیا۔ آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جس وقت یاد آیا تھا اسی وقت سلام پھیر دینا افضل ہے۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

السائل: فرخ احمد، بنگالی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، قعدۂ اولیٰ واجب ہے اور تیسری رکعت میں اسرار واجب ہے، دو واجب بھول کر ترک کرنے سے ایک سجدۂ سہو کافی ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/رجب/۵۶ھ۔

---

(۱) "قال الحلبي: "فلا يجب بترك السنن والمستحبات كالتعوذ، والتسمية، والثناء، والتأمين، وتكبيرات الانتقالات، والتسبيحات" (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيدمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۰۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "قوله: ولو تكرر، حتى لو ترك جميع واجبات الصلاة سهواً لايلزمه إلا سجدتان، بحر" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۵۰۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

قعدۂ اولیٰ ترک کرنے سے نماز کا حکم

سوال [۳۲۰۵]: ایک امام مسجد چار رکعت فرض نماز کی امامت کرارہے تھے، سہواً دو رکعت کے بعد بلا "التحیات" پڑھے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، پھر بیٹھنے کے واسطے نہیں لوٹے، چار رکعت نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا، تو ایسی صورت میں نماز سجدۂ سہو سے ہو گئی یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اگر نماز ہو گئی تو کس ثبوت سے اور اگر نہیں تو کس ثبوت سے؟ براہِ مہربانی جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیجئے، مشکور ہوں گا۔ بینوا توجروا۔

محمد عبد الغنی، شیر کا پور، ضلع مظفر نگر، تاریخ ۱۳/ جون/ ۱۹۵۸ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو گئی، دہرانے کی ضرورت نہیں، کذا فی الدر المختار (۱) وصحیح البخاری: ۱/ ۱۶۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا

سوال [۳۲۰۶]: کسے اگر قعدۂ اولیٰ فراموش کردہ راستاد باز چونکہ یاد آمد،

---

(۱) "سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره، عاد إليه وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح (ما لم يستقم قائماً) في ظاهر المذهب، وهو الأصح (وإلا) أي وإن استقام قائماً (لا) وسجد للسهو". (الدر المختار). "(قوله: في ظاهر المذهب) الخ، مقابله في الهداية: إن كان إلى القعود أقرب، عاد، ولا سهو عليه في الأصح، ولو إلى القيام أقرب فلا، وعليه السهو، وهو مروي عن أبي يوسف رحمه الله عليه، واختاره مشايخ بخارى وأصحاب المتون" (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۸۳، ۸۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/ ۱۰۸، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۹۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن بحينة رضي الله تعالى عنه أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام من اثنتين من الظهر لم يجلس بينهما، فلما قضى صلاته، سجد سجدتين، ثم سلم بعد ذلك". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب ما جاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة: ۱/ ۱۶۳، قديمي)

نشست، در فساد نمازش چہ حکم دارد؟ مع حوالۂ کتب وصفحات واضح فرمائید۔

المستفتی: محمد عبدالمعبود عفی عنہ متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دریں مسئلہ فقہاء را دو قول است: در یکے نمازِ او فاسد شد، وایں قول را زیلعی رحمہ اللہ علیہ تصحیح نمودہ است۔ ودر دیگر نمازِ او فاسد نشد، اگرچہ ازیں فعل گنہگار شد، وبذمۂ او سجدۂ سہو لازم گشت، وایں قول را شیخ ابن ہمام وابن نجیم وحلبی وغیرہم ترجیح دادہ اند:

"فلو عاد إلى القعود بعد ذلك، تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي. وقيل: لا تفسد، لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه كما حققه الكمال، وهو الحق بحر، الخ". درمختار. وقال الشامي: "(قوله: بعد ذلك) أي بعد ما استقام قائماً، الخ. (قوله: لكنه يكون مسيئاً) أي ويأثم، كما في الفتح، الخ". ردالمحتار: ۱/۷۷۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۱۴]: چار رکعت نماز سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہوں، دوسری رکعت میں "التحیات" کے بعد درود پڑھ گیا، اس کے بعد یاد آیا، چاروں رکعت پوری کرلیں، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہیے؟

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السہو: ۲/۸۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السہو: ۲/۱۷۸، ۱۷۹، رشیدیہ)

(وکذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، باب سجود السہو: ۱/۴۷۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنت ووتر کے قعدۂ اولیٰ میں درود کا حکم

سوال[۳۵۱۵]: چار رکعت والی نماز سنت ووتر میں دو رکعت کی "التحیات" کے بعد درود شریف پڑھنا افضل ہے یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت سنت مؤکدہ اور وتر میں اگر دو رکعت پر بھول کر قعدۂ اخیرہ سمجھتے ہوئے درود شریف پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنن ونوافل میں قعدۂ اولیٰ کے ترک سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۶]: چار رکعت والی سنت کے قعدۂ اولیٰ یا دو رکعت والی سنت ونفل کے اندر "التحیات" بھول جائے پھر اس حالت میں بیٹھ کے سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت والی سنت میں قعدۂ اولیٰ اور تشہد واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہے اور نفل میں

---

(۱) "ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الأولی فی الأربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا، ولو صلی ناسیاً فعلیہ السہو". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۹، سعید)

"ولو کرر فی القعدۃ الأولی فعلیہ السہو، وکذا لو زاد علی التشہد الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کذا فی التبیین. وعلیہ الفتوی، کذا فی المضمرات" (الفتاوی العالمکیریۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السہو: ۱/۱۲۷، رشیدیۃ)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السہو: ۲/۱۰۵، رشیدیۃ)

(۲) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو"

دو رکعت پر قعدہ فرض ہے اس کے ترک سے نماز درست نہ ہوگی، پس اگر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگا تو سجدہ سے پہلے پہلے جب یاد آئے فوراً بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے، اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرچکا ہے تو چوتھی رکعت بھی اس کے ساتھ ملائے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کردے لیکن اس صورت میں دو رکعت معتبر ہوں گی اور پہلی دو رکعت قعدہ ترک ہونے کی وجہ سے فاسد ہوں گی اور دوسری تحریمہ پر شفعۂ ثانیہ کی بنا صحیح ہوگی (۱)۔ مگر سجدۂ سہو ضروری ہوا تشہد ہر حال واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

قعود واجب اگر سہواً چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا اس کے بعد یاد آیا تو بیٹھنا نہیں چاہیے، اگر بیٹھ گیا تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ فرض کو ترک کرکے واجب کی طرف عود کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہاں فرض کو ترک نہیں کیا بلکہ مؤخر کیا ہے:

"سها عن القعود الأول من الفرض ولو عملياً، أما النفل فيعود ما لم يقيد بالسجدة، ثم تذكره عاد إليه وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح ما لم يستقم قائماً في ظاهر المذهب، وهو الأصح، فتح. وإلا أي وإن استقام قائماً لا يعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب. فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي، وقيل: لا تفسد لكنه يكون مسيئاً ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه، كما حققه الكمال، وهو الحق، الخ". در مختار ۱/۷۷۹ (۲)۔

اور ایک قول پر نفل میں قعدۂ اولیٰ واجب ہے فرض نہیں: "والقعدة الأولى ولو في نفل في الأصح،

(۱) قال الحلبي: "وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة، وإنه لم يقعد على ركعتين تجزئه عن تسليمة واحدة، وهو المختار . . . لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها، كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً، كما هو قول محمد وزفر بالقياس، وإنما جاز على قول أبي حنيفة وأبي يوسف استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة" (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی، لاہور)

(۲) (الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۳، ۸۴، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب السهو: ۱/۴۷۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

خلافاً لمحمد رحمه الله تعالیٰ في افتراضه قعدة كل شفع نفل اهـ" شامي: ۱/۴۸۴(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/شوال/۵٦ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

دو رکعت پر بجائے بیٹھنے کے بھول کر کھڑا ہونے سے سجدۂ سہو

سوال [۲۵۱۷]: تراویح میں اگر امام دو رکعت کے بعد بھول سے زائد کھڑا ہو جائے اور کچھ مقتدی کھڑے ہو گئے اور کچھ بیٹھ گئے تو امام کے بھول سے زائد کھڑے ہونے کے بعد پھر بیٹھنا چاہیے یا کھڑا ہو کر پڑھتا ہی رہے یا امام کے کھڑا ہونے کے بعد بیٹھنا فوراً ضروری ہے، یہ چار رکعت دو رکعت ہی گنی جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کو اسی حالت میں بیٹھ جانا چاہیے جبکہ قیام کے قریب ہو چکا تھا اور بعد میں سجدۂ سہو کرے۔ "ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه، عاد ما لم يقيدها بسجدة، وسجد للسهو لتأخير القعود"۔ "(قوله: ولو سها عن القعود الأخير) أراد به القعود المفروض"۔ شامي: ۱/۷۹۲(۲)۔

اگر بغیر دو رکعت پر قعدہ کئے ہوئے چار رکعت پڑھ لی تو یہ دو ہی شمار ہوں گی، کذا في العالمگيري: ۱/۳۹۰(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۵، سعيد

وكذا في مجمع الأنهر شرح الملتقى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد

وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۰، رشيدية

وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۰، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) "ولو لم يقعد على رأس كل ركعتين قدر التشهد، لم يجز إلا عن تسليمة واحدة عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وإنه عند محمد وزفر رحمه الله عليهما، فلا تجوز عن تسليمة أيضاً، بل يفسد على ما عرف من أن ترك القعدة على الركعتين من النفل فيما إذا صلى أربعاً بتسليمة، فكذا ما زاد على الأربع"

قعدۂ اولیٰ یا اُخریٰ بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۱۸]: اگر قعدۂ اخیرہ بھول کر کھڑا ہونے لگے اور ابھی پورا کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ نہیں؟ طحطاوی ص:۲۷۱، پر لکھتے ہیں: "سجد للسہو سواء کان إلی القیام أقرب أو إلی القعود أقرب، بخلاف السہو عن القعود الأول، ففیه التفصیل علی أحد القولین"(۱)۔ یہ قول مفتی بہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی نے ہر دو قعود میں ایک ہی حکم لگایا ہے جیسا کہ قعود اول میں تفصیل ہے کہ اقرب الی القعود ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور اقرب الی القیام ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اسی طرح قعدۂ اخیرہ کا حکم ہے۔ صاحبِ نہر نے فرض اور واجب ہونے کا فرق ظاہر کیا ہے(۲) اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ علیہ نے حاشیہ درمختار میں اس فرق کا انکار کر کے قعود اول وثانی کا ایک ہی حکم تحریر فرمایا ہے:

"لم یفصل هنا بین ما إذا کان مستقیماً للقیام أولا، وینبغي أن لا یسجد في الثانیة کما مر في التشهد الأول ...... الخ" ۱/۳۱۳(۳)۔ "وینبغي أن لا یسجد فیما إذا کان إليه: أي إلی القعود أقرب کما في الأول .... الخ". شامی ۱/۷۸۰(۴)۔

= (الحلبي الکبیر، فصل في النفل، الوتر، لوتر کب، ص: ۴۰۵، سہیل اکیڈمی، لاہور)

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی: "لو صلی التطوع ثلاثاً أو ستاً أو ثمانیاً بقعدة واحدة، فالأصح أنه یفسد استحساناً وقیاساً، وقدمنا وجهه.

"فقد اختلف التصحیح في الزائد علی الأربعة بتسلیمة وقعدة واحدة، هل یصح عن شفع واحد أو یفسد؟ فلیتنبه". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۵، سعید)

(۱) (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، کتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۸، قدیمي)

(۲) (النهر الفائق، کتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۳۲۸، مکتبه امدادیه)

(۳) (حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۳، دار المعرفة بیروت)

(۴) (رد المحتار علی الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعید)

(وکذا في منحة الخالق علی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشیدیه)

نہر کا حال مخفی و مبہم ہے، مقدمہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ کتب معتبرہ میں سے نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/صفر/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔

قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال [۳۴۱۹]: قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھ کر بھول کر کھڑا ہوگیا، یا کچھ پڑھا نہیں تو بغیر "التحیات" پڑھے داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کریں گے اور دریافت طلب امر یہ ہے کہ کس مقدار پڑھنے سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آیت کی مقدار ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال: ومن الكتب الغريبة منلا مسكين شرح الكنز، والقهستاني؛ لعدم الاطلاع على حال مؤلفيهما، والنهر، والعيني شرح الكنز، قال شيخنا الحلبي: إنه لا يجوز الإفتاء من هذه الكتب إلا إذا علم المنقول عنه والاطلاع على مآخذها، هكذا سمعته منه. وهو علامة في الفقه مشهور، والعهدة عليه. انتهى". (شرح عقود رسم المفتي لابن عابدين الشامي، عند الطبقة السابعة، طبقة المقلدين، ص: ۳۶، مير محمد كتب خانه)

(۲) "ولو جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر ساهياً، يجب عليه السهو عندنا ... إن وقع هذا في سرية أخرى، إلى أن قال: ثلاث آيات أو آية طويلة عند الكل أو قصيرة عند أبي حنيفة، فعليه السهو، وإلا فلا ... وذكر ابن سماعة عن محمد: إذا جهر أو خافت فيما يجهر أنه إن كان مقدار ما تجوز به الصلاة من فاتحة الكتاب وغيرها فعليه السهو، وما لا فلا". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۹۱۷، إدارة القرآن كراچي)

وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۰۵، رشيديه)

قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۰]: زید قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر بھول کر کھڑا ہو گیا اور فوراً ہی یاد آ گیا تو بیٹھ گیا، اب اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟ اگر کرنا ہوگا تو تشہد پڑھ کر کرے یا بغیر تشہد پڑھے ہی کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور اس کیلئے اس صورت میں تشہد لازم نہیں بلکہ جو تشہد پڑھ چکا ہے وہی کافی ہے، شامی: ۱/۵۰۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۲۱]: ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا، پھر جب یاد آیا بیٹھ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کو سجدۂ سہو کیلئے پھر تشہد پڑھنا پڑے گا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو کے بعد درود شریف کافی ہے یا "التحیات" بھی پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو سے پہلے تشہد کی ضرورت نہیں، بلکہ جو تشہد پڑھ کر کھڑا ہوا تھا وہی کافی ہے، البتہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد واجب ہے کیونکہ سجدۂ سہو کی وجہ سے پہلے پڑھا ہوا تشہد مرتفع ہو گیا:

"وإن قعد الأخير ثم قام، عاد وسلم من غير إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقيام.

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام، عاد وسلم) ولو سلم قائماً صح". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: عاد وسلم) أي عاد للجلوس لما مر أن مادون الركعة محل الرفض، وفيه إشارة إلى أنه لا يعيد التشهد ... والعود للتسليم جالساً سنة". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۸۶، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۴۵۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

پانچویں رکعت کیلئے کھڑے ہوجانے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۳]: زید عصر کی نماز پڑھ رہا ہے کہ سہواً چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا، پھر رکوع میں اس کو خیال آیا کہ میں پانچویں رکعت پڑھ رہا ہوں، یہ سوچ کر وہ اسی وقت بیٹھ گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز پوری کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۴]: زید نماز مغرب پڑھ رہا تھا، تیسری رکعت کے بعد بجائے سلام پھیرنے کے کھڑا ہونے لگا، مگر مقتدی بیٹھے رہے اور زید بھی کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تھا کہ فوراً بیٹھ گیا، پھر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا۔ آیا نماز ہوگئی یا نہیں، یا دوبارہ لوٹانا چاہیے؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر سجدۂ سہو کرلیتا:

"وإن قعد في الرابعة قدر التشهد، ثم قام عاد وسلم، ولو سلم قائماً صح". در مختار۔

= أنه كعتان له نفلاً ... وسجد للسهو)". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، ۸۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۰، ۱۸۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۸۴، ۴۸۵، دار الكتب العلمية)

(۱) "(ولو سهى عن القعود الأخير ... عاد ما لم يقيدها بسجدة)، وسجد للسهو لتأخير القعود"

(الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

قال الشامي: "(قوله: مثلاً) أي أو قعد في ثالثة الثلاثي أو في ثانية الثنائي". طحطاوي: ۱/۳۱۴(۱)۔ اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب تھا، فرض ادا ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ربیع الاول/۵۶ھ۔

تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۵]: اگر امام تیسری رکعت میں ظہر یا عصر کی بیٹھا قعدہ... کی نیت سے، لیکن مقتدیوں نے فوراً لقمہ دیا کہ ابھی بیٹھ کر کچھ بھی پڑھنے نہیں پایا تھا کہ "سبحان اللہ" کہہ کر متنبہ کردیا، امام فوراً کھڑا ہوگیا۔ اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) "وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجباً عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قديمي)

"والإعادة في العمد والسهو إذا لم يسجد، لتكون مؤداة على وجه النقص فيه، فإذا لم يعدها كانت مؤداة أداءً مكروهاً كراهة تحريم، وهذا هو الحكم في كل واجب تركه عامداً أو ساهياً".

(البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(۳) "ويكره للنهوض على صدور قدميه بالاعتماد وقعود الاستراحة". (الدر المختار). "ولا ينافي هذا ما قدمه الشارح في الواجبات حيث ذكر منها ترك قعود قبل ثانية ورابعة؛ لأن ذاك محمول على القعود الطويل، ولذا قيدت الجلسة هنا خفيفة". (رد المحتار، الباب الحادي عشر في سجود السهو، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۶، سعيد)

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد امام کا سجدۂ سہو کرنا

سوال [۲۵۲۶]: چار رکعت والی نماز میں امام کو سجدۂ سہو لاحق ہوگیا، امام نے دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا کہ چار رکعت والی نماز ہے، پھر دو رکعت ادا کی تو وہی سجدہ کافی ہوگیا یا دوبارہ کرنا پڑے گا؟

احقر عبدالعلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختم نماز پر دوبارہ سجدۂ سہو کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

دعائے قنوت یا "التحیات" سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا

سوال [۲۵۲۷]: اگر کوئی شخص التحیات یا دعائے قنوت سے پہلے پوری "بسم اللہ" سہواً پڑھ لے تو تاخیرِ واجب کی بناء پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر قصداً پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا (۲)، قصداً میں سجدۂ سہو کا سوال ہی نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= وانظر (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۴۰۳، امدادیہ ملتان)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ: ۱/۲۲۱، رشیدیه)

(۱) "(قوله: ولو سجد للسهو في شفع التطوع لم يبن شفعاً آخر عليه) لأن السجود يبطل لوقوعه في وسط الصلاة، وهو غير مشروع كالمسافر إذا نوى الإقامة بعد ما سجد للسهو، ويلزم الأربع، ويعيد السجود". (البحر الرائق: ۲/۱۸۲، ۱۹۶، کتاب الصلاۃ، باب سجود السهو، رشیدیه)

(۲) بعض روایات میں التحیات اور دعائے قنوت سے پہلے بسم اللہ ثابت ہے: "عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن: "بسم الله

قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال [۴۵۲۸]: چار رکعت فرض میں امام صاحب قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے، اس میں رجوع من الأعلیٰ إلی الأدنیٰ ہوا، اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے، صحیح ہوئی یا نہیں؟ امام صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مسلک کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

ولی محمد یوسف۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ارجح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، سجدۂ سہو لازم ہوگا، یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع ہونا اعلیٰ کو ترک کرنے کیلئے نہیں بلکہ ادنیٰ کو کامل طریقہ پر ادا کرنے کیلئے ہے:

"وإن عاد الساهي إلى القعود الأول إليه بعد ما استتم قائماً اختلف التصحيح في فساد صلوته، وأرجحهما عدم الفساد، قد بالغ في المحقق في رد القول بالفساد وجعله غلطاً لأنه

وربنا لك التحيات لله والصلوات والطيبات لله الحديث" (سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في التشهد: ۱/۶۸، ۳۸۸، عباس احمد الباز)

راجع للتفصيل: (إمداد الأحكام، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو: ۱/۹۴۶، مكتبه دار العلوم كراچى)

قال الطحطاوي: "قوله: وأن يقول: اللهم الخ يذكر السيوطي أن دعاء القنوت من جملة الذي أنزله الله على النبي صلى الله عليه وسلم وكانتا سورتين: كل سورة ببسملة وفواصل، أحدهما تسمى سورة الخلع، وهي: بسم الله الرحمن الرحيم اللهم إنا نستعينك ... من يكفرك، والأخرى تسمى سورة الحفد، وهي: بسم الله الرحمن الرحيم إياك نعبد - إلى - ملحق". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۷۸، قديمي)

(۳) "أن الواجب إذا تركه عمداً لا ينجبر بسجدتي السهو" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۹۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعيد)

... کذا فی مراقی الفلاح وطحطاوی، ص: ۲۵۴(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تشہد مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۱]: تکرار تشہد سے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ محل ثنا و دعا ہے، مگر خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلام کے ذریعہ سے نماز سے باہر ہونا واجب ہے، تو اس میں تاخیر ہوئی، اس وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونا چاہیے، اس خیال کو رفع فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف، دعا وغیرہ مسنون ہے، وہ کئی متعدد ادعیہ ہوتی ہیں، ایسا نہیں کہ اقل قلیل پر کفایت کرے اور سلام پھیر کر نماز سے باہر ہو جانا فوراً واجب ہو جائے، اس لئے طویل دعا سے تکرار تشہد سے بھی تاخیر نہیں ہوتی جس سے سجدۂ سہو لازم آئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سجدۂ سہو کے بعد قیام کر لیا

سوال [۳۵۰۲]: ایک شخص نے فرض نماز میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد "التحیات" پڑھ لی اور سہواً غلطی سے کھڑا ہو گیا، اب تیسری رکعت کی حالت میں یاد آیا کہ مجھے بیٹھ کر "التحیات" و درود شریف و دعا پڑھنا

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب فی سجود السہو، ص: ۴۶۲، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السہو: ۲/ ۸۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السہو: ۲/ ۱۷۵، رشیدیہ)

(۲) "ولو کرر التشہد فی القعدۃ الأخیرۃ، فلا سہو علیہ" (البحر الرائق، باب سجود السہو: ۲/ ۱۷۲، رشیدیہ)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ص: ۴۶۲، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السہو، ص: ۴۶۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

کر سلام پھیرنا تھا، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ التحیات، درود اور دعا نہ پڑھے اور صرف کھڑے ہوتے ہی سلام پھیر دے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو چاہیے کہ بیٹھ کر "التحیات" پڑھ کر پھر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے: "السجدة للمقدمة لاترفع للقعدة المتأخرة" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھا جائے یا نہیں؟

سوال [۳۵۳۱]: سجدۂ سہو آخر رکعت میں کیا جاتا ہے اس میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں یا اس کے علاوہ درود بھی پڑھا جائے، افضل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود، دعا بھی پڑھیں، تب ختم صلوٰۃ کا سلام پھیریں، سجدۂ سہو سے پہلے جو سلام ہے، وہ صرف تشہد پڑھ کر پھیر دیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۱ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اقتدا درست ہے

سوال [۳۵۳۲]: امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا، سجدۂ سہو کے بعد اور سلام سے پہلے اگر کوئی مسبوق نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہوگیا تو کیا اس کی اقتدا درست ہے؟ ہمارے یہاں بعض مفتی نے فتویٰ دیا کہ

---

(۱) (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۵، رشيدية)

(۲) "ويأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، والدعاء في القعود الأخير في المختار"

(الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۴، دار الكتب العلمية)

اقتدا درست ہے اور بعض نے کہا کہ اقتدا درست نہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس حالت میں بھی اقتدا درست ہے: "والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً، سواء كان السهو قبل "الاقتداء أو بعده ...... الخ". درمختار۔

"وشمل أيضاً ما إذا سجد الإمام واحدةً ثم اقتدى به، قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقضي الأولى كما لا يقضيهما لو اقتدى بعد ما سجدهما ...... الخ". شامی، ص: ۶۹۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۱/۱۴۰۱ھ۔

دو رکعت کی نیت کے بعد تین یا چار رکعت پڑھنے کی مختلف صورتیں

سوال[۲۴۲۲]: ۱.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۲.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۳.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۴.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۵.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۲، ۸۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۵، دار الكتب العلمية)

کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۶.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۷.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۸.....اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۹.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۰.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۱.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۲.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۳.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۴.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۵.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۶.....اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں

بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... نماز ہوگئی اور آخری دو رکعت ہوگئیں، پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں (۱)۔

۲... پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں، دوسری دو رکعت ترک سجدہ کی بناء پر واجب الاعادہ ہیں (۲)۔

۳... اس حالت میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا، بلا ضرورت سجدۂ سہو کے اضافہ کی وجہ سے کراہت آگئی (۳)۔

۴... صحیح ہوگئی اور چاروں رکعت درست ہوگئیں (۴)۔

---

(۱) "وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة ولم يقعد إلا على ركعتين، تجزئ عن أربع (عن تسليمة واحدة، وهو المختار)؛ لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو قول محمد وزفر، وهو القياس، وإنما جاز على قول أبي حنيفة وأبي يوسف استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی)

(۲) "وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجب عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۰۲، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قديمي)

(۳) "ولا يجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، فصل فيما يوجب السهو وما لا يوجب السهو: ۱/۱۲۰، رشيدية)

(۴) "وإن قعد على الثانية قدر التشهد، اختلفوا فيه، قال بعضهم: لا يجوز إلا عن تسليمة واحدة، وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في التراويح: ۱/۲۳۴، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

۵... ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعت صحیح ہو گئیں (۱)۔

۶... ترک سجدۂ سہو کی وجہ سے واجب الاعادہ ہے (۲)۔

۷... کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی (۳)۔

۸... ایضاً (۴)۔

۹... اخیر کی دو رکعت صحیح ہو گئیں (۵)۔

۱۰... اخیر کی دو رکعت کا اعادہ واجب ہے (۶)۔

۱۱... سجدۂ سہو کی وجہ سے کراہت پیدا ہو گئی۔

۱۲... سب صحیح ہو گئیں۔

۱۳... ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعتیں ہو گئیں۔

---

(۱) "وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين: إما إن قعد في الثانية أو لم يقعد، فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الواحدة، كان عليه قضاء ركعتين". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۴۳، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحة واحدة بتسليمة واحدة: ۱/۴۶۹، إدارة القرآن، كراچى)

(۲) (راجع ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۲)

(۳) "وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين... وإن لم يقعد في الثانية ساهياً أو عامداً لاشك أن في القياس، وهو قول محمد وزفر رحمهما الله تعالى، وإحدى الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: تفسد صلاته، ويلزمه قضاء ركعتين لا غير". (فتاوى قاضي خان، فصل في السهو: ۱/۲۴۳، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحة واحدة بتسليمة واحدة: ۱/۴۶۹، إدارة القرآن، كراچى)

(۴) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۵) (راجع ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۱)

(۶) (راجع ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۲)

۱۴۔ دو رکعت کا اعادہ واجب ہے۔

۱۵۔ کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی۔

۱۶۔ ایضاً۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف۔

نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۳۵۴۴]: "ولو صلی أربعاً بتسليمة ولم يقعد في الثانية، ففي الاستحسان لا تفسد، وهي أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف، وإذا لم تفسد قال محمد بن الفضل: تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح، كذا في السراج الوهاج، وهكذا في فتاوى قاضي خان. وعن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية؟ قال: إن تذكر في القيام ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم، وإن تذكر بعد ما سجد للثالثة، فإن أضاف إليها ركعة أخرى كانت هذه الأربع عن تسليمة واحدة، وإن قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه، فعلى قول عامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح، هكذا في فتاوى قاضي خان"۔ عالمگیری: ۱/۱۷۵(۱) از امداد الفتاوی (۲)۔

اس پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صلوٰۃ فجر میں قعدہ بھول گیا اور ثالثہ کا سجدہ کرلیا تو رابعہ ملانے سے ۴/ نفل نہ ہوں بلکہ دو دو ہوں۔ اسی طرح ظہر میں خامسہ کے ساتھ سادسہ ملانے سے بجائے چھ کے چار نفل نہ ہوں حالانکہ جہاں تک بندہ کا خیال ہے فجر میں ۴/ اور ظہر میں ۶/ کا نفل ہونا مذکور ہے، جو تحقیق ہو مطلع فرمادیں۔ نیز جس طرح فرض میں قعدۂ ثانیہ چھوٹ گیا اور دو نفل ملائے تو سجدۂ سہو نہیں اسی طرح تو نفل میں بھی نہ ہونا چاہیے حالانکہ سجدۂ سہو کا وجوب اس صورت میں ظاہر ہے اگرچہ عالمگیریہ میں اس کو ذکر نہیں کیا۔

اور اگر ثالثہ کے سجدہ سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو بھی سجدۂ سہو ضروری ہے، حالانکہ عالمگیریہ کی

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۸، رشیدیه)

(۲) (امداد الفتاوی، کتاب الصلوة، فصل فی التراویح: ۱/۳۳۰، مکتبه دار العلوم، کراچی)

عبارت: "يسمى أي بعود ويبطله" سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے اس کی کیا وجہ ہے؟ نیز عالمگیریہ میں جو حکم تحریر ہے اس میں اگر چار رکعت تراویح یا نوافل کی نیت کی اور قعدۂ اولیٰ یاد نہ رہا یا دو رکعت کی نیت کی اور ثانیہ پر قعدہ بھول کر قعدۂ اولیٰ پر سلام پھیر دیا، بجدہ جدید تحریمہ کے بغیر باقی دو رکعت پڑھی یا دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ بقدر تشہد بیٹھ کر بھول کر تیسری اور چوتھی بھی ملالی تو ہر دو صورت میں سجدۂ سہو ہوگا یا نہ؟ اور قعدہ تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو تو تیسری کے سجدہ سے پہلے اگر یاد آ گیا تو عود کر کے سلام پھیرنا زیادہ افضل ہے یا کہ تیسری اور چوتھی کو پورا کرے؟ فقط والسلام۔

رشید احمد عفی عنہ، مدرس مدرسہ مصباح العلوم ... ضلع حیدرآباد، سندھ، ۲۰/ ربیع الاول/ ۷۰ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ سوال میں متعدد جزئیات کو دریافت کیا گیا ہے اس لئے ان جزئیات پر احقر نے نمبر لگا دیئے تاکہ جواب کے انطباق میں سہولت ہو۔

۱..... فتاویٰ عالمگیری کا یہ جزئیہ دیگر کتب میں بھی مذکور ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ دو رکعت صحیح ہوئی اور دو فاسد ہوگئیں، اگر یہ مطلب ہوتا تو قیاس کی گنجائش تھی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت تراویح (سنت مؤکدہ) اور دو نفل ہوگئیں، جیسے: "تنوب الأربع عن تسليمة واحدة" کہا (در مختار) "صحت الركعتان فقط"، یعنی یہ چاروں قائم مقام دو تراویح کے نہیں ہوئی بلکہ دو تراویح ہوں گی جیسے کہ ظہر کی صورت میں ضم سادسہ سے قائم مقام دو رکعت سنت مؤکدہ بعدیہ نہیں ہوتی، یہ مطلب نہیں کہ ان کی نفلیت بھی باطل ہوگئی: "وضم سادسة ... لتصير الركعتان له نفلاً وسجد للسهو، ولا ينوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض في الأصح .... الخ". (در مختار، باب سجود السهو) (۱) حالانکہ اس صورت میں قعدۂ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے، اس لئے فرض بھی صحیح ہوگئے اور دو نفل بھی، مگر چونکہ سنن بعدیہ کو تحریمہ مستقلہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے اس لئے

(۱) (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۸،۸۹، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۹، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجود السهو، نوع آخر في من صلى الظهر خمساً، وفيه السهو عن القعدة: ۲/۴۲۲، ۴۲۳، إدارة القرآن، كراچی)

صح خلافاً لمحمد رحمة الله عليه؛ لأنه بمنزلة الشفع بترك قعدة كما هو القياس، وقد مر، لكن (قوله: صح) مبني على أن ما زاد على الأربع كالأربع في جريان الاستحسان فيه، وهو قول بعض المشايخ، وفيه عندنا اختلاف التصحيح ... (قوله: وسجد للسهو) سواء ترك القعدة عمداً أو سهواً، نعم في العمد ينبغي سجود عذر، عن النهر، وسيأتي أن المعتمد عدم السجود في العمد ..... الخ". رد المحتار: ۱/ ۶۶۴، باب النوافل (۱)۔

۳..... عالمگیری کی اس عبارت میں اگرچہ سجدۂ سہو کا ذکر نہیں، لیکن اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور یہاں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فصل سجدۂ سہو میں خود عالمگیری نے ایک کلیہ بیان کردیا ہے: "وحكم السهو في الفرض والنفل سواء، كذا في المحيط، الخ" ص: ۱۲۶ (۲)، اور جس مسئلہ میں فرق ہے اس کو ذکر کردیا۔

۴..... دونوں صورتیں اس حکم میں برابر ہیں کہ کوئی فرق نہیں، جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو شفعۂ اولیٰ تام ہوگیا اگرچہ چار کی نیت کی تھی اس نیت کا اعتبار نہیں بلکہ شروع کرنے سے دو ہی لازم ہوتی ہیں، جب ثالثہ کیلئے کھڑا ہوا تو یہ شفعۂ ثانیہ مستقل ہوگا، بوقت قیام اگر تکبیر کہی ہے تو وہی تحریمہ ہے اگرچہ بہ نیت قیام الی الثالثہ کہی ہو، اس کے بعد جو شفعہ پڑھے گا وہ صحیح ہوگا، اگر نہیں کہی تو شفعۂ ثانیہ کا شروع صحیح نہیں ہوا، فقہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں کہ لفظ تکبیر کو اگرچہ تحریمہ کے علاوہ کسی اور نیت سے کہی ہو بحق تکبیر تحریمہ کے قرار دیا گیا ہے اور نیت کا اعتبار نہیں کیا گیا، یہ پہلی صورت کا حکم ہے۔ دوسری صورت بالکل ظاہر ہے کہ شفعۂ اولیٰ پر ثانیہ کی بنا صحیح ہے اگرچہ بوقت شروع ایک ہی شفعہ کی نیت کی تھی۔

"لكل شفع منه صلوة ..... الخ". درمختار۔ فقط واللہ اعلم لتمكنه من الخروج

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۳۶، سعید)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۹، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، السابع عشر في سجود السهو: ۱/ ۷، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۲/ ۵۹۹، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

علی رأس الرکعتین، فإذا قام إلی شفع آخر کان بانیاً صلوۃ علی تحریمۃ صلوۃ، ومن ثمۃ صرحوا بأنہ لو نوی أربعاً، لا یجب علیہ بتحریمتہا سوی الرکعتین فی المشہور عن أصحابنا، وأن القیام إلی الثالثۃ بمنزلۃ تحریمۃ مبتدأۃ فی أن فساد الشفع الثانی لا یوجب فساد الشفع الأول .... الخ" شامی: ۱/۴۶۸، باب صفۃ الصلوۃ (۱)۔ بہر دو صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔

۵...... بظاہر چوتھی کا پورا کرنا افضل ہے کیونکہ شفعِ ثانی میں اتمام صحیح ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تبطلوا أعمالکم﴾ الآیۃ (۲)۔ آیت کا تقاضا یہ ہے کہ توڑنا جائز نہ ہو جیسا کہ "لزم النفل بالشروع" کا تقاضا ہے۔

قال فی الدر المختار: "ولزم نفل شرع فیہ بتکبیر الإحرام أو بقیام لثالثۃ شروعاً صحیحاً قصداً ..... الخ" (قولہ: أو بقیام لثالثۃ): أی وقد أدی الشفع الأول صحیحاً، فإذا أفسد الثانی لزمہ قضاؤہ فقط، ولا یسری إلی الأول؛ لأن کل شفع صلوۃ علیحدۃ. بحر الخ". شامی: ۱/۵۹۴، باب النوافل (۳)۔ لیکن چونکہ شفعِ ثانی میں قصداً نہیں بلکہ بھول کر کی ہے اس لئے توڑنے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، فلیتأمل۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۵/۶۲ھ۔

پہلی رکعت کا سجدہ بھول کر دوسری رکعت میں کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال [۵۳۴۵]: کسی نے نماز پڑھی اور رکعت اولیٰ میں سجدہ بھول گیا، دوسری رکعت میں اس نے تین سجدے کر لئے تو کیا اس کی نماز درست ہوئی؟ اسی طرح سورۂ فاتحہ بھول گیا تو کیا کرے؟ اگر سہو کرے گا تو

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفۃ الصلاۃ، مطلب: کل شفع من النفل صلاۃ: ۱/۴۶۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۶، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السہو: ۱/۴۴۳، دار الکتب العلمیۃ)

(۲) (سورۃ محمد: ۳۳)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۱، رشیدیہ)

کیوں؟ یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا دوسرا بھول گیا اور دوسری رکعت میں تین سجدے کر لئے پھر سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز صحیح ہوگئی، پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھول جانے کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

"ویجب مراعاة الترتیب فیما بین السجدتین، وهو الإتیان بالسجدة الثانیة في کل رکعة من الفرض وغیره قبل الانتقال لغیرها: أي لغیر السجدة في باقي أفعال الصلوة .... الموظفة، فلو نسي يسجدها بعد القعود الأخيرة ...... الخ". مراقي الفلاح۔ "طریق الإتیان بها أنه إذا تذکرها بعد السلام أو قبله بعد القعود أن یسجد المتروکة، ثم یعید القعود والتشهد، ثم يسلم، ثم يسجد للسهو، ثم يقعد ويتشهد...... الخ". طحطاوی (۱)۔

"وإذا ترك الفاتحة في الأولیین أو إحداهما یلزمه السجود ...... الخ". هندية (۲)۔

نفل نماز کی کسی بھی رکعت میں فاتحہ بھول جانے سے سجدۂ سہو لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوي مع مراقي الفلاح، کتاب الصلاة، فصل في بیان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹، قدیمي)

(وکذا في الحلبي الکبیر، واجبات الصلاة، ص: ۲۹۷، سهیل اکیدمي)

(وکذا في الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۴۶۳/۱، سعید)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۹/۱، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۹۹/۲، رشیدیه)

(وکذا في تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۴۷۴/۱، دار الکتب العلمیة)

(۳) "وفي المجتبی: إذا ترك من الفاتحة آیة، وجب علیه السجود، وإن ترکها في الأخریین، لا یجب إن کان في الفرض، وإن کان في النفل أو الوتر، وجب علیه لوجوبها في الکل". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۰۶/۲، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۶/۱، رشیدیه)

واجب اور سنت کے عدم اہتمام سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۳۸]: جیسے نماز میں فرائض کا اہتمام کرتے ہیں اور کوئی فرض کسی وجہ سے ادا نہیں ہوتا تو وہ نماز ہی نہیں ہوتی اعادہ کرتے ہیں، اسی طرح واجبات اور سنت کا بھی اہتمام کیا جائے آیا ضرورت نہیں؟ اور اگر ضرورت ہے تو اس کی مقدار بتلا کر تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

واجبات وسنن کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، سہواً ترک واجب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا یا عمداً واجب ترک کر دیا تو نماز کا اعادہ لازم ہے(۱)، سنت کے ترک سے شفاعت سے محرومی کا خطرہ ہے(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سہو ہونے کے گمان پر سجدۂ سہو کرنا

سوال [۳۵۳۹]: اگر منفرد یا امام نے اپنے گمان کی بناء پر سجدۂ سہو کر لیا اور بعد فراغت معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہ تھا تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اگر اعادہ ہوگا تو فرض کے درجہ میں یا واجب

= (وكذا في فتح القدير: ۱/۵۰۸، باب سجود السهو، مصر)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۱/۷۰۴، كتاب الصلاة، الفصل الثامن عشر في مسائل الشك، إلخ، إدارة القرآن كراتشي)

(۱) "ولها واجبات لا تفسد بتركها، وتعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له". (الدر المختار)

"(قوله: وتعاد وجوباً): أي بترك هذه الواجبات أو واحد منها .... (قوله: إن لم يسجد له): أي للسهو، وهذا إن لم يسجد في العمد". (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۱، رشيدية)

(۲) "قال عليه الصلاة والسلام: من ترك الأربع قبل الظهر لم تنله شفاعتي". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۹۳، رقم الحديث: ۲۱۰۲، مؤسسة الريان بيروت)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

کے درجہ میں عبارات متوازیہ سے عدم اعادہ معلوم ہوتا ہے، والعبارات الفقهية هذه:

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له، فتابعه (أي المسبوق) فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد"۔ وفي شرحه: "(قوله فالأشبه الفساد) وقيل: لا تفسد، وبه يفتى، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لا تفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب" الخ (۱)۔

"وقیل: لاتفسد، وبہ یفتی" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مسبوق کی نماز کا حکم ہے، جس نے امام مذکور کی متابعت کی ہے اور آخری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود امام کی نماز کا حکم بیان ہو رہا ہے جس نے بے جانے ظن سجدۂ سہو کر لیا ہے، اس لئے کہ قراء سے مراد غالباً ائمہ ہیں، بہر حال جو مطلب ہو تحریر فرمایا جائے۔

"ولو ظن الإمام أن عليه سهواً فسجد وتابعه المسبوق، ثم علم أن لا سهو عليه، ففيه روايتان: ومنشأ عنهما اختلاف المشائخ، وأشبههما فساد صلوة المسبوق، وقال أبو حفص الكبير: لا، وبه أخذ صدر الشهيد، والأول بناء على أن زيادة سجدتين كزيادة الركعة مفسد، والحق أنها لا تفسد بزيادة سجدتين؛ لأن اللاحق لو سجد مع الإمام للسهو لا تفسد مع أنه زاد سجدتين غير معتبرتين؛ لأنه لا يعتد بهما، بل عليه أن يسجد لهما للسهو في آخر صلوته، بل الموجب للفساد الاقتداء في موضع لزوم الانفراد". کبیری، ص: ۴۶۶ (۲)۔

اس عبارت سے تحویل واضح ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو کی زیادتی کی وجہ سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوئی، کیونکہ زیادتی سجدتین میں لاحق کی نماز درست ہونے کی نظیر موجود ہے، البتہ مسبوق نے مقام انفراد میں اقتداء کی ہے اس لئے صرف مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، لیکن اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ لاحق امام کی اقتداء میں ہے اس لئے اس کیلئے سجدتین کی زیادتی کا تحمل امام کرے گا، لیکن امام منفرد کی زیادتی کا کون متحمل ہوگا، اسی طرح فتاویٰ دار العلوم مدلل، ص: ۳۷۸، میں سوال و جواب اس طرح سے مذکور ہے:

سوال: "بعض مرتبہ نماز میں سہو ہونے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں، ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، قبیل باب الاستخلاف: ۱/۵۹۹، سعید)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۶، سهيل اكيدمي لاهور)

الجواب: "اور جب کہ ظن تھا حوالی سہو سے کہ سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں تو سجدۂ سہو کر لینا احوط ہے"(۱)۔

فتاویٰ دار العلوم کا نام تو مدلل ہے مگر اس میں مسئلہ پر دلیل مذکور نہیں، امید ہے کہ اس مسئلے پر بھی غور فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک شخص نے اس گمان پر سلام پھیرا کہ اس کے ذمہ سجدۂ سہو ہے اور سلام کے ذریعہ خروج عن الصلوٰۃ کی نیت نہیں کی یعنی اس سلام کو سلام قاطع صلاۃ قرار نہیں دیا تو اس کی نیت پر اعتماد کیا جائے گا اور اس سلام کو قطع صلوٰۃ کا سلام قرار نہیں دیا جائے گا(۲)۔

نیت پر اعتماد کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، اس نے ایک مرتبہ "اللہ اکبر" کہا اور رکوع میں چلا گیا اور نیت یہ تھی کہ یہ تکبیر رکوع ہے اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہیں کی تو ضابطہ کے تحت اس کا شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہ ہونا چاہیے: "تحریمها التکبیر، و تحلیلها التسلیم"(۳)۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اس نے جو تکبیر بحالت قیام بہ نیت رکوع کہی ہے اس کو تکبیر تحریمہ قرار دیا جائے گا، تصحیحاً للصلوٰۃ(۴)۔

اس تقریر کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے اس سجدۂ سہو میں یا اس کے بعد اقتدا کی، اس کی اقتدا صحیح

---

(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر فی سجود السہو: ۴/۳۷۸، امدادیہ، ملتان)

(۲) "(ویسجد للسهو) وجوباً (وإن سلم عامداً) مریداً (للقطع) لأن مجرد نية تغيير المشروع لا يبطله، ولا تعتبر مع سلام غير مستحق، وهو ذاكر، فيسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، باب سجود السهو، ص: ۴۷۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو، ۲/ ۹۰، سعيد)

(۳) "عن علي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم". (جامع الترمذي، ۱/ ۲، أبواب الطهارة، باب ماجاء مفتاح الصلوة الطهور، سعيد)

(۴) "ولو أدرك الإمام راكعاً، فكبر قائماً، وهو يريد تكبير الركوع جازت صلاته؛ لأن نيته لغت فبقي التكبير حالة القيام". (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۰۸، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۸۱، سعيد)

نہ ہونی چاہئے مگر حسب تصریح فقیہ ابو اللیث مفتی بہ یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ صحت اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سہو کو سلام قطع نہ قرار دیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ امام کی نماز غلط مقتدی کی نماز صحیح، اس لئے غلبہ جہل کو عذر قرار دے کر امام، منفرد، لاحق، مسبوق سب کی نماز کو واجب الاعادہ قرار نہیں دیا جائے گا اور قول ابو اللیث میں "قراء" سے مراد ائمہ ہی ہیں، مسبوق کی نماز کے صحیح ہونے کی بنیاد امام ہی کا جہل ہے۔

فتاویٰ دار العلوم کی ترتیب تو اسی نظریہ کے تحت ہوئی ہے اور ہو رہی ہے کہ جن مسائل کے ساتھ دلائل مذکور نہیں، ان کے ساتھ بھی دلائل کو نقل کر دیا جائے مگر جس مسئلہ کا صراحۃً تذکرہ نہ ملے اور اصول سے اشارات فقہیہ کے ذریعہ حکم سمجھ میں آئے تو ان اشارات خفیہ کو صفحۂ قرطاس پر کیسے جلوہ گر کیا جائے، یہ عذر قوی ہے "والعذر عند کرام الناس مقبول"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

گمان سے سجدۂ سہو کرنا

سوال [۳۵۴۰]: اگر زید وتر کی آخری رکعت میں (بحالت تشہد) غالب گمان ہوا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے، تشہد کے بعد زید نے سلام پھیرا اور سجدۂ سہو کی نیت سے سجدہ میں گیا، ابھی سجدۂ اولیٰ میں پہنچا تھا کہ اچانک یقین ہو گیا کہ دعائے قنوت پڑھی تھی، اس نے سجدۂ سہو کو پورا کر لیا اس کے بعد بقیہ نماز پوری کر لی، زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اس میں زائد از زائد یہ ہوا کہ سلام اور دو سجدے اور ایک قعدہ وتر سے زائد ادا کیا تو کہا جائے گا کہ جب سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرا تو وہی سلام قطع صلوٰۃ کا سلام تھا اور اسی پر نماز وتر ختم ہوگئی تھی، پھر جو کچھ کیا وہ نماز سے خارج کیا، اس کی وجہ سے نماز پر اثر نہیں پڑے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد". (الدر المختار). "(قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض: وقيل: لا تفسد، وبه يفتى. وفي البحر =

بھول کر سلام پھیرنے کے بعد تکمیلِ صلوٰۃ

سوال [۳۵۰۱]: اگر صلوٰۃ رباعیہ میں بھول کر دو پر سلام پھیر دے اور قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر چلنے سے اور پھر یاد آجائے تو اس پر بنا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ طحطاوی میں لکھتے ہیں کہ جب تک مسجد سے خارج نہ ہو جائز ہے(۱)۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اور کتب میں بھی یہی لکھا ہے، ملاحظہ ہو: البحر(۲)، وطحطاوی علی حاشیۃ الدر المختار(۳)، وغنیہ وغیرہ(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

= عن الظهيرية: "قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب". (رد المحتار، قبيل باب الإستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۷۲۲، إدارة القرآن كراتشي)

(۱) "إذا سلم ساهياً على الركعتين مثلاً وهو في مكانه ولم يصرف وجهه عن القبلة ولم يأت بمناف، عاد إلى الصلاة من غير تحريمة، وبنى على ما مضى، وأتم ما عليه. ولو اقتدى به إنسان في هذه الحالة صح. وأما إذا انصرف وجهه عن القبلة، فإن كان في المسجد ولم يأت بمناف فكذلك؛ لأن المسجد كله في حكم مكان واحد؛ لأنه مكان الصلاة، وإن كان قد خرج من المسجد ثم تذكر، لايعود، وفسدت صلاته". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۳، قديمي)

(۲) "قوله: (وإن توهم مصلي الظهر أنه أتم فسلم، ثم علم أنه صلى ركعتين، أتم وسجد للسهو) ... وحكمه أنه إن كان في المسجد ولم يتكلم وجب أن يأتي به وإن انصرف عن القبلة؛ لأن سلامه لم يخرجه عن الصلاة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۰۶، رشيديه)

(۳) "(ولو مع سلامه) ناوياً (للقطع سالم يتحول عن القبلة أو يتكلم) ... مادام في المسجد". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۵، دار المعرفة)

(۴) قال الحلبي: "(وإن سلم مصلي رباعية، كالظهر على ظن أنه أتمها، ثم تذكر) أنه صلى ركعتين فقط (يتمها ويسجد للسهو)؛ لأنه سلم على ظن إتمام الأربع، فيكون سلامه سهواً". (غنية المستملي لإبراهيم الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

بجائے "السلام" کے "اللہ اکبر" کے ذریعہ نماز ختم کرنے سے سجدۂ سہو

سوال [۲۵۴۲]: سلام پھیرتے وقت سہواً "السلام علیکم" کی جگہ "اللہ اکبر" کہہ دے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "السلام" واجب ہے، اس کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا (۱)، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام کو سجدۂ سہو میں سہو ہو گیا تو مقتدی کیا کریں؟

سوال [۲۵۴۳]: امام کو سہو ہوا، اس نے سجدۂ سہو کر دیا اور اس کے بعد پھر یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے سجدۂ سہو ادا کیا یا نہیں، بلکہ خود اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ نہیں کیا اور پھر سجدۂ سہو کرتا ہے، ایسی حالت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ دوسری دفعہ سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرے تو مقتدی دونوں طرف سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کر دیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الثامن لفظ السلام ... قال في المجتبى: والسهو عن السلام يوجب سجود السهو". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۹، رشيديه)

"الفرع: "لو أتى بلفظ آخر لا يقوم مقام السلام، ولو كان بمعناه كما في مجمع الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(ولها واجبات) لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً في العمد، والسهو إن لم يسجد له". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(۳) "وأربعة لا يتبع فيها: زيادة تكبير عيد، أو جنازة، وركن، وقيام لخامسة". (الدر المختار). "وقوله: =

امام سے پہلے مقتدی کا سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۴]: ایک شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، امام کو سجدۂ سہو لاحق نہیں ہوا اور مقتدی نے کوئی ایسی غلطی کی جس سے سجدۂ سہو لازم آگیا، وہ مقتدی نے امام کے پیچھے بوجہ جہالت کے سجدۂ سہو کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے ذمہ سجدۂ سہو لازم نہیں تھا، اگر امام کے سلام سے پہلے اس نے مستقلاً سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدۂ سہو کیا، پھر معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہیں تھا

سوال[۳۵۲۵]: نماز میں ایسی غلطی ہوئی کہ جس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اگر لاعلمی میں سجدہ سمجھ کر سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز نہیں ہوئی نماز لوٹائی جائے، اس لئے اعادہ کی گئی۔ اگر موصوف کے کہنے کے مطابق نماز نہیں ہوئی تو پھر کیا کیا جائے؟

= لا يتبع): أي إذا فعلها الإمام لا يتبعه فيها القوم، والأصل في هذا النوع أنه ليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ، وما لا تعلق له بالصلاة. شرح المنية. (قوله: وركن) كزيادة سجدة ثالثة". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل الإمامة، الثامن فيما يتابع المقتدي فيه الإمام، وما لا يتابعه فيه، ص: ۵۲۸، سهيل اكيڈمي)

(۱) "وإنما لم يلزم المأموم سهو نفسه؛ لأنه لو سجد وحده، كان مخالفاً لإمامه إن سجد قبل الإمام، وإن أخره إلى ما بعد سلام الإمام يخرج من الصلاة بسلام الإمام؛ لأنه سلام عمد ممن لا سهو عليه، ولو تابعه الإمام ينقلب التبع أصلاً". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۸۷، بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح حاشية الطحطاوي، باب سجود السهو، ص: ۴۶۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی، اب کسی مکافات کی ضرورت نہیں:

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد .... الخ"۔ درمختار۔ "وفي الفيض: وقيل: لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب .... الخ"، شامی: ۱/۶۰۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۱ھ۔

جماعت کثیرہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہے

سوال [۳۵۲۶]: اگر نماز جمعہ یا تراویح میں واجب ترک ہو جائے تو وہاں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا یا معاف ہے؟ جیسے نماز عیدین میں بسبب کثرت ہجوم کے سجدۂ سہو معاف ہے، جیسے اور نمازوں میں قعدہ میں بیٹھنا تھا، کھڑا ہو گیا، یا بمقدار تین تسبیح خاموش رہا وغیرہ، تو یہاں پر سجدۂ سہو لازم ہے۔ ۱۳/رمضان/۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ، عیدین، تراویح میں اگر جماعت زیادہ ہو اور مقتدیوں کی تشویش کا خیال غالب ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے اور اگر مقتدیوں کی تشویش کا غالب خیال نہیں مثلاً جماعت مختصر ہے کہ سب کو سجدۂ سہو کا علم ہو جائے گا اور تشویش نہ ہوگی تو جس صورت میں کہ کوئی واجب سہواً ترک ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا:

"ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة، وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة، وفساد الصلوة بتركه، الخ"۔ مراقی الفلاح۔ "(قوله: بكثرة الجماعة) أنباء للسببية، وهي متعلقة بقوله: للفتنة، وأخذ العلامة الحلبي من هذه السببية أن عدم

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۹۴، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۲۵، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۳۳، إدارة القرآن)

الجواز مقیدبما إذا حضر جمع کثیر، أما لو یحضروا فالظاهر السجود لعدم فداعی إلی الترك، وهو التشویش .... الخ". طحطاوی(۱)۔ وقال الشامی: "الظاهر أن الجمع الکثیر فیما سواهما کذلك کما بحثه .... لیس المراد عدم جوازه، بل الأولی ترکه، لئلا یقع الناس فی فتنة .... الخ". رد المحتار، ص: ۷۸۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۶/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

نمازِ جمعہ میں سجدۂ سہو

سوال[۲۵۰۷]: نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں، یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ نماز جمعہ و عیدین میں بوجہ کثرتِ ازدحام سجدۂ سہو ساقط ہے، تو کثرتِ ازدحام کی کیا تعریف ہے؟ اگر امام کے ساتھ اس قدر آدمی ہوں کہ امام کی آواز ہر ایک کو یا اکثر کو سنائی دے تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟ اگر اس حالت میں سجدۂ سہو کرے گا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے اور ازدحام اس قدر ہو کہ مقتدیوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سلام ختمِ نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کیلئے ہے اور اس سے مقتدیوں میں تشویش پیدا ہو جائے تو امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے: "ولا یأتی الإمام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعا للفتنة بکثرة الجماعة". مراقی الفلاح، ص: ۲۷۹(۳)۔

---

(۱) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، قدیمی)

(۲) (رد المحتار، باب سجود السهو، ۲/۹۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشیدیه)

(۳) (حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح، شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، قدیمی)

اگر ازدحام اس قدر نہ ہو، بلکہ امام سمجھتا ہے کہ مقتدیوں کو تشویش نہ ہوگی اور سب کو سہولت معلوم ہو جائے گا کہ یہ سلام سجدۂ سہو کے لئے ہے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔

قال الطحطاوي: "(قوله: بكثرة الجماعة) تبع للسيد وهي متعلقة بقوله: ملغاة، وأخذ العلامة الشامي من هذه السببية أن عدم السجود مقيد بما إذا حضر جمع كثير، أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم ما يؤدي إلى الترك، وهو التشويش"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱/ جمادی الثانیہ/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمن عفا اللہ عنہ۔ صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲/ جمادی الثانیہ/۶۲ھ۔

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال [۲۵۰۸]: اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے، تب تو سجدۂ سہو کر لیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا، بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیر دیا ہے، تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے (۲)، طحطاوی، ص: ۲۵۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۸/۱، رشيدية)

(۲) "وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة (قوله: وبه جزم في الدرر) لكنه قيده محشيه الواني بما إذا حضر جمع كثير، وإلا فلا داعي إلى الترك" (رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قديمي) =

سجدۂ سہو نمازِ عید میں

سوال[۳۵۴۹]: اگر امام سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو نمازِ عید میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟ پہلی صورت میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے خلفشار ہوگا اور اکثر نمازیوں کو سجدۂ سہو کی خبر بھی نہ ہوسکے گی، بہت سے تو سجدۂ سہو کے سلام کو ختمِ نماز کا سلام سمجھ کر اپنی نماز ختم کردیں گے، ان کی نماز امام کی نماز سے پہلے ختم ہونے کی وجہ سے خراب ہوجائے گی اور بہت سے مسبوق سلام کی آواز سن کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہوجائیں گے، ان کی نماز اس وجہ سے خراب ہوگی۔ تو دوسری صورت میں سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے ترکِ واجب کی وجہ سے جو نقصان آچکا ہے اس کی مکافات کی کوئی صورت نہیں ہوگی تو کیا ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا؟ امید کہ جواب مدلل با حوالہ عنایت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں سجدۂ سہو ساقط ہے: "ولا یأتی الامام بسجود السہو فی الجمعۃ والعیدین دفعاً للفتنۃ بکثرۃ الجماعۃ، اھ". مراقی الفلاح۔ "(قولہ: دفعاً للفتنۃ): أی فتنۃ الناس وکثرۃ الھرج، اھ". کذا فی الطحطاوی، ص: ۲۵۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو کیا کیا جائے

سوال[۳۵۵۰]: ۱... نمازِ عیدین میں اگر تکبیراتِ واجبہ بھول گئی، یہاں تک کہ رکوع میں چلا گیا تو رکوع میں آہستہ یا بلند آواز سے تکبیریں کہہ سکتا ہے، یا نہیں؟

نمازِ عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۵۱]: ۲... اگر امام نے تکبیریں چھ سے زائد کہہ لیں تو کیا سجدۂ سہو ہوگا؟

= (وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، الباب الثانی عشر فی السجود السہو: ۱۲۸/۱، رشیدیہ)

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السہو، ص: ۴۶۵، ۳۹۶، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب سجود السہو: ۹۲/۲، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…آہستہ رکوع ہی میں کہہ لے(۱)۔

۲… عیدین میں عامۃً مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہو جاتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدۂ سہو ساقط ہے، اگر کوئی تکبیر بھول کر زائد کہی یا کم کردی، تو سجدۂ سہو نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۰ھ۔

تکبیراتِ عید بھول گیا

سوال[۲۵۵۲]: اگر امام نمازِ عید کی پہلی رکعت میں تکبیراتِ زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئے تو اس کو اب کیا کرنا چاہیے؟ آیا رکوع میں تکبیراتِ زوائد کہے اور رکوع کی تسبیحات کو ترک کرے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیراتِ زوائد کہے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے، یا کچھ بھی نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد سجدہ وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کرے یا سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور نمازِ عید دوبارہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں نہ تکبیراتِ زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے، نہ پھر

(۱) فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام تکبیراتِ عیدین بھول کر رکوع میں چلا جائے تو قیام کی طرف لوٹ کر تکبیرات کہے اور پھر رکوع کرے، لیکن متأخرین کے فتویٰ کے مطابق جمعہ وعیدین میں اگر سہو ہو جائے تو ازدحامِ کثیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا، کما سیأتي تحت عنوان "تکبیراتِ عید بھول گیا"۔

"وذكر في كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع، فإنه يعود إلى القيام؛ لأنه قادر على حقيقة الأداء فلا يعمل بشبهه". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۵، رشيديه)

(۲) "(قوله: عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم، ط. وكذا بحثه الرحمتي، وقال: خصوصاً في زماننا. وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۹، رشيديه)

دے کر امام کو کھڑا کیا، امام نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پوری کرنے کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی، سجدۂ سہو نہیں کیا، آیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں اور نماز ہوئی یا نہیں؟

۲… امام تراویح کی نماز میں دو رکعت پوری کرنے کے بعد بغیر قعدہ کے کھڑا ہو گیا، مقتدیوں نے لقمہ دے کر قعدہ میں بیٹھا کر بلا سجدۂ سہو کے سلام پھیر دیا، نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… اگر بیٹھتے ہی فوراً بدون تاخیر لقمہ دے کر اس کو کھڑا کر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر تاخیر ہوگئی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے(۱)۔

۲… اس صورت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اب اس نماز کا اعادہ واجب نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "ولا یجب إلا بترک واجب أو تأخیره أو تأخیر رکن". (الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشیدیه)

(وکذا في الحلبي الکبیر، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهیل)

(وکذا في مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قدیمي)

(۲) "علم أن الوجوب مقید بما إذا کان الوقت صالحاً، حتی إن من علیه السهو في صلاة الصبح إذا لم یسجد حتی طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۳، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۷۹، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

آیتِ سجدہ کی تفصیل

سوال [۳۵۵۴]: یہ دونوں احادیث مسلم/ترمذی سے مروی ہیں جن کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر پارہ: ۱۷، اور ۲۲ میں لائے ہیں: (الف) ”سورۂ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو ان پر سجدہ نہ کرے وہ انہیں نہ پڑھے“(۱)۔ (ب) ”اہلِ جہنم پانچ قسم کے ہیں، وہ بے رغبت کمینے لوگ جو بے پرواہ اور بے گھر ہیں وہ تمہارے دامنوں سے لپٹے رہتے ہیں“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) آیتِ سجدہ پڑھ کر مستحب یہ ہے کہ جلدی سجدہ کر لیا جائے (۲)، جو شخص بے وضو ہو وہ حفظ تلاوت تو کر سکتا ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا (۳)، اسلئے باوضو تلاوت کرنا اچھی بات ہے، تاکہ آیتِ سجدہ جب آئے تو

---

(۱) "قال الإمام أحمد رحمة الله عليه: ... ... "حدثنا مشرح بن هاعان أبو مصعب المعافري قال: سمعت عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قلت: يا رسول الله! أفضلت سورة الحج على سائر القرآن بسجدتين؟ قال: "نعم، فمن لم يسجدهما فلا يقرأهما" رواه أبو داود والترمذي من حديث عبد الله بن لهيعة به، وقال الترمذي: ليس بقوي". (تفسير ابن كثير، الجزء السابع عشر، سورة الحج: ۳/۲۸۳، مكتبة دار السلام الرياض)

(۲) "وإن قرأ آية السجدة في الصلاة، فإن كانت في وسط السورة، فالأفضل أن يسجد، ثم يقوم ويختم ويركع". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/۱۳۳، رشيدية)

(۳) "والحاصل أن من تجب عليه الصلاة من كان أهلاً لوجوب الصلاة عليه، أداءً أو قضاءً فهو من أهل وجوب السجدة عليه ومن لا فلا، وتجب على المحدث والجنب". (البحر الرائق، باب سجود

فوراً سجدہ کرلے۔ جو شخص بے وضو ہو وہ ایسی سورت تلاوت کرے جس میں سجدہ نہ ہو۔ یہ محض استحبابی حکم ہے وجوبی نہیں، نیز اس حدیث کی سند میں کلام ہے، اس کے مقابلہ میں دوسری حدیث قوی اور راجح ہے(۱)۔

(ب) یہ حدیث کہاں ہے پوری مع حوالہ نقل کریں تاکہ تخریج کی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۹۱ھ۔

بھول کر سجدۂ تلاوت کی بجائے رکوع کرنا

سوال[۳۵۵۵]: سجدۂ تلاوت کرنا ہے اور بھول کر رکوع کرلیا تو اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نماز میں آیتِ سجدۂ تلاوت پڑھ کے قصداً یا بھول کر رکوع میں چلا گیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت

= التلاوة: ۲/۱، ۲۱، رشیدیہ)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/۵۰۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) "حدثنا عقبة بن عامر حدثه قال: قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم في سورة الحج سجدتان؟ (بتقدير الاستفهام) قال: "نعم، ومن لم يسجدهما فلا يقرأهما" أي آيتي السجدة. قال أبو عيسى الترمذي رحمة الله عليه: هذا حديث ليس إسناده بالقوي، واختلف أهل العلم في هذا. وقال الشوكاني: وفي إسناده ابن لهيعة ومشرح بن هاعان، وهما ضعيفان، وقد ذكر الحاكم أنه تفرد به".

(بذل المجهود، تفريع أبواب السجود، كم سجدة في القرآن: ۲/۵۱، ۲، مكتبه امداديه)

(وأخرجه الترمذي في أبواب السجود، باب ماجاء في السجدة في الحج: ۱۲۸/۲، سعيد)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال في سجود الحج: الأولى عزيمة، والآخر تعليم. أخرجه الطحاوي ورجاله كلهم ثقات". قوله: حدثنا أبوبكرة وابن مرزوق الخ. قلت: فيه دليل صريح لما قاله علماؤنا الحنفية: إن الثانية من الحج سجدة الصلاة دون التلاوة، لأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارة عن سجدة الصلاة، كما في قوله تعالى: ﴿واسجدي واركعي﴾. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة وما يتعلق بها: ۷/۲۱۲، إدارة القرآن كراتشي)

کرلی، یا اس میں نیت نہیں کی بلکہ حسب معمول رکوع کے بعد سجدہ کیا اور اس میں تلاوت کی نیت کرلی، یا اس میں نیت نہیں کی بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رکوع میں سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۵۰]: تراویح میں آیت سجدہ والی آیت پڑھی یا ایک دو آیت کے بعد رکوع کرے وہ اس میں سجدہ کی نیت بھی کرلے تو پھر سجدۂ تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے لیکن جو مقتدی اس رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے اس کا سجدہ ادا نہیں ہوگا اس لئے امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد نماز کے سجدہ کرنے سے بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یا نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(وتؤدى بركوع وسجود في الصلاة) لها (وبركوع صلاة) على الفور ... (إن نواه) ... (وبسجودها كذلك) وإن لم ينو بالإجماع". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۱۱۰، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما يتعلق بآية السجدة وأوان يقيم الركوع مقام السجدة: ۱/۴۹۲، إدارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، أما سجدة التلاوة، ص: ۵۰۵، سهيل أكيدمي)

(۲) "(و) تؤدى (بركوع صلاة) إذا كان الركوع (على الفور من قراءة آية) أو آيتين، وكذا الثلاث على الظاهر، كما في البحر (إن نواه) أي كون الركوع (لسجود) التلاوة على الراجح (و) تؤدى (بسجودها كذلك) أي على الفور (وإن لم ينو) بالإجماع، ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام ويعيد القعدة، ولو تركها فسدت صلاته". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، ۱۱۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى الخانية، كتاب الصلاة، سجود التلاوة، نوع آخر: ۱/۱۶۱، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رشيدية)

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا

سوال[۳۵۵۴]: زید نے نماز میں "سورۂ اقرأ" یا "نجم" یا "سورۂ فرقان" پڑھی اور سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا گیا اور نماز پوری کرلی، سلام کے بعد کسی صاحب نے یہ دریافت فرمایا کہ آپ نے سجدہ کیوں نہ کیا، جب کہ واجب ہے؟ زید جواب دیتا ہے کہ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع ہی میں سجدہ کے ادا ہونے کی نیت کرلے تو ادا ہو جاتا ہے اور اگر نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جو نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اس میں ادا ہو گیا۔ زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے، آیتِ سجدہ پڑھ کر اگر فوراً سجدہ کیا جائے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی جائے تو اس سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے ورنہ پھر سجدۂ صلوٰۃ سے بغیر نیت بھی ادا ہو جائے گا، اگرچہ افضل یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔ اور امام سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے کیونکہ اگر امام نے رکوع میں تو نیت کی اور کسی مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کا سجدہ ادا نہ ہوگا بلکہ اس کو سلامِ امام کے بعد سجدہ کرنا ہوگا اور پھر قعدہ کا اعادہ بھی لازم ہوگا، لہٰذا امام کو چاہئے کہ رکوع میں نیت نہ کرے نہ سجدہ میں نیت کرنے کی ضرورت، بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۱۷/ رمضان المبارک/ ۱۳۵۰ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وتؤدى بركوع وسجود في الصلاة لها، وبركوع صلاة على الفور من قراءة آية، إن نواه، وبسجودها كذلك وإن لم ينو بالإجماع، ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام، ويعيد القعدة، ولو تركها فسدت صلاته، كذا في القنية". (الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/ ۱۳۳، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱/ ۵۰۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

ایضاً

سوال [۱۵۵۸]: اگر کوئی شخص سورۂ اقرأ باسم ربک الذی خلق کو فرض نماز میں پڑھتا ہے یعنی جہری نماز میں مثلاً عشاء یا سری نماز میں مثلاً ظہر، وہ شخص اس سورت کے اخیر میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرتا تو کیا وہ سجدۂ نماز کے سجدہ سے ادا ہو جائے گا؟ یا سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرنا واجب ہوگا اور تارکِ سجدہ گنہگار قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سورت کے ختم پر سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کیا اور اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی ہے تو اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا اور اگر نیت نہیں کی تو سجدۂ صلوٰۃ سے یہ سجدۂ تلاوت بلا نیت بھی ادا ہو جائے گا۔ اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی تو جس مقتدی نے اس میں نیت کی ہو اس کا سجدہ ادا ہو گیا اور جس نے نیت نہیں کی اس کا ادا نہیں ہوا، وہ بعد سلام امام کے بعد سجدہ کرے، پھر قعدہ کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ صلوٰۃ جہری کا حکم ہے، صلوٰۃ سری میں اگر ایسا ہو کہ امام رکوع میں نیت کرے اور مقتدی کو معلوم ہی نہیں تو مقتدی کا بھی سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام کی نیت کافی ہوگی، کذا فی رد المحتار: ۱/ ۷۹۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۱۲/ ۸۹ھ۔

آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کر دیا جائے

سوال [۱۵۵۹]: گذشتہ رمضان شریف میں تراویح کے دوران سورۂ نحل کی ۵۰ ویں آیت جو "یؤمرون" پر ختم ہوتی ہے سجدۂ تلاوت کرنے کے بجائے اس سے ایک آیت قبل یعنی ۴۹ ویں آیت پر جو "لا یستکبرون" پر ختم ہوتی ہے حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت فرما دیا پھر قیام میں آ کر ۵۰ ویں آیت کی تلاوت کی اور "یؤمرون" پر رکوع کیا، فرمائیے کہ سجدۂ تلاوت ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت سجدہ پڑھ کر فوراً رکوع اور اس کے بعد سجدۂ صلوٰۃ کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا

(۱) (رد المحتار، ص: ۵۲۶، وفي الحاشية (۱)

ہو چکا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند ۱۳/۹/۹۱ھ۔

سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے

سوال [۳۵۱۰]: ۱... فرض نماز میں اگر سجدۂ تلاوت آ جائے تو اس کو کیسے ادا کیا جائے؟

۲... اور اگر سجدۂ تلاوت کی نیت سجدۂ فرض میں کر لی تو نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... آیت سجدہ پڑھ کر ایک سجدہ مثل سجدۂ نماز کے ادا کر لیا جائے (۲)۔

۲... اگر آیت سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کر دیا اس کے بعد سجدۂ نماز کیا تب بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا اور نماز درست ہو گئی:

"ویجزی عنها أیضاً سجودها أی سجود الصلوٰة وإن لم ینوها إذا لم ینقطع فور التلاوة اهـ" مراقی الفلاح، ص: ۲۸۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم رمضان/۱۳۵۵ھ۔

سجدۂ تلاوت میں تاخیر

سوال [۳۵۱۱]: سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوری سجدہ نہیں کیا بلکہ دو تین آیتوں کے بعد دو جا کر یاد آیا، اب اس نے سجدۂ تلاوت کر لیا تو سجدہ تو ادا ہو گیا لیکن گنہگار ہو گا۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ نماز بھی ہو گئی یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو گئی یا نہیں؟ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں نماز کے بعد یاد آیا تو نماز ہوئی یا نہیں

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "سجدۂ تلاوت کی ادائیگی")

(۲) (راجع الحاشية الآتية)

(۳) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوٰة، باب سجود التلاوة، ص: ۴۸۲، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۱۱۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمكيرية، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳۳، رشیدیه)

اور نماز کے اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیت سجدہ پڑھ کر فوراً یاد نہیں آیا، بلکہ اس کے بعد تین آیت پڑھ کر یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں، اگر اس سے زائد پڑھ کر یاد آیا اور پھر سجدۂ تلاوت کیا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں تو گنہگار ہوا توبہ واستغفار لازم ہے، نماز کراہت کے ساتھ ہوگئی اس کا اعادہ لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بوقت غروب سجدۂ تلاوت

سوال [۲۹۶۳]: جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقت ناقص میں ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت سورج غروب ہو جائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیت سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کرلیا تو یہ عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہوگیا اور اگر

---

(۱) "ویأثم بتأخیرها ویقضیها مادام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام ... وإن لم یسجد، أثم، فتلزمه التوبة ... (و) تؤدی (بركوع صلاة) إذا كان الركوع (على الفور من قراءة آية) أو آيتين وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحر (إن نواه) أي كون الركوع (لسجود) التلاوة على الراجح (و) تؤدى (بسجودها كذلك): أي على الفور (وإن لم ینو) بالإجماع" (الدر المختار). "(قوله: ویأثم بتأخیرها الخ)، لأنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة، وهو القراءة، وصارت من أجزائها، فوجب أداؤها مضیقًا كما في البدائع، ولذا كان المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها". (الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، ۱۱۱، سعید)

قال الطحطاوي: "قوله: (وإن يقرأ أكثر من آيتين) اعلم أن الفور لا ینقطع بآية بعد آيتها أو آيتين اتفاقاً، وینقطع بأربع اتفاقاً. واختلف في الثلاث، فقیل: ینقطع، واختاره شمس الأئمة، وقیل: لا، واختاره الحلواني، وهو أصح من جهة الرواية كما في الحلبي". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۸۳، قدیمی)

وقت کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقت غروب کیا تو عصر یومیہ کی طرح نہیں، بلکہ یہ ادا نہیں ہوا، اسی طرح اگر جنازہ وقت ناقص میں آیا تو یہ عصر یومیہ کی طرح ہے، اگر وقت کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا نہیں ہوئی۔

"ومنع عن الصلوٰۃ وسجدۃ التلاوۃ المتلوۃ في غیر هذه الأوقات وصلوٰۃ الجنازۃ حضرت قبلها؛ لأن ما وجب كاملاً لايتأدى بالناقص، وأما المتلوة أو الحاضرة فيها، فلا يكره، لأنه يجوز أداؤها، وجبت ناقصة أديت فيها كما وجبت" إلخ. (مجمع الأنهر: ۱/۷۲)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدۂ تلاوت کی قضاء

سوال[۳۵۱۳]: ایک شخص کے ذمہ سینکڑوں کی تعداد میں سجدۂ تلاوت باقی ہیں ان کو کس طرح ادا کرے اور تلاوت کے فوراً بعد سجدہ نہ کرنا گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کرنا مستحب ہے، تاخیر بھی گناہ نہیں(۲)۔ جس شخص کے ذمہ بہت سے سجدے ہوں

---

(۱) (مجمع الأنهر والدر المنتقى شرح الملتقى على حاشية مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۷۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۲، سعيد)

(۲) "قوله: (على التراخي عند محمد الخ) الذي في شرح عكس هذه، حيث جعل القول بالفورية قول محمد، والقول بالتراخي قول أبي يوسف، قال: وينبغي أن تكون ثمرته في الإثم وعدمه، حتى لو أداها بعد مدة كان مؤدياً اتفاقاً لاقضاءً اهـ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۸۰، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۹، سعيد)

دوبارہ تحسین سجدے کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا دل گواہی دینے لگے کہ اب اس کے ذمہ کوئی سجدہ باقی نہیں رہا، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ تلاوت کے بعد فوراً سجدہ کرلیا جائے ورنہ بھول جانے کا احتمال ہے جس سے واجب ذمہ میں رہ جائے گا اور گنہگار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

آیتِ سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال [۲۵۰۲]: ایک شخص کلام اللہ کی تلاوت کررہا ہے اور دوسرے شخص بیٹھے ہیں وہ دل ہی دل میں ورد ہے لیکن جب وہ شخص سجدہ کی آیت پر آتا ہے تو خاموش پڑھتا ہے مگر سننے والے اس آیت کو دل میں پڑھ جاتے ہیں زبان سے کوئی نہیں پڑھتے، اب کیا سجدہ ہر ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دل میں پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا بلکہ زبان سے پڑھنے سے (خواہ بالجہر یا بالسر پڑھے) یا سننے سے واجب ہوتا ہے اور صورتِ مسئولہ میں پڑھنے والے پر واجب ہوا ہے، اگر چہ اس نے آہستہ ہی پڑھا ہے اور سننے والے نے اس کو سنا نہیں اور نہ زبان سے پڑھا ہے بلکہ دل میں پڑھا ہے اس لئے اس پر واجب نہیں ہوا۔

"ويجب بسبب تلاوة آية ولو كتبها أو تهجاها ولا سجود عليه بشرط سماعها فلا تجب على من لم يسمعها وإن كان في مجلس التلاوة اهـ". در مختار وشامی: ۱/ ۸۰۰ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۹/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) "(وهو) أي سجود التلاوة (واجب على التراخي) عند محمد، ورواية عن الإمام، وهو المختار، وعند أبي يوسف، وهو رواية عن الإمام يجب على الفور (إن لم تكن في الصلاة وكره تأخيره): السجود عن وقت التلاوة في الأصح (إذا لم يكن مكروهاً) لأنه بطول الزمان قد ينساها فيكره تأخيرها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ص: ۴۸۰، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۱۰۹، سعيد)

(۲) (رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۰۳، سعيد)

سورۂ "ص" میں سجدہ کس آیت پر ہے؟

سوال[۳۵۶۵]: سورۂ "ص" میں آیت ۲۵ پر سجدہ ہے یا آیت ۲۴ پر؟ اگر کوئی آیت ۲۴ پر سجدہ کرے تو سجدہ ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت ۲۵ پر آیت سجدہ ہے، اگر آیت ۲۴ پر "اناب" پر سجدہ کرے گا تب بھی ایک قول پر ادا ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۳ھ۔

ریڈیو پر تلاوت سے سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۶]: ریڈیو کی قرآن خوانی اور وعظ پر انصات (خاموشی) استماع (کان لگا کر سننا) سجدۂ تلاوت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ گراموفون کی تلاوت کے بارے میں فرماتے ہیں: "وہ تلاوت نہیں ہے

=(وكذا في الحلبي الكبير، القرءة خارج الصلاة، وأما سجدة التلاوة ص: ۵۰۰، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود التلاوة، ۱/۳۲۲، دار المعرفة بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم سجد في "ص" وقال: "سجدها داود توبةً ونسجدها شكراً". رواه النسائي وسكت عنه، وفي الدراية: رجاله ثقات".

"قوله: (عن ابن عباس رضي الله عنهما الخ) .... قال في البدائع وما تعلق به الشافعي فهو من دلائلنا لأنا نقول: نحن نسجد ذلك شكراً لما أنعم الله على داود بالغفران والوعد بالزلفى وحسن مآب، ولهذا لا يسجد عندنا عقيب قوله: "وأناب" بل عقيب قوله: "مآب" وهذه نعمة عظيمة في حقنا".

(إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود السهو وما يتعلق بها: ۷/۲۰۲، ۲۰۳، إدارة القرآن، كراچی)

"أو "ص" عند قوله "فاستغفر ربه وخر راكعاً وأناب". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو، ۱/۱۳۲، رشيديه)

بلکہ نقل اور عکس ہے، تلاوت کو مشابہ صوت طیر اور صدا کا اس اعتبار سے سجدہ واجب نہ ہوگا"۔ فتاوی امدادیہ: (۱۸۲/۲) میں ریڈیو کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال[۳۱۹۷]: ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک دیا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا (۱)، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضروری نہیں (۲)۔ ریڈیو میں تو صرف احتیاط یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل آواز اس سے سنائی دے، ریکارڈ شدہ نہ ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۷/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) (امداد الفتاویٰ: ۱/۲۳۵، کتاب الحظر والاباحة، مجموعہ رسائل، رسالہ ... احکام ... دارالعلوم کراچی)

"بخلاف السماع من الببغاء والصدى، فإن ذلك ليس بتلاوة، وكذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته، لانعدام التمييز" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۱/۴۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۸، سعيد)

ويرجع للتفصيل: (آلات جديده) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ، ریڈیو پر آیتِ سجدہ کی تلاوت ص: ۱۹۵، مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی۔

(۲) "بخلاف السماع عن الببغاء والصدى، فإن ذلك ليس بتلاوة، وكذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لانعدام التمييز" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۱/۴۳۲، دار الكتب العلمية)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۹، سعيد)

(۳) "وأما سبب وجوب السجدة، فسبب وجوبها أحد شيئين: التلاوة أو السماع" (بدائع الصنائع —

ریڈیو سے آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت

سوال [۳۵۰۸]: اگر قاری نے ریڈیو اسٹیشن پر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور دیگر ہزاروں آدمیوں نے ریڈیو پر اس آیت کو سنا تو کیا سارے سامعین پر سجدۂ تلاوت ضروری ہوگیا ہے، جب کہ وہ ایک مشین کے ذریعے آواز پہنچائی گئی ہے؟ گراموفون اور مشین میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، کیونکہ یہ قاری ہی کی آواز قرار دی گئی ہے(۱)، گراموفون سے جو آواز نکلتی ہے اس کو نقل وعکس لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا اور سجدۂ تلاوت

سوال [۳۵۰۹]: قرآن پاک سننے کے لئے کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدۂ آیت تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

= كتاب الصلاة، فصل في سبب وجوب السجدة للتلاوة: ۱/ ۳۰۴، دار الكتب العلمية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/ ۷۷۵، دار القرآن)

راجع للتفصيل: (آلاتِ جدیدہ)، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ریڈیو پر آیتِ سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۵، ادارۃ المعارف، کراچی)

(وكذا في أحسن الفتاوى: كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۴/ ۱۵، سعيد)

(۲) مذکورہ صورت میں چونکہ قاری صاحب کی آواز براہِ راست سامعین تک پہنچ رہی ہے اس لیے حضرت مفتی صاحب نے وجوبِ سجدہ کا فتویٰ دیا، اور علماء نے بیان فرمایا کہ ریکارڈ کی آواز ہے، بالاتفاق ریکارڈ شدہ آیت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ نقل اور عکس ہے۔ (دیکھئے مقدمہ تخریجہ تحت عنوان ''ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیتِ سجدہ کا حکم'')

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب ملے گا(۱) اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت

سوال[۴۵۷۰]: جو آیت سجدہ گراموفون میں پڑھی جاوے تو کیا سامعین پر سجدہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حوادث الفتاوی ص:۸۱، میں لکھا ہے کہ جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں بلکہ نقل اور عکس ہے تلاوت کا مشابہ صوت طیر اور صدیٰ کے، پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا۔ بنا بر روایت درمختار وغیرہ مثلاً اس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا لیکن قرآن شریف کا اس میں بھرنا اور سننا منع ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) "عن أیوب بن موسی قال: سمعت محمد بن کعب القرظی یقول: سمعت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ، والحسنۃ بعشر أمثالہا، لا أقول: الٓمٓ حرف، ولکن ألف حرف، ولام حرف، ومیم حرف" هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه". (سنن الترمذی، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر: ۲/۱۱۹، سعید)

(۲) "وأما سبب وجوب السجدة، فسبب وجوبها أحد شیئین: التلاوة والسماع". (بدائع الصنائع، فصل في بیان وجوب سجدة التلاوة: ۱/۴۳۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في التاتارخانیة، کتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بیان من یجب علیه هذه السجدة: ۱/۴۷۴، إدارة القرآن، کراتشي)

(۳) "و (لا) تجب (بسماعه من الصدی والطیر) ومن تکلم کان حرفاً ولا بالتهجي اشباه". (الدر المختار) =

سجدۂ شکر

سوال [۳۵۷۱]: سجدۂ نماز وسجدۂ تلاوت کے علاوہ اگر سجدۂ شکر کرنا تو رہی صلوٰۃ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس وجہ میں ادا کرنا جائز ہے تو کس وجہ میں؟ جو شخص نا جائز ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ شرعاً جائز ہو یا نا جائز میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نصرالدین عظیم آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت زائل ہو، بہتر یہ ہے کہ شکریہ کیلئے دو رکعت ادا کرے، اگر یہ نہ ہو تو سجدہ کرنا بھی مفتیٰ بہ قول کی بناء پر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد کرنا مکروہ ممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کرنے لگیں گے۔ اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا نا جائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں، نہایت سخت اور خطرناک ہے، ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے:

"وسجدة الشكر مستحبة، به يفتى، لكنها تكره بعد الصلاة؛ لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه" (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۱۳۵۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

— باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۸، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۱/۲۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

راجع للتفصيل: (آلات جدیدہ از مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۹۵، ادارۃ المعارف، کراچی)

(۱) (الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۹، ۱۲۰، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود التلاوة: ۱/۱۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/۱۳۶، رشيديه)

درمیانی زمین میں کاشت ہوتی تھی، لیکن اب سڑک تک مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور کاشت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سڑک کے دوسرے رخ پر قبرستان اور مویشی کے بٹھانے کی جگہ ہے، ایسی صورت میں اس بستی کا رہنے والا دہلی سے الور یا الور سے دہلی کو گذرے تو اس کی مسافرت ختم ہو جائے گی یا نہیں؟

۲... نیز قصبہ فروج سے پرانی دہلی ۴۸/میل تھی اور اب نئی دہلی بڑھتے بڑھتے فروج کے رخ پر تقریباً ۵/میل بڑھ چکی ہے، ایسی صورت میں فروج کا رہنے والا پرانی دہلی کو اگر سفر کرے تو مسافر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی دونوں کی کمیٹیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... جب وہ سڑک آبادی سے خارج نہیں رہی، جو شخص بارادۂ سفر فیروز پور سے اس سڑک پر آئے وہ قصر نہیں کرے گا اور جب ایسا آدمی سفر شرعی سے چل کر اس سڑک پر پہونچ جائے جس کا وہ وطن ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا اگرچہ اس کا ارادہ وہاں قیام کا نہ ہو۔

۲... آبادی دیکھنے میں اگر متصل ہو تو محض کمیٹی الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کو دو بستیاں نہیں کہیں گے، جب ۴۸/میل کی مسافت نہیں رہی بلکہ صرف ۴۳/میل کی مسافت رہ گئی تو یہ سفر شرعی کے لئے کافی نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

مسافت شرعیہ

سوال[۳۷۷۴]: انگریزی میل کتنے پر مسافر قصر کر سکتا ہے اور شرعی مسافر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل مسافت کی نیت سے اپنی آبادی سے باہر نکلا وہ شرعاً مسافر ہے، اس کے ذمہ قصر

---

(۱) "ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۳۹، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، رشيديه)

لازم ہے(۱)، ریل کی منزلیں معتبر نہیں بلکہ پیدل یا معتدل سواری کی منزلیں معتبر ہیں، خواہ یہ سفر پیدل طے کرے خواہ سواری پر(۲)۔ اور منزلیں متعین نہ ہوں تو اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں: بعض سولہ میل انگریزی کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور تین منزلیں اس اعتبار سے اڑتالیس میل کی ہوتی ہیں، بعض اس سے کم اور بعض اس سے زائد کے قائل ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/صفر/۵۶ھ۔

---

(۱) "أخبرنا سعيد بن عبيد الطائي ...... قال: سألت عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما: إلى كم تقصر الصلاة؟ فقال: أتعرف السويداء؟ قال: قلت: لا، ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلاث ليال قواصد، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة" رواه الإمام محمد بن الحسن في الآثار له، وفي آثار السنن بإسناده صحيح". (آثار السنن، ص: ۲۶۳، كتاب الصلوة، أبواب الصلوة المسافر، باب ما استدل به على أن مسافة القصر ثلاثة أيام، مكتبه حقانيه ملتان)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي بكرة، عن أبيه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقت في المسح على الخفين ثلاثة أيام ولياليهن للمسافر، وللمقيم يوم وليلة" رواه ابن حبان في صحيحه".

قوله: "عن عبد الرحمن بن أبي بكرة الخ" وحاصله ما قال الشيخ: إن الحديث يدل على أن من أراد قطع مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، فهو مسافر حكماً عند الشارع. قلت: المراد بالمسافر في الحديث من يقطع المراحل بطريق العادة المعروفة في السفر بسير وسط مع الاستراحات التي اعتادها" (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب صلاة المسافر، باب مسافة القصر: ۷/ ۲۳۷، ۲۳۸، إدارة القرآن كراتشي)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها) من أقصر أيام السنة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع فوصل في يومين قصر (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً، لقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ثم اختلفوا فقيل: أحد وعشرون، وقيل: ثمانية عشر، وقيل: خمسة عشر، والفتوى على الثاني" =

کیا ۴۸ میل طے کرنے کے بعد قصر کا حکم ہے یا اس سے پہلے بھی قصر جائز ہے؟

سوال [۳۵۷۵]: نیز توگوان سے مشنجل کو چلا جو کہ ۴۸ میل سے زیادہ ہے، اگر زید براہِ راست مشنجل کو جائے تو اس صورت میں تو قصر کرے گا، لیکن اگر اس شکل سے چلے کہ ملجائے سفر تو مشنجل رہے لیکن درمیان کے مواضع میں دس دس میل کے فاصلے سے رات کو قیام کرتا ہوا جاوے گا تو کیا ایسی صورت میں بھی قصر کرے گا؟ جناب یہاں اگر جماعت تو توگوان سے چلے اور اسے تین دن قیام کرنا ہے، ایک دن تو امروہہ جو کہ دس میل ہے دوسرے مرادآباد جو کہ بیس میل ہے، تیسرے مشنجل جو کہ توگوان سے اڑتالیس میل سے زائد ہے، تو اگر جماعت یہ قصد کر کے توگوان سے چلے کہ مذکورہ تین جگہ قیام کرنا ہے اور ابتدائی قیام امروہہ ہوگا جو کہ صرف دس ہی میل ہے، پھر دوسرا مرادآباد ہوگا جو امروہہ سے اس بارہ میل پر ہے، پھر مشنجل۔ تو کیا مذکورہ جماعت کو ایسی حالت میں قصر کرنا ہوگا؟ نیز مقدارِ مسافت مشنجل کی توگوان سے لگے گی یا مرادآباد سے؟

عبدالرحمٰن قاسمی، مدرسہ انصار العلوم توگوان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفرِ شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸ میل ہے، جب اس مسافت کی نیت سے سفر شروع کیا جائے تو قصر لازم ہے اگرچہ درمیان میں تین چار جگہ ٹھہرتے ہوئے جانا ہو، مگر ٹھہرنے کی مدت پندرہ یوم سے کم ہو(۱)، پس توگوان سے مشنجل کی نیت سے چلنا جس کی مسافت ۴۸ میل سے زائد ہے، سفرِ شرعی ہے، اگرچہ توگوان سے نکل کر دس

= "لأنه الأوسط، وفي المجتبى: فتوى أئمة خوارزم على الثالث، وجه الصحيح أن المراحل تختلف باختلاف الطريق في السهل والجبل والبر، والبحر، بخلاف المراحل معراج". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲، سعید)

تفصیل کے لئے رسالہ دیکھئے: (القول الأظهر في تحقيق مسافة السفر، أحسن الفتاوى، باب صلاة المسافر: ۹۴/۴، سعید)

(وكذا في خير الفتاوى، ما يتعلق بصلوة المسافر "مسافتِ قصر کے بارے میں تحقیق انیق": ۲۹۳/۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "مسافتِ شرعیہ")

بیس میل پر ایک روز شب کا قیام بھی منوی ہو، اس سے سفر کے احکام میں فرق نہیں آئیگا۔ سفر کے بیچ درمیان میں تھوڑے وقت کے لئے ٹھہرتے ہوئے جانا مانع نہیں اور اس سے حکم سفر ختم نہیں ہوتا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۵/ ۹۵ھ۔

پندرہ دن قیام کی نیت سے چلنے والا راستہ میں قصر کرے یا نہیں؟

سوال[۲۵۰۹]: اگر ایک آدمی سفر کرتا ہے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ وہ راستہ میں قصر کرے تو کیا ہر جگہ میں قصر کرے گا یا خصوصی وقت میں؟ جو شخص پندرہ دن کی نیت کرکے سفر کرے صرف وہی قصر کرے، مگر یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پندرہ دن یا زائد کی نیت کرکے چلتا ہے تو وہ راستہ میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل کی مسافت ۴۸ میل کا ارادہ کرکے سفر کرے وہ راستہ میں قصر کرے گا(۲)، لیکن اگر راستہ میں ۴۸ میل سے پہلے پندرہ روز یا زائد ایام ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو راستہ میں قصر نہیں کرے، وہ شرعی

---

(۱) "قوله: (حتى يدخل مصره أو ينوي الإقامة نصف شهر في بلد أو قرية) ... وقيد بنصف شهر؛ لأن نية الإقامة ما دونها لا توجب الإتمام، لما روي عن ابن عباس وابن عمر رضي الله تعالى عنهم أنهما قدراها بذلك، والأثر في المقدرات كالخبر، والإمام صلى الله تعالى عليه وسلم بمكة مع أصحابه خمسة [illegible] وهو يقصر". (البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲/ ۲۳۲، رشيدية)

"(فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه) أي في نصف شهر (أو دخل بلدة ولم ينوها) أي مدة الإقامة". (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۵، ۱۲۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹، رشيدية)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة صلى الفرض الرباعي ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۰۵، دار الكتب العلمية بيروت)

مسافر نہیں (۱)۔ اسی طرح اگر ابتداءً ۴۸ میل سے کم کی نیت سے چلا اور کسی جگہ ٹھہر گیا، پھر وہاں سے ۴۸ میل سے کم کا ارادہ کرلیا تو یہ شخص مسافر نہیں ہوا، اگرچہ ساری دنیا میں گھوم جائے، یہ قصر نہیں کرے گا (۲)۔ اگرچہ ۴۸ میل یا اس سے زائد کا سفر تو کرتا ہے مگر درمیان میں ٹھہرتا ہوا جائے گا۔ اور یہ ٹھہرنا پندرہ روز سے کم ہوگا تو یہ شخص مسافر ہے، سفر میں قصر کرے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

مسافتِ قصر کی مقدار

سوال [۴۰۵۵]: کس قدر مسافت ہے جس سے مسافر کو قصر کی اجازت ہوجاتی ہے؟

---

(۱) "حتى يدخل مصره أو ينوي إقامة نصف شهر ببلد أو قرية ... هذا إذا سار ثلاثة أيام فصاعداً، وأما إذا لم يسر ثلاثة أيام، فلا يشترط أن تكون الإقامة في بلد أو قرية، بل تصح ولو في المفازة حتى إنه يصلي أربعاً أربعاً". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، ۵۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً ولو كافراً ... من طاف الدنيا بلا قصد، لم يقصر، (قوله: بلا قصد) بأن قصد بلدة بينه وبينها يومان للإقامة بها، فلما بلغها بدا له أن يذهب إلى بلدة بينه وبينها يومان وهلم جراً ... فإنه يتم". (رد المحتار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيدية)

(۳) "فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه: أي في نصف شهر، أو دخل بلدة ولم ينوها، أي مدة الإقامة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ۱۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲/۲۳۶، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

متوسط رفتار سے تین روز کی مسافت پر شرعاً قصر کیا جاتا ہے(۱) اور تمام دن چلنا ضروری نہیں بلکہ صبح سے سردی میں زوال تک چلنا معتبر ہے، اور ہر جگہ کے سفر میں اسی کے موافق رفتار معتبر ہوگی مثلاً خشکی میں پیدل یا معمولی اونٹ وغیرہ کی رفتار اور دریا میں کشتی کی متوسط رفتار معتبر ہوگی، اس مسافت کا اندازہ تقریباً ۴۸/ میل ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱۲/۵۳ھ۔

۴۸/ میل کی مسافت میں صرف جانے کا اعتبار ہے یا آنے جانے دونوں کا؟

سوال[۳۵۷۸]: یہاں سے ضلع صدر جانے کے دو راستے ہیں: ایک پچیس کوس کا دوسرا چوبیس کوس کا، چوبیس کوس والے راستے سے جوئے اور پچیس کوس والے راستے سے واپس آئے تو اس پر واپسی میں قصر ہے یا نہیں؟ اور جو پچیس کوس والے راستے سے جاوے اور چوبیس کوس والے راستے سے آوے تو اس پر قصر ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں تین کوس چار میل کا ہوتا ہے۔

مستفتی بخدمت شریف شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ مانکپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ، ضلع پرتاپ گڈھ۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من أقصر أيام السنة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال. و لا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع فوصل في يومين، قصر (صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (التنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في صلاة المسافر، ص: ۵۳۵، سهيل أكيدمي لاهور)

(۲) قال الدكتور وهبة الزحيلي: "والتقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام، لأن المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة، خصوصاً في أقصر أيام السنة، ولا يصح القصر في أقل من هذه المسافة كما لا يصح التقدير عندهم بالفراسخ على المعتمد الصحيح". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۱۳۲۲، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصرِ نماز کے لئے تین یوم کی مسافت کا سفر ضروری ہے (۱) اور یہ مسافت صرف ایک طرف کی ہے، آنے اور جانے کی مجموعی مسافت نہیں، پس صورتِ مسئولہ میں دونوں راستوں میں سے کسی ایک سے آنا جانا ہو یا دونوں سے، دونوں صورتوں میں قصر جائز نہیں (۲)۔ البتہ اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مسافتِ قصر ہو اور دوسرا نہ ہو تو جس راستہ سے سفر اختیار کرے گا اس کا اعتبار ہوگا، آنے میں بھی جانے میں بھی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

مسافتِ قصر

سوال [۳۵۷۶]: نماز میں قصر (کتنے) میل پر کرنا چاہیے، نیز شرعاً کتنی قصر ضروری ہے مگر وہاں برادری کا تعلق بھی ہے اور اکثر جانے کا اتفاق ہوا کرتا ہے یا کسی جگہ پر قصر ضروری ہے یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته ... قاصداً ... مسيرة ثلاثة أيام ...... صلى الفرض الرباعي ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

"وأما الثاني وهو بيان اشتراط قصر السفر، فلا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام، حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۲) "اشترط الفقهاء لصحة القصر الشروط الآتية: أن يكون السفر طويلاً مقدراً بمسيرة مرحلتين أو يومين أو ستة عشر فرسخاً عند الجمهور، أو ثلاث مراحل أو ثلاثة أيام بلياليها عند الحنفية". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۱۳۵۰، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

(۳) "ولو لموضع طريقان: أحدهما مدة السفر، والآخر أقل، قصر في الأول لا الثاني". (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین دن کی مسافت کا قصد کرکے جو شخص اپنی جائے اقامت سے نکلے گا وہ قصر کرے گا اور اس جگہ پر پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہاں پہونچ کر بھی قصر کرے گا، اگر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو قصر نہیں کرے گا(۱)۔ رشتہ داری کا کوئی اثر قصر پر نہیں، البتہ اگر وہاں شادی کی ہے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا شروع کردیا، یا بیوی کے یہاں رہنے کی شرط کرلی گئی ہے غرض کہ اس کو وطن بنالیا تو وہ بھی مثل وطن کے ہے وہاں قصر نہیں کرے گا، کما فی الشامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آدمی کب مسافر شمار ہوگا؟

سوال[۳۵۸۰]: قصر کے احکام کیا تین منزل کی مسافت پوری ہونے پر شروع ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، بلکہ تین منزل کی مسافت کی نیت سے جب آدمی سفر شروع کرے اور آبادی سے باہر ہوجائے اسی وقت سے شروع ہوجاتے ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته ... قاصداً ... مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة ... صلى الفرض الرباعي ركعتين ... حتى يدخل موضع مقامه ... أو ينوي إقامة نصف شهر بموضع واحد صالح لها من مصر أو قرية ... (فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه) أي في نصف شهر" (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱ – ۱۲۵، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۶، ۲۳۳، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹، رشیدیہ)

(۲) "(قوله: أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل، فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلك وطناً له، إلا إذا عزم على القرار فيه وترك الوطن الذي كان له قبله، شرح المنية" (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۳۱، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في صلاة المسافر، ص: ۵۴۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "مسافت قصر")

۴۲/میل کا سفر شرعی سفر نہیں

سوال[۳۵۸۱]: اگر کسی نے ۴۲/میل کا سفر کیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا آدمی شرعی مسافر نہیں، وہ پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسافر قصر کب سے کرے؟

سوال[۳۵۸۲]: ایک شخص کسی شہر کا - جو تین دن اور تین رات کے فاصلے پر ہے - ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نیت ہے کہ وہاں پندرہ روز یا زیادہ قیام کرے گا، اب یہ آدمی راستے میں قصر کرے گا یا نہیں؟ اگر قصر کا حکم ہے تو قاضی خان کی عبارت: "بخلاف ما إذا نوى الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية" (۲) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال قاضي خان: "إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلثة أيام ولياليها بسير الإبل أو مشي الأقدام، يلزمه قصر الصلوة ويرخص له ترك الصيام، أما شرط مجاوزة العمران؛ لأن السفر فعل فلا يوجد بمجرد النية، فيشترط قران النية بأدنى فعل بخلاف ما إذا نوى الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية؛ لأن الإقامة ترك الفعل، وترك الفعل لا يحتاج

---

(۱) "ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۲، سعيد)

(۲) (فتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱۶۳، رشيديه)

إلى الغد، اھـ" فتاویٰ قاضی خان: ۱/۲۲ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور صورت مذکورہ میں قصر کرے گا اور عبارت مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ لزوم قصر کے لئے صرف نیت سفر کو شریعت نے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کے لئے مجاوزۃ عمران کو شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ سفر ایک فعل ہے جو مسافر سے صادر ہوتا ہے جس پر لزوم قصر مرتب ہوتا ہے، جب تک اس فعل کا ادنیٰ حصہ (جو مجاوزۃ عمران ہے) صادر نہ ہو، اس وقت تک مسافر کہلانے کا مستحق نہیں اور اس پر حکم سفر (لزوم قصر) مرتب نہ ہوگا۔

اور جب کسی منزل صالح پر نیت اقامت کرلے تو اتمام لازم ہوتا ہے اور لزوم اتمام کے لئے نیت اقامت کے بعد کسی اور فعل کی حاجت نہیں تھی جس طرح کہ نیت سفر کے بعد مجاوزۃ عمران کی ضرورت تھی کیونکہ اقامت کسی فعل کا نام نہیں کہ تحقق کے لئے اس کا صدور ضروری ہو جیسا کہ سفر فعل تھا اور مسافر کے لئے اس کا صدور ضروری تھا چونکہ اقامت ترک فعل (سفر) کا نام ہے جس کے لئے صرف نیت کافی ہے۔

یہ مقصد نہیں کہ شخص مذکور چونکہ وہاں پہونچ کر پندرہ روز یا زیادہ قیام کرنے کی نیت رکھتا ہے اور یہ نیت ابتدائے سفر میں کرلی ہے لہٰذا ابھی سے مقیم ہوگیا اور اس سفر کو کالعدم قرار دے کر لزوم اتمام کا حکم اس پر جاری کر دیا جائے گا، کیونکہ اگر اس کو ابھی سے لزوم نیت کی بناء پر مقیم کہہ دیا جائے گا تو اقامت ترک فعل کا نام نہ رہے گا، بلکہ اس فعل یعنی (سفر) کا نام ہو جائے گا، وھو خلاف المفروض۔ نیز اس کا شخص [illegible] کی نیت پر فی الحال آثار مرتب ہونے سے مانع ہے:

"المسافر لا يصير مقيماً إذا دخل قرية أو مصراً، ونوى إقامة خمسة عشر يوماً فيه، ولا معتبر بالنية وقت السفر قبل الدخول" اھـ. رسائل الأركان (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (فتاوی قاضي خان، المصدر السابق)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافراً: ۱/۲۶۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (لم أجده، بل (وكذا في البحر الرائق، باب صلوة المسافر: ۲/۲۳۰، رشيدية)

(والدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

مسافتِ سفر سے کم میں قصر نہیں

سوال [۳۵۸۳]: زید جو اپنے کاروبار کی جگہ سے جہاں اس کی املاک بھی ہے یعنی شہر مدراس اپنے مکان آبائی جو یہ کرتا تھا اور جس کے درمیان مسافتِ قصر بھی ہے، ایسی صورت میں زید کے لئے مدتِ قصر سے کم میں قصر صلوۃ جائز ہے یا نہیں؟

محمد اسمٰعیل۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسافتِ قصر سے کم کی نیت سے جو شخص سفر کرے اس کو قصر صلوۃ جائز نہیں، اتمام واجب ہے، كذا في كتب الفقه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۵/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافتِ سفر نہیں

سوال [۳۵۸۴]: ۔۔۔ زید جس کی زراعت ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر زید میرٹھ سے مظفر نگر کے لئے روانہ ہوا جب کہ یہ مسافت ۳۵ میل ہے تو وہاں قصر نہیں ہوگا لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑا تو مسافت قصر ہو جائے گی تو اس صورت میں قصر کرے یا نہیں؟ اگر اس طرح سہارنپور وغیرہ دوسری جانا پڑے تو مسافت قصر ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته ...... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها" (الدر المختار).

"(قوله: قاصداً) أشار به مع قوله: خرج إلى أنه لو خرج ولم يقصد أو قصد ولم يخرج، لا يكون مسافراً". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۲، سعيد)

"ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

۲۔ لیکن کوئی آدمی ریل پر ہے وہ بھی مستقل چلتی ہے، جب ریل یا موٹر چلا جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اگر سہارنپور وطن اصلی ہے یا وطن اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفرنگر کی نیت سے چلا اور کہ ۳۳ میل ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا، پھر مظفر نگر سے دیوبند کا ارادہ ہوگیا تو بھی قصر نہیں کرے گا، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہوگیا تب بھی قصر نہیں کرے گا، اگرچہ مجموعہ سے مجموعی طور پر مسافت قصر ہے مگر چونکہ ابتداء سفر کے وقت مسافت قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ سے مسافت قصر کی نیت نہیں کی، جہاں سے بھی نیت کی مسافت قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافت قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا، ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا بھی گھوم جائے تب بھی قصر نہیں کرے گا (۱)۔

۲۔ جب بھی قصر کرے گا نماز سے متعلق ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۸۹ھ۔

مسافت سفر بحساب میل

سوال [۲۵۵۹]: کتنے میل کتنے فاصلے پر آدمی مسافر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پچھلے وقت میں زمین پر چلنے سے ایک منزل سے دوقلی ہے جس کی مسافت قریب ۴۸ میل ہے، ورنہ

---

(۱) "ومن خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً ولو كافراً، ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر، مسيرة ثلاثة أيام ولياليها من أقصر أيام السنة بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة على الراجح ولو كفين وجوباً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲/۲۲۶، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع الحاشية رقم: ۱)

منزل کی مسافت ۴۸/میل کے قریب ہے اسنے وقت میں پہاڑی راستہ جس قدر طے ہو اس کی مقدار کو ایک منزل قرار دیا جائے گا اور تین منزل کو مسافت سفر کہا جائے گا، وہاں ۴۸/میل کو مسافت سفر بنا لازم نہیں ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اس سے ضعف ہو یا کم وزیادہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔ محمود غفرلہ۔

ملاح مقیم ہیں یا مسافر؟

سوال[۳۵۸۶]: ایک جماعت ملاحوں کی ہے جس کا دستور ہے کہ کسی بڑی آبادی شہر کی بڑی منڈی بازار سے متصل ندی کے کنارے جگہ خرید لیتے ہیں، گورنمنٹ کو اس جگہ کا خراج ادا کرتے ہیں، ایک مکان خواہ کرایہ کا خواہ ذاتی لیتے ہیں جس میں ان کا سرداراور سامان رہتا ہے، وہیں ان کی مسجد ہوتی ہے جس میں نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، اگر کوئی مرجاتا ہے اسی شہر میں دفن کفن کرتے ہیں اور ندی کے اندر کشتیاں باندھ دیتے ہیں، خود بھی کشتیوں کے اندر رہتے ہیں اور آنے جانے والوں سے کرایہ لے کر کشتی میں بٹھلا کر آٹھ دس میل تک پہونچا دیتے ہیں اور اسی جگہ واپس آجاتے ہیں، خطوکتابت بھی مکان سے اسی پتہ سے آتی جاتی ہے، اسی طرح دو چار برس یا زیادہ دن گذر کرکے گھر واپس آتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو شرعاً مقیم کا حکم دیا جائے گا یا مسافر کا اور نماز پوری ادا کریں یا قصر کریں؟ یہاں پر علماء کو اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگ اگر چند روز اسی جگہ پر ٹھہریں تو وہ جگہ ان کے لئے وطن اقامت ہے، جب تک کم از کم تین

---

(۱) "ویعتبر في الجبل بما یناسبه من السیر؛ لأنه یکون صعوداً وهبوطاً ومضیقاً ووعراً، فیکون مشي الإبل والأقدام فیه دون سیرها في السهل". (رد المحتار، باب صلوة المسافر: ۱۲۳/۲، سعید)

"والمعتبر في السیر البر والجبل أن یکون بالإبل ومشي الأقدام، والمراد بالإبل سیر القافلة دون البرید، وأما السیر في البحر فیعتبر ما یلیق بحاله، وهو أن یکون مسافة ثلاثة أیام إذا کانت الریاح معتدلة، وإن کانت تلك المسافة بحیث في البر في یوم کما في الجبل، یعتبر کونها من طریق الجبل بالسیر الوسط ثلاثة أیام وإن کانت تقطع من طریق السهل بیوم. فالحاصل أن تعتبر المدة من أي طریق أخذ فیه اهـ". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲۲۹/۲، رشیدیه)

(وکذا في فتح القدیر: ۳/۲، باب صلاة المسافر، مصر)

یوم کی مسافت کی نیت سے وہاں سے نہیں چلیں گے اس وقت تک اتمام کریں گے، قصر نہیں کریں گے(۱)، البتہ اگر کسی جگہ ان کو جانا ہو جو کم از کم تین یوم کی مسافت پر ہے (یعنی کشتی ہوا معتدل ہونے کے وقت آرام کے ساتھ تین یوم میں وہاں پہونچتی ہے) تو یہ لوگ قصر کریں گے، اگر اتنی مسافت سے کم سفر کریں گے تو یہ شرعی سفر نہیں اس میں قصر نہیں کریں گے:

"وأقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام، كذا في التبيين". عالمگیری، ص: ۱۳۶۔ وفيها بعد أسطر: "والمعتبر في البحر ثلثة أيام في ريح مستوية، غير عالية ولا ساكنة"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۸/ذی الحجہ/۵۳ھ۔

سفر غیر شرعی کے درمیان سے سفر شرعی کی نیت کرنا

سوال[۲۵۸۷]: مسافر بحالت سفر میں ایسی صورت میں جب کہ وہ اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے کی نیت نہیں تھی مگر درمیانی سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کرلی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ آیا جس جگہ پر یا بستی میں ہے وہیں قصر پڑھ لے یا اس گاؤں کے باہر نکلنے کے بعد قصر شروع کرے؟ مثلاً ایک وطن سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی صورت ایسی پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے باہر نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ ہی میں قصر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شاہدرہ میں یہ شخص مسافر نہیں بنے، یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد یعنی شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے

---

(۱) "ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۸، ۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

اور شاہدرہ میں چونکہ مقیم ہے لہٰذا اتمام کرے۔ "ولا يصير مسافراً قبل خروجه ويصير مقيماً بمجرد النية. كذا في محيط السرخسي اهـ". هنديه: ۱/۱۳۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۱۱/ ۶۰ھ۔

وطنِ اصلی کب باطل ہوتا ہے؟

سوال [۳۵۹۹]: زید کا وطن اصلی مدھول ہے، پیشہ تجارت کی بنا پر وہ مدھول چھوڑ کر نظام آباد میں مع اپنے والدین کے آکر مقیم ہوتا ہے، حالانکہ مدھول میں زید کا ایک مکان بھی ہے اور اس کا تعلق بھی مدھول سے ہے۔ اب زید کو نوکری ملنے پر وہ حیدرآباد آتا ہے جب کہ اس کے والدین نظام آباد میں مقیم ہیں، اب اگر زید اپنے والدین سے ملنے نظام آباد جائے اور اپنے آبائی وطن مدھول جائے تو کیا زید مسافر کہلائے گا؟ کیا اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی، وہ پوری نماز پڑھ سکے گا؟ جب کہ نظام آباد اور حیدرآباد کا درمیانی فاصلہ ۵۴/ میل ہے اور مدھول اور نظام آباد کا درمیانی فاصلہ ۳۰/ میل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدھول وطنِ اصلی ہے جب تک اس کی وطنیت کو بالکلیہ ترک کرکے (مکان وغیرہ فروخت کرکے یا کسی کو دیکر) دوسرے کسی مقام کو وطن مستقل نہیں بنالیا جائے گا اس کی وطنیت ختم نہیں ہوگی، وہاں پہونچ کر پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوگا، خواہ دور سے پہونچے یا نزدیک سے۔ ملازمت کی وجہ سے نظام آباد وطن اصلی نہیں ہے تو جب تک مذکورہ بالا طریقہ پر اس کو مستقل وطن نہیں بنالیا جائے گا (۲)، محض والدین کے وہاں موجود ہونے کی بنا

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار على الدر المختار: ۲/۱۲۲، باب صلاة المسافر، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۲۲۸، باب المسافر، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰، باب صلاة المسافر، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(الوطن الأصلي يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما".

(الدر المختار). "(قوله: إذا لم يبق له بالأول أهل) أي وإن بقي له فيه عقار. قال في النهر: ولو نقل –

پر وہاں اتمام (پوری نماز پڑھنے) کا حکم نہیں ہوگا جب تک کم از کم پندرہ روز وہاں قیام کی نیت نہ ہو، پس اگر ۴۸ میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے چل کر نظام آباد پہونچا ہوا اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو وہاں قصر کرنا ہوگا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

وطنِ اصلی دو جگہ

سوال [۲۵۸۹]: ایک شخص اپنے وطنِ اصلی سے بیوی، بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا، لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان وجائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سامان اور جائداد سے اگر چہ تھوڑی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی، چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو

= أهله و متاعه و له دور في البلد، لا يبقى وطناً له، و قيل: تبقى، كذا في المحيط وغيره". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(۱) "(قوله: أو توطنه) ...... فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ و لم يتأهل به، فليس ذلك وطناً له إلا إذا عزم على القرار فيه، و ترك الوطن الذي كان له قبله، شرح المنية". (رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة: ۲/۱۳۱، سعيد)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، على الفرض الرباعي ركعتين) ...... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أي في نصف شهر". (التنوير الأبصار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱ - ۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، ۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

وہ دوسری جگہ وطنِ اصلی بن گئی (۱)، لیکن اگر پہلی جگہ بھی گاہ گاہ موسم آئے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطنِ اصلی ہو جائے گی، کذا فی البحر الرائق: ۲/۱۳۶، پاکستانی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

وطنِ اقامت

سوال [۲۰۰۵]: احقر کچھ عرصہ طویل قیام کے ارادہ پر دہلی مع اہل وعیال مقیم ہے، درمیان میں بعض ضروری کاموں کی وجہ سے وطن وغیرہ کا سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ دہلی میں پندرہ دن سے زائد مسلسل ٹھہرنا پڑتا ہے اور بعض دفعہ کم۔ ایک صاحب نے بتایا کہ آپ دہلی میں مسافر ہیں۔ میں نماز کیسے ادا کروں؟ میری حیثیت دہلی میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ حالت میں جب کہ آپ نے دہلی کو وطنِ اصلی نہیں بنایا، وہاں سے وطنِ اصلی کو ترک کیا تو

---

(۱) "أن يتوطن في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً، حتى لو دخله مسافراً لا يتم". (البحر الرائق: ۲/۲۳۱، رشيدية)

"فالوطن الأصلي ينتقض بمثله لا غير، وهو أن يتوطن الإنسان في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها من بلدته، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً له، حتى لو دخل فيه مسافراً لا تصير صلاته أربعاً" (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة: ۱/۲۸۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة: ۲/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۳۴۹، امدادیه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۳۹۴، الفصل الثاني والعشرون في صلوة السفر، غفاريه)

(۲) "وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دور وعقار في القرى البعيدة منها، يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم، فلابد من حفظها أنهما وطنان له، لا يبطل أحدهما بالآخر" (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيدية)

پہونچ کر پوری نماز پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا چاہئے؟" اس کا جواب ظاہر ہے کہ پوری نماز پڑھے، اس کی مسافت پر شرعی سفر نہیں ہوتا۔ ص: ۱۷۴ کے سوال میں مسافت کی تصریح ہے جس پر شرعی سفر کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔ یہ فرق ہوسکتا ہے، مگر کسی جگہ نکاح کر لینے سے وہ جگہ وطن اصلی نہیں ہوجاتی جیسا کہ ص: ۱۷۴ کے ایک سوال میں ہے کہ "زید ساکن آلہ آباد اور ہندہ ساکنہ سہارنپور، دونوں سفر کرتے ہوئے مرادآباد پہونچے، وہاں دونوں کا نکاح ہوگیا تو زید کا مرادآباد وطن نہ ہوگا، وہاں قصر ہی کرے گا، البتہ اگر کسی مقام جو کہ سسرال کا شہر ہے وہاں نکاح ہوا اور یہ طے پاجائے کہ باوجود نکاح کے زوجہ کو شوہر کے مکان پر رخصت کر کے نہیں بھیجا جائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے مکان ہی پر رہے گی اور شوہر کو بھی یہیں رہنا ہوگا جس کو خانہ دامادی کہا جاتا ہے، اس صورت میں شوہر کے حق میں سسرال بھی وطن اصلی کے حکم میں ہے، یہاں آکر بھی اس کو اتمام کرنا ہوگا، اگرچہ مسافت طے کر کے آئے اور چند روز سے کم ٹھہرنا ہو"۔

"الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة أخرى اتخذها دارًا أو توطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها، وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطنًا أصليًا حتى لو دخل مسافرًا لا يتم، قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث أهلًا في بلدة أخرى، فإن الأول لم يبطل ويتم فيهما الخ". البحر الرائق ص: ۱۳۶ (۱)۔

جہاں نکاح کی یہ صورت نہ ہو وہ وطن اصلی کے حکم میں نہیں، مسافر ہونے کے لئے تین منزل کی مسافت تقریباً ۴۸ میل کی نیت سے جائے، وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے خارج ہوجائے، بس اتنا ہی کافی ہے (۲)۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۹، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/ ۱۴۲، رشيديه)

(۲) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوبًا". (تنوير الأبصار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۶، رشيديه)

۲... بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر ایک دو دن کے لئے بطور مہمان کے جاتی ہے پھر واپس چلی آتی ہے، کچھ مدت کے بعد پھر دو چار روز کے لئے جاتی ہے اور چلی آتی ہے کچھ عرصہ تک یہی معمول رہتا ہے، اس صورت میں میکہ اس کا وطن اصلی رہتا ہے وہ وہاں اتمام کرتی ہے اور شوہر کا مکان ابھی وطن اصلی نہیں بنا۔ پھر مستقلاً شوہر کے مکان پر قیام کے لئے آجاتی ہے کہ اصالۃً اب اسے یہاں رہنا ہے، بوقت ضرورت میکہ جانا ہوگا، اس لئے شوہر کا وطن ہی اس کا وطن اصلی کہلاتا ہے، اب وہاں قصر نہیں کرے گی (۱)۔ بہشتی زیور کی مراد یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۲ھ۔

سسرال میں قصر کی جائے یا اتمام؟

سوال [۵۹۹۳]: مرد اپنی سسرال میں نماز قصر پڑھے یا نہیں؟ کیا بیوی کی نماز سفر اور حضر ہر صورت میں شوہر کے مطابق ہے یعنی جہاں شوہر قصر پڑھے بیوی بھی قصر پڑھے اور جہاں شوہر حضر پڑھے بیوی بھی حضر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شہر میں کسی نے شادی کی ہے اور وہاں اس کی زوجہ مستقل طور پر رہتی ہے تو وہاں قصر نہ کرے گا:

"الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه". در مختار۔ قال الشامي: "(قوله: أو تأهله) أي تزوجه، قال في شرح المنية: ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به، فقيل: لا يصير مقيماً، وقيل: يصير مقيماً، وهو الأوجه". رد المحتار، ص: ۶۸۹ (۲)۔

وارومدار اقامت اور توطن پر ہے، اگر شوہر نے اپنا وطن اصلی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن بنالیا ہے مگر زوجہ اسی جگہ کو جس کو شوہر نے چھوڑا ہے وطن اقامت بنائے ہوئے ہے تو زوجہ اتمام کرے گی اور شوہر وہاں

---

(۱) (راجع البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة: ۲/۱۳۱، سعید)

(وبمعناہ في حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، باب صلوۃ المسافر، ص: ۴۲۹، قدیمي)

پہونچ کر اگر نیت اقامت نہ کرے تو قصر کرے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

متاہل ہونے سے وطن اصلی نہیں بنتا

سوال [۴۵۹۶]: ایک شخص نے دیوبند سے تقریباً تین سو میل کا سفر کیا اور جہاں یہ شخص گیا وہاں کا یہ متاہل ہے اور وہاں پر آٹھ نو روز قیام کرنے کا ارادہ ہے، آیا اس شخص کے دوران قیام نماز پوری ادا کرنی ہوگی یا قصر ادا کرے گا؟ اگر یہ مذکور شخص نماز پڑھاوے بھول کر تو کیا حکم ہے؟ اور اگر جان کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مقام اس کا وطن اصلی نہیں ہے تو صورت مذکورہ میں وہ قصر کرے گا اتمام نہیں کرے گا، اس کی امامت جائز ہے مگر قصر کرے، اتمام کرنے سے مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی (۲)، جان کر اتمام کرنے سے گناہگار بھی ہوگا، بھول کر اتمام کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "وتعتبر نية الإقامة والسفر من الأصل دون التبع، كالمرأة والعبد والجندي ..... أي المرأة تبع للزوج ..... الخ" (تبيين الحقائق، باب صلوة المسافر: ۱/۵۰۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ولو نوى الإقامة لا لتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين لم يصر مقيماً". قوله: "لم يصر مقيماً، فلو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بمتنفل" (رد المحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"حتى لو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت صلاتهم؛ لأن هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح الخ". (منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۰۰، امجد اکیڈمی لاہور)

(۳) "فلو أتم مسافر إن قعد في القعدة الأولى تم فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتأخير السلام وترك

داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

سوال [۳۵۱۷]: مسافر سسرال میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کر دی تھی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہے گی رخصت ہو کر سسرال نہیں جائے گی تو وہاں یہ سوچ کر قصر نہیں کرے گا، وہ اس کے لئے وطن ہو گیا (۱)۔ اگر یہ شرط نہیں ہے تو وہاں قصر کرے گا، ہاں یہ کہ بعد اقامت کرے یعنی کہ اگر پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۵/۸۹ھ۔

= واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر "الصلاة" "بالتي" واستحق النار". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

"(فلو أتم وقعد في الثانية صح)، (وإلا) أي وإن لم يقعد على رأس الركعتين، لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريان له نافلة كالفجر، وصار آثما لتأخير السلام". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيدية)

(وكذا في الهداية، كتاب المسافر: ۱/۱۶۶)

(۱) "الوطن الأصلي: هو وطن الإنسان في بلدة أو بلدة أخرى اتخذها دارا، أو توطن بها مع أهله وولده، وليس من قصده الارتحال عنها بل التعيش بها، وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطنا أصليا، حتى لو دخل مسافرا لا يتم، قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم، ولكنه استحدث أهلا في بلدة أخرى، فإن الأول لم يبطل ويتم فيهما". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام، صلى الفرض الرباعي ركعتين ... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي نصف شهر ... فيقصر إن نوى أقل منه، أي نصف شهر". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۳-۵۰۵، دار الكتب العلمية بيروت)

عورت میکے میں اتمام کرے گی یا قصر؟

سوال[۳۵۱۸]: اگر عورت کا میکہ مسافتِ سفر پر واقع ہو تو عورت اپنے میکے میں اتمام کرے گی یا قصر جب کہ بہشتی زیور(۱) میں اتمام کا فتویٰ ہے تو کون سا فتویٰ معتبر ہے؟ پھر دونوں فتووں میں تعارض کیسے پیدا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی کے بعد شوہر کے مکان پر ایک روز کے لئے آنا ہوتا ہے، یہ آنا عارضی ہے، جب میکہ جائے گی اتمام کرے گی، پھر جب شوہر کے مکان پر مستقل قیام کے لئے آنا ہوگا ایسی حالت میں میکہ عارضی طور پر چندہ روز سے کم کے لئے جانا ہو تو قصر کرے گی، اس طرح تعارض رفع ہو جائے گا کیونکہ ہر دو کا محمل الگ الگ ہے(۲) رفع تعارض کے لئے تطبیق کا طریقہ بھی اور ترجیح کا طریقہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حالتِ سفر میں حیض اور بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال[۳۵۱۹]: بہشتی زیور کے مندرجہ ذیل مسائل میں شک ہو رہا ہے اس کی صحیح صورت

---

(۱) "مسئلہ: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے، تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور چندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے۔ اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کیلئے دل میں نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا"۔ (بہشتی زیور، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، حصہ دوم، ص: ۵۱، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) "(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل، بل يتم فيهما (لا غير)". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة . . . وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى و ينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً حتى لو دخل مسافراً لا يتم". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيدية)

واضح فرمائیں۔

مسئلہ: "تین منزل کی نیت سے ایک عورت چلی، لیکن پہلی منزل حیض کی حالت میں گزری تب بھی مسافر نہیں ہے، اب طاہر ہو کر پوری چار رکعت پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی دو جگہ اگر تین منزل پر پہنچے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافر کی طرح پڑھے۔"

"طہرت الحائض، وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح" شرح التنویر ۱/۸۴۳(۱) بہشتی زیور مکمل ومدلل ۲/۴۲ (۲)۔

بعض لوگ عبارت بالا سے درج ذیل تین صورتیں سمجھ رہے ہیں:

۱- حیض کی حالت میں شرعی حد کی مسافت سے نکلی، جہاں جا کر حیض منقطع ہوا تھا اگر وہاں ٹھہر جائے یا اس سے آگے تین منزل سے کم اور جانا ہو تو دونوں صورت میں مسافر نہیں پوری نماز پڑھے خواہ کلکتہ سے دہلی جا کر یہ بات ہو یا بمبئی جا کر وغیرہ وغیرہ۔

۲- مذکورہ عورت کو دم حیض منقطع ہونے کے بعد اگر آگے تین یا اس سے زائد منزلیں جانا ہو تو وہ مسافر ہے مسافروں کی سی نماز پڑھے(۳)۔

۳- اگر گھر سے پاک نکلی تھی اور راستے میں حیض آ گیا تو بھی مسافر ہے اور مسافروں کی طرح نماز پڑھے دم منقطع ہونے کے بعد۔ کیا یہ صحیح ہے، اگر نہیں تو عبارت بالا کا صحیح مطلب کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! یہ تینوں صورتیں اس مسئلہ میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب صلاۃ المسافر (فروع)، ۲/۱۳۵، سعید)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، باب سفر میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۸۵، دار الاشاعت، کراچی)

(۳) "طہرت الحائض وبقی لمقصدها یومان تتم فی الصحیح کصبی بلغ" (الدر المختار). "(قوله: تتم فی الصحیح) کذا فی الظهیریة، قال: وکأنه لسقوط الصلاة عنها فیما مضی لم تعتبر حکم السفر فیه، فلما تأهلت اعتبر من وقته" (رد المحتار، باب صلاة المسافر (فروع): ۲/۱۳۵، سعید)

سفر میں بے وضو پڑھی گئی واجب الاعادۃ نماز میں قصر کا حکم

سوال[۳۲۰۰]: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی اپنے وقت کے اندر نماز پڑھی پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کر دیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر وعصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کونسی نماز قصر پڑھے اور کونسی نماز پوری پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے کیونکہ اب وقت سفر ختم کر چکا تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سفر شرعی ہو (مسافت قصر سفر نہ ہو)۔ فقط۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

سفر میں قصر واتمام کی صورتیں

سوال[۳۲۰۱]: ایک شخص اپنی ملازمت کے فرائض کی تکمیل میں اپنے ہیڈکوارٹر مثلاً سہارنپور میں تعینات ہے اور ہیڈکوارٹر کے باہر اکثر دورہ پر رہتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دورہ کے خیال سے باہر گیا اور زیادہ عرصہ میں کام پڑ جانے پر واپس آیا، اس مقام سے کسی دوسرے مقام کو جانا پڑ گیا، یا امید کے خلاف کم عرصہ میں ہیڈکوارٹر کو واپس آیا۔ کام کو زیادہ تر باہر ہی رہنے کا ہے اور روانگی و واپسی و باہر کے قیام اور اس کے وقفے کا کوئی یقین نہیں ہے، شاید سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ کے لئے یک وقت برابر ہیڈکوارٹر پر رہنے کا موقع ملتا ہو۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، قبيل باب الجمعة: ۱/۳۳۴، دار المعرفة بيروت)

(۱) "(والقضاء يحكي الأداء سفراً و حضراً)". (الدر المختار) "(قوله: سفراً و حضراً): أي فلو فاتته صلاة السفر و قضاها في الحضر، يقضيها مقصورةً كما لو أداها، و كذا فائتة الحضر تقضى في السفر تامةً ا هـ". (رد المحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي: ۲/۱۳۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۱۳۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

اندریں حالات نماز کے متعلق رجوع ہے کہ نماز قصر کن صورتوں میں کی جائے اور قصر سنن پر بھی اثر انداز ہوگا یا نہیں؟ جواب مفصل وشافی عطا فرمایا جائے۔

معرفت: حافظ خالد لکھنوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت (یعنی جہاں پندرہ یوم کے قیام کا قصد ہو) سے جب سفر شروع ہو تو دیکھنا چاہئے کہ کتنی دور چلنے کا عزم وارادہ ہے، اگر کم از کم تین منزل چلنے کا قصد ہے خواہ درمیان میں ٹھہرتے ہوئے (بشرطیکہ پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا قصد ہو) تو قصر کرنا یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا ضروری ہے(۱) اگر تین منزل چلنے کا قصد نہیں بلکہ کم کا ہے تو قصر جائز نہیں، اسی طرح اگر تین منزل چلنے کا قصد ہے لیکن درمیان میں کسی ایسی جگہ کم از کم پندرہ یوم ٹھہرنے کا قصد ہے جو تین منزل سے کم ہے تب بھی اس سفر میں قصر جائز نہیں اور اس جگہ سے چلنے کے بعد قصر کے لئے دوسری مسافت معتبر ہوگی(۲)۔

اگر ابتدائے سفر میں تین منزل کا ارادہ ہے لیکن تین منزل پوری ہونے سے پہلے اتفاقاً واپسی کا ارادہ ہوگیا تو واپسی کے ارادہ سے پہلے قصر کرنا چاہئے واپسی کے بعد قصر نہیں بلکہ اتمام ہے(۳)، اگر ابتدائے سفر میں تین منزل سے کم کا قصد تھا لیکن کسی مقام پر پہونچ کر اتفاقاً تین منزل یا اس سے زائد کا قصد ہوگیا تو اس قصد سے

---

(۱) (راجع، ص: ۵۰۵، رقم الحاشیة: ۳)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً ولو كافراً، ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر (أو ينوي) ولو في الصلاة (إقامة نصف شهر) ... ثم دخل بحاجة الشام وعلم أنه لا يخرج إلا مع القافلة في نصف شوال أتم؛ لأنه كناوي الإقامة (بموضع) واحد" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيدية)

(۳) "وقالوا: إنما يشترط دخول المصر للإتمام إذا سار ثلاثة أيام فصاعداً، وأما إذا لم يسر ثلاثة أيام فيتم بمجرد الرجوع إلى وطنه وإن لم يدخله؛ لأنه نقض السفر قبل الاستحكام، إذ هو يحتمل النقض" (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۲، سعيد)

ہوتا چودہ دن آباد میں رہتا ہے اور تین چار دن کے لئے بارہ بنکی چلا جاتا ہے، غرضیکہ قیام کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ دن رہوں گا، کبھی آٹھ دن میں چلا جاتا ہوں، اس وقت مجھے نماز قصر پڑھنی چاہئے یا پوری؟

۲… کبھی پندرہ دن کی نیت ہوتی ہے لیکن آس پاس کے دیہاتوں میں گزرتا ہے دن اور رات الہ آباد میں گزرتی ہے، یا نہیں؟ نیز جو نماز دیہاتوں میں پڑھی اس میں قصر ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… بارہ بنکی میں آپ جب داخل ہوں گے، پوری نماز پڑھیں گے خواہ وہاں ایک ہی نماز کے بقدر قیام ہو، الہ آباد میں اگر پندرہ روز مسلسل قیام کی نیت ہو تو وہاں بھی پوری نماز پڑھیں گے اگرچہ پندرہ روز کی نیت کی صورت میں پہلے ہی کوئی نوبت آجائے (۱)، اگر پندرہ روز سے کم قیام کی نیت ہو تو وہاں نماز قصر کریں گے (۲)۔

۲… اگر الہ آباد میں پندرہ روز قیام کی نیت ہے مگر درمیان میں آس پاس دیہات میں جانے کی ضرورت پیش آتی ہے جو کہ سفر شرعی سے کم مسافت پر واقع ہیں تب بھی پوری نماز پڑھی جائے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(حتی یدخل مصره أو ینوی الإقامة نصف شهر فی بلد أو قریة) متعلق بقوله: (قصر) أی قصر إلی غاية دخول المصر أو نية الإقامة فی موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، أطلق فی دخول مصره، فشمل ما إذا نوى الإقامة به أو لا". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيدية)

(وكذا فی رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعيد)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(فيقصر إن نوى) الإقامة (فی أقل منه) أی فی نصف شهر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۲، رشيدية)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "(قوله: لو نوى مبيته بأحدهما) فإن دخل أولاً الموضع الذی نوى المقام فيه نهاراً لا يصير مقيماً" =

مسافر کو اتمام

سوال[۳۲۰۳]: اگر مسافر سہواً چار رکعت پڑھ جاوے پھر بعد میں یاد آوے تو یہ نماز ہو جاوے گی یا لوٹا کر پھر پڑھے گا؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سہواً سفرِ شرعی کی حالت میں اتمام کیا اور قعدۂ اولیٰ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن تاخیرِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔

"فلو أتم الرباعية وصحّ لأنه قعد القعود الأول قدر التشهد صحت صلاته مع الكراهة لتأخير الواجب وهو السلام عن محله إن كان عامداً، فإن كان ساهياً يسجد للسهو". مراقي الفلاح مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= وإن دخل أولاً ما نوى المبيت فيه، يصير مقيماً، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافراً، لأن موضع إقامته لم يرتحل عنه حيث بقي له فيه حلة. (قوله: إن كان أحدهما تبعاً للآخر) كالقرية التي قربت من المصر بحيث يسمع النداء وفي البحر: لو كان الموضعان من مصر واحد أو قرية واحدة، فإنها صحيحة؛ لأنهما متحدان حكماً، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافراً لم يقصر". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۴، قديمي)

(۱) (مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۵، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

کے بعد مقتدی مقیم اپنی دورکعت پوری کرے مگر ان دورکعت میں نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑا ہو کر سجدہ کر کے نماز پوری کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

امام مسافر کا اتمام کرنا

سوال[۲۶۰۵]: چه می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئله که شخصے بحالت سفر نمازِ خود را بجائے دو رکعت چار رکعت ادا نمود عمداً یا سہواً، منفرد باشد، یا امام، و در ہر دو صورت مسئله مذکور بحکمِ شرع چه حکم دارد: آیا نمازش بحالتِ انفراد خود را ادا نمود؟ دریں صورت مع احتمالات و ہر چه حکم دارد، مفصل و مشرح با دلائل واضحه تحریر فرموده ممنون فرمائیه۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی خلیل الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافرِ شرعی کے لئے تمام جائز نہیں بلکہ صلوٰۃ رباعی کو دو پڑھنا ضروری ہے "صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوباً". در مختار: ۱/۷۰۰(۲)۔ اگر مسافر نے اتمام کیا ہے اور قعدۂ اولیٰ بھی کیا ہے تو اس کے فرض ادا ہو گئے لیکن یہ مکروہ ہے اور سجدۂ سہو واجب ہے، اگر عمداً ایسا کیا ہے تو گنہگار ہوگا اور

---

(۱) "وصح اقتداء المقیم بالمسافر في الوقت: فإذا قام (أي بعد سلام الإمام) إلى الإتمام، لا يقرأ"

(الدر المختار مع تنوير الأبصار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۹، سعيد)

"وإذا صلى المسافر بالمقيمين ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم؛ لأن المقتدي التزم الموافقة في الركعتين، فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أنه لا يقرأ في الأصح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيدية)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

اعادہ واجب ہوگا۔ "فلو أتم مسافر إن قعد في القعدة الأولى تم فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتأخير السلام"۔ در مختار: ۱/۵۲۶، نعمانیہ(۱)۔

دو رکعت ایسی صورت میں فرض ہوگی اور دو نفل، مگر امام نے حالت امامت میں اتمام کیا ہے اور مقیم مقتدیوں نے اخیر کی دو رکعت میں بھی امام کا اقتدا کیا ہے تو مقتدیوں کی نماز فرض ادا نہیں ہوئی۔ "فسد لأنه لم تستقيم صلوتهم معه ... لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أي في حق القعدة متابعته"۔ شامی: ۱/۵۳۶(۲)۔

مگر مقتدیوں نے اخیر کی دو رکعت میں امام کا اقتدا نہیں کیا تو مقتدیوں کی نماز درست ہوگی۔ "أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد، أفاده الخير الرملي"(۳)۔

اگر مسافر نے قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوئے بلکہ تمام نماز نفل ہوگی۔ "وإلا (بأن لم يقعد في القعدة الأولى) بطل فرضه وصار الكل نفلاً"(۴)۔

اگر مسبوق کو اپنا مسبوق ہونا یاد نہیں تھا بلکہ دوسرے کے اشارہ سے کھڑا ہوا ہے کچھ توقف نہیں کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اگر اشارہ کے بعد خود یاد آگیا اور کچھ توقف کرکے کھڑا ہوگیا تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔

"والصحيح فسادها بقصد التكلم حتى لو امتثل أمر غيره فقيل له: تقدم، فتقدم ... فسدت، بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه"۔ در مختار: ۱/۶۸۱(۵)۔ قال الطحطاوی:

---

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعید

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعید

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشیدیہ)

(۳) الدر المختار، المصدر السابق

(۴) الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعید

(۵) الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۲۲، سعید

"(قوله: فقيل له: تقدم فتقدم) الفساد فيه ظاهر" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفی عنہ، ۵/۱/۲/۱۵ھ۔

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، عبداللطیف ۱۰/۱/۵۲ھ۔

امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۳۶۰۶]: حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مولانا آزاد آئے ہوئے تھے انہوں نے غلطی سے پوری نماز ظہر پڑھ دی، حالانکہ وہ قصر کر رہے تھے تو اب نماز ہوگی یا نہیں؟ بعد میں انہوں نے اعلان بھی کر دیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو رکعت پر قعدہ کرکے بھول کر کھڑے ہوگئے اور چار رکعت پوری کرلی تو فرض ادا ہوگیا، امام کا بھی اور مسافر مقتدیوں کا بھی (۲)، لیکن وقت کے اندر اعادہ لازم ہے اور وقت گزر نے جانے کے بعد اعادہ لازم نہیں (۳)۔ اور جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو بہر صورت اعادہ لازم ہے وقت باقی ہو یا ختم

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۲۶۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) "(فلو أتم مسافر، إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه، و) لكنه (أساء) لو عامداً، لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض". (الدر المختار).

"(قوله: لتأخير السلام) ..... إذا صلى خامسة بعد القعود الأخير، يضم إليها سادسة ويسجد للسهو، لتركه السلام ..... ومسألتنا نظير الأولى لا الثانية، أفاده الرحمتي". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "والوجوب مقيد بما إذا كان الوقت صالحاً حتى ان من عليه السهو في صلاة الصبح إذا لم يسجد حتى طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۷۹، سعيد)

ہوگیا ہو(۱)۔ اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوا، نہ امام کا نہ مقتدیوں کا، دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

ایضاً

سوال[۲۱۰۷]: اگر کوئی مسافر جس پر قصر واجب تھا امام ہوا اور پوری چار رکعت مقیم مقتدیوں کو پڑھادے تو مقیم مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ در مختار میں لکھا ہے کہ نہیں ہوگی اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مسافر پر دو ہی رکعت واجب تھی، اس نے جو چار رکعت پڑھی ہیں اس کی دو رکعت فرض ہوگئی اور باقی دو رکعت نفل ہوگی، مقتدیوں کی چونکہ چاروں رکعتیں فرض ہیں، باقی دو رکعتیں ان کی نفل پڑھانے والے کے پیچھے ادا ہوئی، درمختار کی رو سے نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔
اگر وہی مسافر امام بن کر دو رکعت نماز کا اعادہ کرے اور مقیم مقتدی اس کی اقتدا کریں تو بھی مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، کیونکہ پہلی نماز میں مسافر امام کے فرض ادا ہو چکے ہیں اور اب اس کے ذمہ فرض نہیں، اور مقتدیوں کے ابھی فرض ادا نہیں ہوئے، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔

اب آپ فرمائیں کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مجھے اس میں جہاں مغالطہ ہوا ہے کتب کی وضاحت کریں، کیونکہ میں آپ کے سامنے ایک مبتدی کی حیثیت رکھتا ہوں اور مسئلہ ہذا میں صحیح کا متحمل ہوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ تو صاف ہے، وجہ مغالطہ کی شرح کریں تو معلوم ہو۔ مسافر امام نے جب دو رکعت پر قعدہ کیا اور

---

(۱) "(قوله لم يصر مقيماً) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أي إذا قصدوا متابعته". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۸/۲، رشيدية)

(۲) "(وإن لم يقعد بطل فرضه) وصار الكل نفلاً" (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۱۲۹/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۱۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

چار پوری کی دو فرض ہوئیں اور دو نفل، جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز آخری دو رکعتوں میں صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ اقتداء المفترض خلف المتنفل ناجائز ہے۔اب امام نے جب اسی نماز کو دوبارہ پڑھا اور دو ہی پر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز میں خلط النفل بالفرض کی وجہ سے جو ساءت ہوتی تھی اس کی مکافات ہوگئی، یہ نماز اس کے حق میں پہلی نماز کے لئے ہوئی اور فریضہ پہلی ہی نماز میں پورا ہو چکا تھا۔ مقتدیوں کا فریضہ پہلی نماز میں فاسد ہوگیا تھا اس لئے ان کی دوسری نماز فرض ہوئی جو کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل کی وجہ سے پھر فاسد ہوگئی:

"(فلو أتم مسافر إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه و) لكنه (أساء) لو عامداً لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة الافتتاح النفل، و خلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل، كما حرره القهستاني بعد أن فسر "أساء" بأثم واستحق النار. وما زاد نفل كمصلي الفجر أربعاً اهـ". درمختار(۱)۔ "والمختار أن الإعادة لترك واجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولى؛ لأن الفرض لا يتكرر، اهـ". طحطاوی، ص: ۱۲۴ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

نمازِ قصر

سوال [۲۰۶۸]: قصر نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً ظہر کی نماز قصر پڑھنا ہے تو نیت کس طرح کرنا چاہیے؟

محمد المجید، سبتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بس نمازِ ظہر کی نیت کرکے دو رکعت ادا کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعید)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيدية)

(۲) (الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعيد)

(۳) "(ولا بد من التعيين عند النية (لفرض) أنه ظهر أو عصر قرنه باليوم أو الوقت أو لا، هو الأصح". –

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں سنتوں کی تاکید آئی ہے اور بلا عذر ترک السنۃ کے لئے شفاعت سے محرومی کی وعید ہے جہاں تک ہو سکے سنتوں کی پابندی کریں (۱) مسافر اگر تشویش اور انتشار کی حالت میں نماز پڑھتا ہے جیسے پلیٹ فارم پر گاڑی کا وقت قریب ہے، مسافروں کا ہجوم ہے، یا کسی جگہ چلتے چلتے بس ٹھہری اور بہت جلد روانہ ہونے والی ہے تو ایسی حالت میں وہ فرائض پر اکتفا کرے کہ شریعت نے اس کو سہولت کی خاطر چار رکعت فرض کی جگہ دو ہی کو فرض قرار دیا تو سنتیں نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہ ہوگی، اور جب سکون کی حالت میں ہو مثلاً کسی شہر میں آٹھ دس روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے اور ہر طرح اطمینان ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، مسافر کے لئے سنن کا تاکد نہیں ہے، کوئی مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے یا بیٹھ کر پڑھتا ہے مزید دیر نہیں بیٹھ سکتا، اس کے حق میں بھی سنتوں کا تاکد نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۹ھ۔

سفر میں سنتوں کا قصر

سوال [۳۰۰۱]: سفر کی حالت میں جب کہ فرض نماز کا قصر کیا جاتا ہے، سنتوں کا قصر کیا جائے، یا وہ پوری پڑھی جائیں، یا بوجہ سفر قصر فرائض نماز کی حالت میں وہ معاف ہیں، یا ان کا نہ پڑھنا نقص نماز کو

---

(۱) "عن أم حبيبة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى في يوم ثنتي عشرة ركعة تطوعاً، بني له بهن بيت في الجنة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، أبواب التطوع وركعات السنة: ۱/۱۸۵، امدادیہ ملتان)

"(و) السنن (آكدها سنة الفجر) اتفاقاً، (ثم الأربع قبل الظهر) في الأصح، لحديث: "من تركها لم تنله شفاعتي"، (ثم الكل سواء)". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

(۲) "(ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمن وقرار، وإلا) بأن كان في خوف وفرار (لا) يأتي بها، هو المختار؛ لأنه ترك لعذر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

موجب ہوگا؟ کیونکہ اگر سنتیں بدستور رہیں تو سفر کی حالت میں صرف فرائض کا قصر کرنا اللہ میاں کی طرف سے پوری اعانت نہ ہوئی۔

ظفر احمد سائل۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مسافر بر سر سفر ہے اور کسی جگہ نماز کے لئے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں، تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو چار روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں، یہی قول راجح ہے، ورنہ اقوال اور بھی ہیں:

"ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار، وإلا بأن كان في خوف وفرار لا يأتي بها، هو المختار". در مختار. قال الشامي: "قوله: (هو المختار) وقيل: الأفضل الترك ترخيصاً، وقيل: الفعل تقرباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول، والترك حال السير. وقيل: يصلي سنة الفجر خاصةً، وقيل: سنة المغرب أيضاً. بحر. قال في شرح المنية: والأعدل ما قاله الهندواني اهـ. قلت: والظاهر أن ما في المتن هو هذا، وأن المراد بالأمن والقرار النزول، وبالخوف والفرار السير، لكن قدمنا في فصل القراءة أنه عبر عن الفرار بالعجلة؛ لأنها في السفر يكون غالباً من الخوف، تأمل". شامي: ١/٨٢٨(١).

دراصل مغرب کے علاوہ ہر نماز دو دو ہی رکعت تھی، بعد ہجرت صلوٰۃ حضر میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے اور صلوٰۃ سفر اپنی اصلی حالت پر برقرار رہی، كما في حديث عائشة رضي الله تعالى عنها في الصحيحين: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، فأقرت صلوة السفر، وزيدت في صلوة الحضر". وفي لفظ للبخاري: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، ثم هاجر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ففرضت أربعاً وتركت صلوة السفر على الأول". رد المحتار: ١/٥٢٧، سعايه(٢).

---

(١) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ٢/١٣١، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ١/١٣٩، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ٢/٢٣٤، رشيدية)

(٢) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ٢/١٢٣، سعيد)

اور سنت جب پڑھی جائیں گی تو پوری پڑھی جائیں گی ان کا قصر نہ ہوگا، جیسا کہ فجر، مغرب، وتر کا قصر نہ ہوگا۔ قال الشامي تحت قول الدر: "(صلى الفرض الرباعي ركعتين) احترز بالفرض عن السنن والوتر، وبالرباعي عن الفجر والمغرب" (۱)۔

جو بات جس طرح شریعت میں مقرر و وارد ہوئی ہو اس کو اسی طرح مان لینا چاہئے، اپنی رائے اور قیاس کو اس میں دخل دینا شانِ عبدیت کے منافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

سفر میں سنتیں

سوال [۳۱۱۳]: کیا سفر میں سنتیں معاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر گاڑی کی آمد و روانگی کے وقت جلدی کی حالت ہو کہ سوار ہونا یا اترنا دشوار ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے وقت نماز پڑھ لی جائے تو سنتوں کا تاکد نہیں رہتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسافر کے لئے جمعہ، تراویح اور قصر

سوال [۳۱۱۴]: میں روز ڈیوٹی کرتا ہوں، کیرانہ گھر ہے، روزانہ کیرانہ سے دہلی جاتا ہوں اور دہلی سے روڑکی جاتا ہوں، کیا میں اس صورت میں روزانہ نماز قصر پڑھوں گا یا نہیں؟ اگر کی نماز گھر سے چلتے ہی شروع

= (والحديث أخرجه الإمام مسلم في صحيحه في كتاب صلاة المسافرين وقصرها: ۱/۲۴۱، قديمي)

"وعن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها قالت: فرض الله الصلاة حين فرضها ركعتين ركعتين في الحضر والسفر، فأقرت صلاة السفر، وزيد في صلاة الحضر" (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة في الإسراء: ۱/۵۱، قديمي)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۲، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيدية)

(۲) (راجع، ص: ۵۱۶، رقم الحاشية: ۱)

ہوجاتی ہے یا ۴۸/ میل کا سفر کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے؟ سفر میں کسی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور دو رکعت نماز پڑھیں، یا چار رکعت پڑھنا چاہئے؟ براہِ مہربانی تفصیل سے تحریر فرمادیں۔ اور سفر میں تراویح کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں جب کہ زیادہ تر تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے؟ میں خود پڑھتا ہوں، چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں، جب گھر پہنچ جاتا ہوں تو جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح قرآن پاک ترتیب سے نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس طرح جمعہ کی نماز کے بارے میں بتلائیں کہ سفر میں جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ ویسے میں زیادہ تر جمعہ ادا کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائیں گے تو مسافر ہوجائیں گے، اس وقت سے نماز قصر پڑھیں گے کہ راستہ میں بھی اور دہلی اور سورت میں بھی تنہا پڑھیں یا جماعت سے قصر ہی پڑھیں گے (۱)، اگر امام مقیم ہو تو پوری پڑھیں گے (۲)۔ تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں، تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں (۳)۔ اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، صلى الفرض الرباعي ركعتين" (رد المحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

"من جاوز بيوت مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة أيام ... قصر الفرض الرباعي" اهـ

(البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۵-۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافراً: ۱/۲۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت ويتم" (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"وعلى من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضاً" (المبسوط للعلامة شمس الدين السرخسي: ۱/۲۴۳، حبيبة)

(وكذا في البحر الرائق: ۲/۲۴۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۲، شركة علمية، ملتان)

(۳) "ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار" (الدر المختار) "وقال الهندواني: الفعل

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں فتووں کے درمیان تعارض ہے اس کے دفع کی صورت یہ ہے کہ سوال ۵۸۴ میں سفر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ابتداءً مقصود ہے اور دوسرے گاؤں پہونچ کر تیسرے گاؤں کا ارادہ ہوا، اسی طرح پھر چوتھے گاؤں کا ارادہ ہوا، غرض تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو شرعی سفر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اس لئے قصر کا حکم نہیں ہوگا۔ سوال نمبر ۳۰۲ میں ابتداءً پوری مسافت کا قصد ہے اگرچہ یہ ہم نہیں بلکہ اس پوری مسافت کو ۲۰/۲۵ روز میں طے کرتا ہے اور مسافت سفر شرعی کی مسافت ہے اس لئے اس میں قصر کرنا ہوگا (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریلوے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم

سوال [۵۲۱۰]: مسمیٰ زید ایک ریلوے ملازم ہے اور بعض وقت صبح ساٹھ میل کی مسافت طے کرتا ہے اور شام کو بھی اتنی ہی یعنی صبح اپنی جائے اقامت سے بذریعہ ریل گاڑی بوجہ ملازمت جائے اقامت سے ساٹھ میل مسافت طے کرتا ہے اور اتنی ہی مسافت شام کو طے کرکے اپنی جائے اقامت پر آجاتا ہے اور زید رہتے

= (سوال) اگر یونہی گشت کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرتا ہوا ہو تو جب تک تین منزل سے کم ہے اور پاس کرتے ہوئے کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اسی طرح تو سفر بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا یا نہ معلوم ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس طرح پر گشت میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے اور معلوم نہیں ہے اگرچہ پھرتے پھرتے زیادہ ہو جاوے تو قصر کا حکم نہیں ہے، نماز پوری پڑھنی چاہئے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی مبوب مکمل: ۱/۲۴۲، دارالاشاعت)

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

میں قصر نماز پڑھتا ہے مگر بوجہ نیتِ اقامت پر بعض وطنِ اقامت میں پوری نماز پڑھتا ہے۔

کیا زید کو جبکہ اقامت یعنی وطنِ اقامت میں قصر پڑھنی چاہئے یا کہ پوری؟ جب کہ زید بوجہ مجبوری ملازمت دو تین دن سے زیادہ وطنِ اقامت میں مقیم نہیں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ صرف بارہ گھنٹے ہی مقیم وطنِ اقامت میں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ کبھی بیٹے، رخصت لینے یا بیمار ہونے کی وجہ سے پندرہ دن یا زیادہ وطن جائے اقامت پر رہ جاتا ہے مگر رخصت ختم ہونے یا بیماری سے شفا ہونے پر حسبِ معمول پھر ملازمت پر جاتا ہے۔

پس صورتِ ہٰذا میں زید کیوں کر نماز پڑھا کرے اور اگر زید وطنِ اقامت پر بھی قصر پڑھا کرے تو سابقہ نمازوں کے لئے کیا حکم ہے جو کہ زید وطنِ اقامت میں پوری پڑھتا رہا؟ یا ان کو قصر کر کے قضا کرے یا رہنے دے؟ فقط۔

احقر غوث محمد از کالکا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک زید وطنِ اقامت میں کم از کم پندرہ یوم اقامت کی نیت نہ کرے صورتِ مسئولہ میں قصر نماز پڑھتا رہے، زید چونکہ ملازم ہے اس لئے اس کی نیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ اس کو پندرہ روز ٹھہرنے کا اختیار بھی ہو ورنہ اس کے افسر کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اب تک ایسی حالت میں جس قدر نمازیں اتمام کے ساتھ پڑھی ہیں اگر ان میں قعدۂ اولیٰ کیا ہے تب تو وہ نمازیں کراہت کے ساتھ درست ہو گئیں، اگر قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تو ان کا اعادہ ضروری ہے۔

"فیصلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامه أو ینوی إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فیقصر إن نوی أقل منه، فلو أتم مسافر إن قعد فی القعدة

---

(۱) "(والمعتبر نیة الإقامة من الأصل دون التبع) لأن الأصل هو المتمکن من الإقامة والسفر دون التبع. قال رحمه الله: (کالمرأة والعبد والجندی)، هذا تفسیر للتبع: أی المرأة تبع للزوج، والعبد تبع للمولی، والجندی تبع للأمیر" (تبیین الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۲۲/۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۳/۲، رشیدیه)

(الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۸/۲، سعید)

الأولی، ہو فرضہ وإساءۃ وما زاد نفل، وإن لم یقعد بطل فرضہ". درمختار مختصر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۷/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا؟

سوال [۳۱۰۹]: جہاز کے اسٹیشن وریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ گھر سے نیت ۵۰/ میل سے زیادہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسٹیشن پر آبادی متصل ہے تو ابھی وہ مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے، وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تب قصر کرنا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۹ھ۔

مقیم ومسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء

سوال [۳۱۱۷]: ۱...مسافر امام کے پیچھے مقیم مصلی کس طرح سے نیت کرے؟ جس مقیم کو ایک

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲/۱۲۸، ۱۲۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹-۲۳۳، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صلاۃ المسافر: ۱/۵۰۹، ۵۱۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "من خرج من عمارۃ موضع إقامتہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ أیام ولیالیھا) من أقصر أیام السنۃ ... (بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادۃ) حتی لو أسرع فوصل فی یومین قصر (صلی الفرض الرباعی رکعتین) وجوباً". (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر: ۲/۱۲۳، ۱۲۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۴، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صلاۃ المسافر: ۱/۵۰۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رکعت امام کے ساتھ ملی ہے وہ اپنی باقی تین یا دو رکعت کس طرح سے پوری کرے اور اس کا طریقہ ادا کیا ہے؟

۲… مسافر مقتدی نے مسافر امام کے پیچھے نیت یہ خیال کر کے کہ امام مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے چار رکعت کی نیت کرلی، پھر اس مسافر (چار رکعت کی نیت کرنے والے) نے مسافر امام کے ساتھ دو رکعت پر سلام پھیر دیا، اس کی یہ نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… اس طرح نیت کرے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں، اگر چار رکعت والی نماز ہو اور امام کے پیچھے اس کو ایک رکعت ملی ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء فاتحہ سورت پڑھ کر رکوع سجدہ کے بعد قعدہ کر کے تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے، فاتحہ سورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔ اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورت پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ اگر تین رکعت والی نماز ہے تو سلام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے قعدہ کرے تشہد کے بعد کھڑا ہو کر، فاتحہ سورت، رکوع، سجدہ وقعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ فقہاء کی بعض عبارات سے اس ترتیب کے خلاف بھی نکلتا ہے۔ اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو اس پر بھی اعتراض نہ کرے (۱)۔

۲… اس کی نماز درست ہوگی، کوئی فکر نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "وإن صلی المسافر بالمقیمین رکعتین سلم، و أتم المقیمون صلاتهم، کذا في الهدایة. وصاروا منفردین کالمسبوق، إلا أنهم لا یقرأون في الأصح، هکذا في التبیین". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۴۲/۱، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعید)

(۲) "(ولو) نوی (عدد رکعاته) لحصولها ضمناً فلا یضر الخطأ في عددها (وینوي) المقتدي (المتابعة) لم یقل أیضاً؛ لأنه لو نوی الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم یعین الصلاة صح في الأصح". (الدر المختار) "(فلا یضر الخطأ في عددها) وفي الأشباه: الخطأ فیما لا یشترط لده

مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز

سوال[۳۶۰۸]: اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز قصر پڑھے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسافر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو قصر جائز نہیں اتمام ضروری ہے، لہذا اتمام ہی کی نیت کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانی ۵۶ھ۔

مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے

سوال[۳۶۰۹]: امام مسافر ہے، اگر التحیات میں کوئی مقتدی جس کو امام کا مسافر ہونا معلوم ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اپنی دونوں رکعت جہری پڑھے گا یا خالی؟ اگر مقتدی مقیم ہے تو امام کے سلام

= التعيين لا يضره كتعيين مكان الصلاة و زمانها وعدد الركعات". (الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها، ص: ۲۲۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۶، رشيدية)

(۱) "وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت ويتم". (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"وإن اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت، أتم أربعاً". (الهداية، باب صلاة المسافر: ۱/۱۶۶، مكتبة شركة علمية ملتان)

قال العلامة شمس الدين السرخسي رحمه الله تعالى: "وعلى من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضاً؛ لأنهم صاروا مقيمين في هذه الصلاة تبعاً لإمامهم". (المبسوط: ۱/۲۴۳، مكتبة حبيبة)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشيدية)

کے بعد وہ مقتدی پہلی یعنی دو رکعت بھری پڑھے گا اور آخری دونوں خالی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھری پڑھے گا کیونکہ وہ اس وقت مسبوق ہے اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے: "إنــــــه (أي المسبوق) منفرد فيما يقضي اهـ". فتاویٰ عالمگیری، ص: ۹۱(۱)۔

اور مقیم مقتدی صورتِ مسئولہ میں لاحق مسبوق ہے، لہٰذا سلامِ امام کے بعد اول دو رکعت بلا قرأت پڑھے گا اور پھر دو رکعت کے ساتھ: "اللاحق يصلي على ترتيب صلوة الإمام، والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ الإمام اهـ". رد المحتار، ص: ۶۲۳ (۲) اور بعض علماء اس کے برعکس کا حکم فرماتے ہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔

مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی نماز

سوال [۳۲۲۰]: ۱۔۔۔ امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور مقتدی بقیہ دو رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ان دونوں رکعتوں میں مقیم مقتدی الحمد شریف پڑھیں یا بمقدار الحمد شریف کھڑے رہیں اور پھر رکوع کر لیں؟

۲۔۔۔ اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آکر شریک ہوا تو بقیہ نماز کس طرح پوری

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية: ۱/۹۲، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، رشيديه)

"والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد فيما يقضيه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أو السجود أو بهما مع الإمام ...: ۱/۵۹۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۲۲، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أو السجود الخ: ۱/۵۹۶، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر في الإمامة والاقتداء: ۱/۱۶۶)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/۹۱، رشيديه)

"والأصل أن اللاحق يصلي على ترتيب صلاة إمامه، والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ صلوة الإمام اهـ". كبيری، ص: ٤٤١(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/ ۵۲ھ۔

مقیم مسبوق، مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے؟

سوال [۳۶۲۱]: اگر مسافر امام کے پیچھے مسبوق کو ایک رکعت ظہر کی نماز میں ملے تو اب دوسری رکعت میں مسبوق کو کھڑا ہونا چاہئے یا بیٹھنا اور کچھ پڑھے یا خاموش رہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شخص سلام امام کے بعد ایک رکعت بلا قرأت کے پڑھ کر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر دوسری رکعت بلا قرأت پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت مع قرأت پڑھے، کذا فی الشامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، جامع العلوم کانپور۔

مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت کر کے اقتداء کرنا

سوال [۳۶۲۲]: ایک امام مسافر امامت کر رہا ہے، دوسرے ایک مقتدی اور مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ امام مسافر ہے، اس نے چار رکعت کی نیت کر لی، امام مسافر نے دوسرا سلام پھیر لیا تو اب بعد والا چار رکعت پوری کرے اور سلام پھیر دے جب کہ وہ بھی مسافر ہے؟

= أو بهما مع الإمام أو قبله أو بعده: ١/٥٩٣-٥٩٤، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ١/٩٢، ٩٣، رشيدية)

(١) (الحلبي الكبير، فروع: سبق بركعة، ص: ٤٦٩، ٤٧٠، سهيل أكيدمي لاهور)

(٢) (راجع، ص: ٥٢٦، رقم الحاشية: ٢)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی مسافر کو امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت ملی ہے اس کو چاہئے کہ سلام امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، امام کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۲/۸۷ھ۔

مقتدی مسافر کا امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کرنا

سوال [۳۶۲۳]: زید ایک شرعی مسافر ہے اور دورانِ سفر کسی مقام پر ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور زید وہاں کے امام کے پیچھے جو کہ مقیم ہے مسافر نہیں نماز پڑھتا ہے اور زید مسافر ہونے کی وجہ سے نیت قصر یعنی دو فرضوں کی نیت کرتا ہے اور نماز مقیم امام کے ساتھ پوری پڑھتا ہے یعنی چار فرض۔ تو کیا نیت کے اس اختلاف سے زید کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر زید کو معلوم ہے کہ امام مسافر ہے نہ کہ مقیم تو کیا نیت کرے؟ اور زید (جو کہ مسافر ہے) اس کے لئے نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافر نے دو رکعت کی نیت کر کے بھی اگر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت صحیح طریقہ پر ادا کی ہے تب بھی اس کی نماز درست ہوگئی (۲)، اگر امام کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ہے تو دو یا چار کی تعیین کی کوئی

---

(۱) "أنه إذا صلى في مصر أو قرية ركعتين وهم لا يدرون حاله، فصلاتهم فاسدة وإن كانوا مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من كان في موضع الإقامة أنه مقيم. والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، أما إذا صلى خارج المصر لا تفسد، ويجوز الأخذ بالظاهر وهو السفر في مثله. والحاصل أنه يشترط العلم بحال الإمام إذا صلى بهم ركعتين في موضع إقامة، وإلا فلا". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۱۳۸/۲، رشیدیہ)

(وكذا في المبسوط، باب صلاة المسافر: ۱۹۳/۲، المكتبة الغفارية)

(۲) "إن اقتدى مسافر بمقيم يصلي رباعية ولو في التشهد الأخير". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح

ضرورت نہیں، محض ظہر کی نیت کافی ہے، عددِ رکعات کی تعیین نیت میں مسافر یا مقیم کسی کے لئے بھی ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۹۵ھ۔

مقتدی مقیم مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال [۲۶۶۴]: امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو، مقتدی اپنی نماز پوری کرنے میں مسبوق کا حکم رکھتا ہے یا لاحق کا، یعنی لاحق کی طرح خاموش اپنی نماز پوری کرے گا یا مسبوق کی طرح باقی میں قرأت کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقیم مقتدی جو کہ شروع سے مسافر امام کے ساتھ شریک ہے وہ سلام امام کے بعد اپنی نماز کو لاحق کی طرح تمام کرے اس میں قرأت نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= باب صلوٰۃ المسافر، ص: ۴۲۷، قدیمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، باب صلوة المسافر: ۱/۴۹، رشيديه)

(۱) "(دون) تعيين (عدد ركعاته) لحصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها (وينوي) المقتدي (المتابعة) لم يقل أيضاً، لأنه لو نوى الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم يعين الصلاة، صح في الأصح". (الدر المختار) "وفي الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له التعيين لا يضر، كتعيين مكان الصلاة و زمانها وعدد ركعات". (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۱/۶۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص: ۲۲۲، قديمي)

(۲) "(وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام) المقيم (إلى الإتمام لا يقرأ) و لا يسجد للسهو (في الأصح)؛ لأنه كاللاحق والقعدتان فرض عليه، وقيل: لا". (الدر المختار، كتاب الصلاة، =

ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم

سوال [۳۲۰۵]: ریل میں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ ملے تو نماز کیسے ادا کی جائے؟ نیز گاڑی کا رخ بدلنے کے ساتھ ساتھ خود کو بدلنا بھی ضروری ہے، پانی نہ ملنے کی صورت میں بعض اوقات طہارت کا مسئلہ بھی رہتی ہے، ایسی صورت میں قضا کرنا چاہئے یا اسی حالت میں نماز ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب تک بیٹھنے کی جگہ نہیں تو آخر وقت میں اشارہ سے نماز پڑھ لے، پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے(۱)۔ پانی نہ ہونے کے وقت تیمم کرے، قضا نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۸۸ھ۔

— باب صلاة المسافر: ۲/۱۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۳، رشيدية)

و: "مسافر لا يقدر على الأرض يصلي بالإيماء إذا خاف فوت الوقت، اهـ". (رد المحتار، مطلب في الفاظ بقدرة الغير: ۱/۲۴۳، سعيد)

"الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۸، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۲۳۵، باب التيمم، سعيد)

(۲) "ومن عجز عن استعماله لبعده ميلاً تيمم لهذه الأعذار كلها". (رد المحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۲، ۲۳۹، سعيد)

"لمصلٍّ لا يكون واجداً للماء وجوداً ما يكفي لطهارته في الصلاة التي تفوت إلى خلف وما هو

ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۲۲۶]: اگر ٹرین یا بس میں نہ پانی میسر ہو نہ رکوع وقیام کی گنجائش ہو تو تیمم کرکے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا قضاء کردی جائے، بعد میں پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ٹرین میں پانی نہ ہو اور رکوع وسجود کی بھی بھیڑ کی وجہ سے گنجائش نہ ہو اور یہ بھی توقع نہ ہو کہ وقت کے اندر اندر کسی اسٹیشن پر پہونچ جائے گی جہاں پانی میسر آجائے گا اور نماز کے لئے جگہ بھی مل جائے گی تو تیمم کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر پانی اور جگہ ملنے پر وضو کرکے پورے طریقے پر دوبارہ نماز پڑھ لی جائے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۲۲۷]: سفر میں ریل گاڑی کے اندر قیام اور جہت قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بیٹھ کر یا جس طرف بھی منہ ہو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

= من أجزاءه لقوله تعالى: ﴿فلم تجدوا ماء فتيمموا﴾ [النساء: ۴۳] و غير المكلف كالمعدوم، و هذا عنده". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۲، رشيدية)

(وكذا في مبسوط السرخسي: ۱/۱۰۰، كتاب الصلاة، باب التيمم، مكتبه حبيبيه كوئٹه)

(۱) "وفي الخلاصة و فتاوى قاضي خان وغيرهما: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج ... لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه. فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى، لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة". (البحر الرائق، باب التيمم: ۱/۲۴۹، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في التيمم: ۱/۲۸، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام اور استقبالِ قبلہ پر قدرت کے باوجود ان دونوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی، سفر میں ہو یا حضر میں، ریل میں ہو یا جہاز میں، سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۹ھ۔

بس میں اشارہ سے نماز پڑھنا

سوال[۲۹۲۸]: عموماً بس کے سفر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے کہ بس اپنے مقام پر اس وقت پہونچتی ہے جب کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بس میں نماز پڑھنا بھی ناممکن ہے، تو کیا کسی شکل میں اشارہ سے نماز پڑھ لینا درست ہوگا یا قضا کردی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی مجبوری کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر منزل پر پہونچ کر اعادہ کرے، کیونکہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے۔

"وفي الخلاصة وفتاوى قاضي خان وغيرهما: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة، يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج . . . لأن هذا عذر جاء من قبل العبد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه. فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة". (البحر: ۱/۱۴۲، باب التيمم، تحت قول

(۱) "هي الشروط (وهي ستة . . . والسادس (استقبال القبلة) حقيقةً أو حكماً كالعاجز، والشرط حصوله لا طلبه، وهو شرط زائد للابتلاء يسقط للعجز". (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، سعید)

"ومنها القيام في فرض لقادر عليه وعلى السجود". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۴، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۳، رشیدیہ)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۳، دار الكتب العلمية)

التکبیر: "(وجوب عدم ...)"(۱) والدر المختار: ۱/۲۴۴ (۲) وشرح منیۃ الکبیر، ص: ۷۲ (۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہوائی جہاز میں نماز

سوال [۱۰۶۳]: میں حج فرض ادا کرچکا ہوں اور آئندہ عمرہ و نفل حج کا ارادہ ہے، ہمارے یہاں افریقہ سے پانی کا جہاز جدہ تک نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سواری اختیار کرنا پڑتا ہے، اب دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں دورانِ سفر دو یا تین نمازیں آجاتی ہیں، علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ نماز ادا کرنے کے لئے زمین ہونا شرط ہے تو لامحالہ نمازیں قضاء ہوں گی۔ تو کیا میرے لئے مناسب ہے کہ میں نفل حج کے لئے سفر کروں؟

نوٹ: نماز فرض ہے اور میرا سفر نفل حج یا عمرہ کے لئے ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوائی جہاز میں نماز فرض ادا کرلیں قضا نہ کریں، پھر زمین پر آکر اعادہ کرلیں، اس میں ان علماء کی رائے بھی محفوظ رہے گی جو ہوائی جہاز میں نماز کو جائز نہیں فرماتے (۴)۔

(استفسار) کیا وہاں حج نفل یا عمرہ کے لئے فوراً جانا ضروری نہیں ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۶۳، رشيديه

(۲) رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۴، سعيد

(۳) الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۷۲، سهيل اكيدمي لاهور

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في التيمم: ۱/۲۸، رشيديه)

(۴) "ومن أراد أن يصلي في سفينة فرضاً أو نفلاً فعليه أن يستقبل القبلة متى قدر على ذلك، وليس له أن يصلي إلى غير جهتها، حتى لو دارت السفينة وهو يصلي يجب عليه أن يدور إلى جهة القبلة حيث

مغرب کی نماز کیلئے سفر کرکے مخصوص مسجد میں جانا

سوال[۲۶۲۱]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کیلئے سفر کرکے آتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرلے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بنا شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کیلئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد"، الحدیث(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۱۳۹۰ھ۔

کسی خاص مسجد میں کسی نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا

سوال[۲۶۲۲]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس مندی کے اندر ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضہ حج ادا ہوجائے گا؟

— صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (صحيح البخاري، باب صوم يوم النحر: ۱/۲۶۸، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثة: ۱/۴۴۷، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۶۸، قديمي)

نہیں؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جا سکتا ہے؟

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے۔ ہندو، مسلم، مرد وزن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے(۱)، اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: ۱- مسجد حرام، ۲- مسجد نبوی، ۳- مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے، "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد"(۲)۔ الحدیث (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۶/۱۴۰۲ھ۔

دورانِ سفر وطنِ اقامت سے گزرنا مغرب کے پیشِ نظر تنہا نماز پڑھ لینا

سوال [۳۶۴۳]: ا..... میں حسن پور ضلع فتح پور تحصیل بندکی کا رہنے والا ہوں، میرے والدین حسن پور دیہات میں رہتے ہیں، میں بسلسلۂ ملازمت بندکی میں مع بال بچیاں عرصہ ۵/ سال سے رہ رہا ہوں اور ڈیوٹی کو چیک کرنے چلا جاتا ہوں، ڈیوٹی کانپور سے باندہ تریتی اور تریتی سے واپس کانپور جا کر ختم کرتا ہوں، پھر کسی دوسری سواری کے ذریعہ بندکی چلا آتا ہوں، دوسرے دن ڈیوٹی نہیں رہتی، تیسرے دن پھر اسی طرح ڈیوٹی ہوتی

---

(۱) یہ بدعت ہے اور بدعت مردود وغیر مقبول ہے: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد الرسول، ومسجد الأقصى". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۱/۱۵۸، قديمي)

(۳) یہ مسئلہ گزشتہ کے ساتھ ایک گونہ مکرر ہے لیکن کچھ اضافہ کی بنیاد پر اس کو بھی رکھا گیا ہے۔

سفر کے چند ضروری مسائل

سوال[۳۶۳۴]: مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں

عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۵]: ۱... کسی عذر کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر کی جا سکتی ہے، اگر کی جا سکتی ہے تو عذر کس انتہا کو پہونچا ہوا ہو کہ اس کو عذر کہا جائے؟

ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۶]: ۲- ایک شخص ریل میں ہے "تھرڈ کلاس" میں سفر کر رہا ہے اور بھیڑ اتنی شدید ہے کہ وضو (عرفہ) و قیام اپنی جگہ سے منتقل نہیں کر سکتا، ایسی حالت میں وہ نماز مؤخر کر سکتا ہے یا نہیں؟

ریل میں استقبال ممکن نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۶۳۷]: ۳... ریل کے ڈبے کے کئی کمرے ہوتے ہیں، اس میں تمام سمتیں بدل جاتی ہیں،

— الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع وعشرين درجة". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في فضل الجماعة: ۱/۵۳، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلوة الرجل في جماعة تزيد على صلوته في بيته وصلوته في سوقه بضعاً وعشرين درجة". الى آخر الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة في جماعة الخ: ۱/۲۳۲، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سمع المنادي فلم يمنعه من اتباعه عذر" قالوا: وما العذر؟ قال: "خوف أو مرض" لم تقبل منه الصلوة التي صلى". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۹، امدادیه ملتان)

"الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: أرادوا بالتأكيد الوجوب ... وقيل: واجبة، وعليه العامة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲، ۵۵۳، سعيد)

معمولی سی جگہ راستے کے لئے مخصوص رہتی ہے، ریل میں نماز پڑھنے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے کہ کبھی کسی سمت کے مطابق جگہ نہیں ملتی ہے، مثلاً ریل مشرق ومغرب کے رخ چلنے کے بجائے کچھ ترچھی سمت میں جارہی ہے، اس صورت میں صحیح طور پر بسمت قبلہ پڑھنا زیادہ مشکل ہوتا ہے تو اس حالت میں آیا اس کے لئے کوئی گنجائش ہے؟

چلتی ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال [۳۹۲۸]: ۴... چلتی ریل پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن گرنے کا اندیشہ رہتا ہے، اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہوئے ریل چل پڑے تو نماز توڑ دی جائے یا نہیں؟

سوال [۳۹۲۹]: ۵... ریل سے اتر کر پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری ہوئی نہیں تھی کہ ریل چل پڑی، اگر نماز پوری کرتے ہیں تو ریل چھوٹ جاتی ہے اور ریل پکڑتے ہیں تو نماز جیسی اہم عبادت کا ابطال لازم آتا ہے، ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر نماز توڑنا جائز ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ جس حالت میں ہو خواہ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو توڑ دے یا اس کو کسی حد تک رکوع یا سجدہ کرنا ضروری ہے؟

بس میں نماز کس طرح پڑھی جائے؟

سوال [۳۹۳۰]: ۶... بس میں یہ پریشانی خصوصاً پیش آتی ہے کہ وضو ہونے کے باوجود بھی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں کیا کرے، بیٹھا بیٹھا یا کھڑا کھڑا نماز پڑھ لے؟

بس میں نماز پڑھنے کے لئے ایک امکانی صورت

سوال [۳۹۳۱]: ۷... بس اڈوں پر بسیں رکتی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب تک رکیں گی، کبھی تو فوراً چار منٹ کے بعد چل دیتی ہے، کبھی گھنٹوں بعد اتفاق سے چل دیتی ہے، لیکن آدمی ہر لمحہ اسی تذبذب میں پڑا رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے نیچے نہیں اترتا کہیں میں ادھر اترا اور ادھر وہ گاڑی چل دے۔ ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے جب کہ اس کے لئے وضو کرنے کا مسئلہ بھی ہو اور نماز پڑھنے کا حکم بھی؟ یہ صورت امکانی تو باقی ہے کہ کسی جگہ اتر کر جلدی سے وضو کرے اور کسی جگہ جلدی سے نماز پڑھ لے لیکن یہ انتہائی بے اطمینانی اور بے سکونی کا عالم ہوتا ہے جس پر عادۃً عمل مشکل نظر آتا ہے، بتلائیں کہ کیا حکم ہے؟

ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال[۲۱۴۲]: ۸ ... ریل میں جمعیت بھی اس بات سے متفق ہے کہ آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر نماز کی جگہ نکالی جائے، دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ میں کہوں اور کوئی انکار کر جائے۔ تو کیا اس صورت میں نماز کو افضل حالت سے چھوڑ کر ادنیٰ حالت میں پڑھا جا سکتا ہے؟ یعنی سوال کے بعد جگہ نکالنے پر جس درجے کی نماز پڑھی جا سکتی تھی اس سے کم درجے کی نماز پڑھی جا سکتی ہے، مثلاً کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر؟

ریل میں تیمم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۱۴۳]: ۹ ... ریل پر ایک معذور سفر کر رہا ہے، ریل پر تو تیمم کے لئے کوئی چیز ملتی نہیں تھی، اگر ریل کے ڈبے کی زمین پر تیمم کرے تو بھی تو امکانِ نجاست غالب ہی نہیں بلکہ اغلب ہے اس لئے کہ وہ ہزاروں جوتوں سے روندی ہوئی ہے، اس صورت میں کیا وہ نماز کو مؤخر کرے؟

عین مغرب کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والا عصر کی نماز دو رکعت پڑھے یا چار؟

سوال[۲۱۴۴]: ۱۰ ... ایک شخص عین سورج غروب ہونے کے وقت سفر سے واپس ہو کر اپنے وطن میں داخل ہوا، عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھی تھی، اب اس پر دو رکعت قضا واجب ہے یا چار رکعت؟

بڑے شہروں میں اپنے محلے سے نکلتے ہی آدمی مسافر ہو جاتا ہے یا حدودِ شہر کو پار کر کے؟

سوال[۲۱۴۵]: ۱۱ ... لکھنؤ، دہلی، بنارس، الہ آباد وغیرہ اس طرح کے شہر کوئی ایک دو میل کے ہوتے نہیں بلکہ ان کا سلسلہ کئی کئی میلوں تک ہوتا ہے۔ ایسے مقامات میں آدمی کہاں سے مسافر شمار ہوگا، آیا اپنے محلے ہی سے نکلتے ہی مسافر ہو جائے گا یا حدودِ شہر کو پار کرنے کے بعد مسافر شمار ہوگا؟ شہر ان میں مسافرت کا معیار کیا ہے؟

ریل میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل کے لئے کیا کیا جائے؟

سوال[۲۱۴۶]: ۱۲ ... ریل میں بیت الخلاء تو ہوتا ہے لیکن غسل خانہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو رات میں احتلام ہو جائے تو کیا کرے؟ گرمی کا معاملہ بھلا ہوتا ہے لیکن سردی کا تو بہت کٹھن ہے۔ اگر کوئی ہمت کر کے بیت الخلاء میں نہانا بھی چاہے تو طبیعت کو ایک طرح کا انقباض ہوتا ہے اس لئے کہ محلِ نجاست ہے، دوسرے یہ کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہوتا ہے کہ سارا بدن شل ہو سکتا ہے، تیسرے یہ کہ دورانِ غسل میں پانی ختم ہو سکتا ہے

۳..... معمولی رخ ہو (شمال و جنوب کا فرق نہ ہو) تو گنجائش ہے(۱)۔

۴..... جو شخص اتنا ضعیف ہو کہ گر جانے کا ظنِ غالب ہو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے(۲)۔

۵..... ریل کے چلے جانے کی وجہ سے اگر حرج قوی ہو تو نماز توڑ کر ریل میں سوار ہو جائے، رکوع و سجود کی اس حالت میں پابندی نہیں(۳)۔

۶..... نمبر ۳ کی صورت اختیار کرے(۴)۔

۷..... ڈرائیور یا گنڈکٹر سے دریافت کرلے کہ یہاں کتنے منٹ ریل ٹھہرے گی، کوتاہی میں ضرر ہے(۵)۔

---

(۱) "كذا قال المحقق التفتازاني في شرح الكشاف: "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس، لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۲۸/۱، سعيد)

(۲) "قال رحمه الله: ولو صلى في فلك قاعداً بلا عذر، صح عند أبي حنيفة، وقالا: لا يصح إلا من عذر؛ لأن القيام مقدور عليه، فلا يجوز تركه. وله أن الغالب فيه دوران الرأس وهو كالمتحقق، لكن القيام أفضل؛ لأنه أبعد عن شبهة الخلاف، والخروج أفضل إن أمكنه؛ لأنه أسكن لقلبه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۴۵۹/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱۰۲/۲، رشيديه)

(۳) "رجل قام إلى الصلوة فسرق منه شيء قيمته درهم، له أن يقطع الصلوة ويطلب السارق، سواء كانت فريضة أو تطوعاً؛ لأن الدرهم مال. امرأة تصلي ففار قدرها، جاز لها قطع الصلوة لإصلاحها، وكذا المسافر إذا ندت دابته أو خاف الراعي على غنمه الذئب اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة، ومما يتصل بذلك مسائل: ۱۰۹/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۶۵۴/۱، سعيد)

(۴) (راجع ص: ۵۴۲، رقم الحاشية: ۳)

(۵) "عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: "أن لاتشرك بالله شيئاً وإن قطعت وحرقت، ولاتترك صلوة مكتوبة متعمداً، فمن تركها متعمداً فقد برئت منه الذمة، ولاتشرب الخمر، فإنها مفتاح كل شر". رواه ابن ماجة. (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثالث: ۵۹/۱، قديمي)

پھر کسی جگہ وضو کرے، کسی جگہ نماز پڑھ لے، اگرچہ سکونِ تام میسر نہ ہو، سکونِ تام تو کسی کسی کو میسر ہوتا ہے، جو حالت سکون کی سمجھی جاتی ہے اس میں بھی ذہن میں افکار کا ہجوم رہتا ہے اور سمندر کی طرح موجوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے نماز ترک کی جا سکتی ہے، عین حالتِ جہاد میں بھی صلوٰۃ خوف مشروع ہے(۱)۔

۸... یہ عجیب سا خیال ہے، قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء پہونچنے کے واسطے بھی بسا اوقات جگہ مانگنا پڑتی ہے، سوار ہونے، بیٹھنے، سامان رکھنے کے لئے بھی جگہ طلب کی جاتی ہے اور عجیب محسوس نہیں کی جاتی، جگہ طلب کرنے اور کوشش کے باوجود کسی نے انکار کر دیا اور قلب کو اذیت ہوئی تو اجر میں اضافہ ہوگا۔

۹... وہ بھی موقوف کرے، ریل میں بعض وقت کھڑکیوں سے اتنا غبار آ جاتا ہے کہ تیمم کے لئے کافی ہو جاتا ہے، مگر وہاں کی مٹی یقیناً ناپاک ہے (موہوم نہیں) اور پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو (مرض کی وجہ سے) تو "فاقد الطہورین" کا مسئلہ بھی موجود ہے(۲)۔

۱۰... اگر وقتِ عصر ختم ہونے پر وطن میں داخل ہو تو قصر پڑھے گا ورنہ اتمام کرے گا(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلوٰة فلتقم طائفة منهم معك، وليأخذوا أسلحتهم، فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم، ولتأت طائفة أخرى لم يصلوا، فليصلوا معك﴾ الآية. (سورة النساء: ۱۰۲، الآية)

(۲) "والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بأن حبس في مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده، وقالا: يتشبه بالمصلين وجوباً، فيركع ويسجد إن وجد مكاناً يابساً، وإلا يومئ قائماً ثم يعيد كالصوم، به يفتى، وإليه صح رجوعه: أي الإمام، كما في الفيض". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۵۲، ۲۵۳، سعيد)

(۳) "والمعتبر في تغيير الفرض آخر الوقت وهو قدر ما يسع التحريمة، فإن كان المكلف في آخره مسافراً وجب ركعتان، وإلا فأربع؛ لأنه (أي آخر الوقت) المعتبر في السببية عند عدم الأداء قبله". (الدر المختار). "(قوله: وجب ركعتان): أي وإن كان في أوله مقيماً (قوله: وإلا فأربع): أي وإن لم يكن في آخره مسافراً بأن كان مقيماً في آخره، فالواجب أربع". (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب المسافر: ۲/۲۳۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱ - ۵۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

۱... محلہ سے نہیں بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا (۱)۔

۲... طبعی نقص ہو تو قابلِ التفات ہے، اولاً اس جگہ پر پانی بہادے پھر تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر غسل کرے، وہاں اگر پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ بدن شل ہو جائے تو تیمم کرلے، پھر جب قابلِ برداشت پانی مل جائے تو غسل کرلے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆...☆...☆...☆...☆

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه، وإن لم يجاوز من الجانب الآخر ... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها" (الدر المختار). "(قوله: من جانب خروجه الخ) قال في شرح المنية: فلا يصير مسافراً قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به، لا يصير مسافراً ما لم يجاوزها".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۵۰۷، ۵۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلاً أو لمرض أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه تيمم لهذه الأعذار كلها" (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۲، ۲۳۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۴۱، ۲۴۲، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول في أمور لا بد منها في التيمم: ۱/۲۸، رشيدية)

باب صلوۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟

سوال [۳۴۹۶]: بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ خداوند پاک نے ان سے اپنے فرائض اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے سنتیں ان کی تکالیف اور ضعیفی کی بناء پر معاف کر دیا تھا۔ اگر جناب والا کی نظر سے کسی کتاب میں یہ واقعہ گزرا ہو تو تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خصوصیت سے یہ واقعہ تو مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، لیکن مسئلہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بیمار اور ضعیف ہے کہ نہ وضو کر سکتا ہے نہ تیمم، نہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے نہ بیٹھ کر نہ لیٹ کر، نہ رکوع کر سکتا ہے نہ اشارہ، نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے اور اسی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہ کر مر جائے تو یہ سب عبادتیں اس سے معاف ہیں، کوئی فدیہ یا وصیت بھی واجب نہیں (۱) کتب فقہ نور الایضاح (۲) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۱۱/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۱۱/ ۹۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۱۱/ ۹۵ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی نائماً یؤمی برأسه، فإن نالته مشقة سبح"

"کما ذکر فی المقدمة، فالحدیث حسن، وفیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم =

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال [۳۶۲۸]: زید کو عارضہ ریح کا ہے یعنی اس کی ریح جلدی جلدی خارج ہوتی رہتی ہے، وضو اس کا قرار نہیں پکڑتا، بعض وقت یا بعض دن ایسا ہوتا ہے کہ وضو ایک گھنٹہ تک قائم رہتا ہے اور بعض روز کئی روز ایسے گزرتے ہیں کہ وضو دس منٹ بلکہ اس سے بھی پہلے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اخراج ریح کی صورت میں وہ شخص فرض وقتہ نمازوں کو کس طرح ادا کرے؟ آیا ایک دفعہ تازہ وضو کرکے تمام دن کی ایک وضو سے پڑھتا رہے خواہ بیچ میں ریح خارج ہوتی ہو یعنی وضو نہ رہا ہو؟ فقط۔

= يستطيع الإيماء بالرأس، لأن قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلى بإيماء" فلا يجوز إرادة الصلوة منه بل المراد به الذكر وحده، فدل على أن مثل هذا المريض لا صلوة عليه، بل يذكر الله بقلبه ولسانه، وليس الذكر بواجب عليه بالإجماع، فالمراد الندب كما قال علماءنا". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض: ۲۰۲/۷، إدارة القرآن، كراچی)

"وإذا عجز المريض عن الإيماء بالرأس في ظاهر الرواية، يسقط عنه فرض الصلوة، ولا يعتبر الإيماء بالعينين والحاجبين الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱۳۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۹۹/۲، سعيد)

(۲) "إذا مات المريض ولم يقدر على الصلاة بالإيماء، لا يلزمه الإيصاء بها وإن قلت". (نور الإيضاح، باب صلاة المريض، فصل في إسقاط الصلاة والصوم: ص ۱۰۳، سعيد)

"(إذا مات المريض ولم يقدر على أداء الصلاة بالإيماء) برأسه (لا يلزمه الإيصاء بها وإن قلت) سقطها عن صلاة يوم وليلة لصورتها بعدم قدرته على القضاء بإدراك زمن له على قول من يعتبر قول العذر بجواز التأخير، ومن قدرته بالسقوط ظاهر، (وكذا) حكم (الصوم) في شهر رمضان (إن أفطر فيه المسافر والمريض، وماتا قبل (الإقامة) للمسافر (و) قبل (الصحة) للمريض لعدم إدراكهما عدة من أيام أخر، فلا يلزمهما الإيصاء به". (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، باب صلاة المريض، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۶، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گزر جائے کہ خروج ریح مسلسل رہے یعنی اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وضو کر کے وقتیہ نماز پوری کر سکے تب تو یہ شخص معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لئے اس کے ذمہ وضو ضروری ہے اور اس وضو سے فرض، نفل اور قضا جو دل چاہے پڑھتا رہے، خروج ریح ناقض نہیں ہوگا، وقت خارج ہونا اس کے حق میں ناقض وضو ہے، ہر وقت کے لئے تجدید وضو ضروری ہے اور یہ شخص معذور رہے گا جب تک کہ کسی ایک نماز کا کامل وقت عذر سے خالی نہ گزر جائے۔ یعنی معذور رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عذر مسلسل رہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے کامل وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا تحقق ہو جائے۔

اور جب ایسی حالت ہو جائے گی کہ کامل وقت ایک مرتبہ بھی عذر سے خالی گزر جائے گا تو یہ شخص معذور نہ رہے گا اور اگر کسی کامل نماز کا وقت ایسا نہیں گزرا کہ اس کو عذر سے خالی رہ کر نماز کا ادا کرنا ممکن ہو بلکہ اتنی گنجائش مل جاتی ہے کہ ہر وقت میں نماز بلا عذر ادا کر سکتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے خروج ریاح اس کے حق میں ناقض وضو ہے، هكذا في الطحطاوی، ص: ۸۰(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها، قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش رضي الله تعالى عنها إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدع الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلك عرق وليس بالحيضة، اجتنبي الصلوة أيام محيضك، ثم اغتسلي وتوضئي لكل صلوة وإن قطر الدم على الحصير". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب أن المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة: ۱/۱۹۶، إدارة القرآن كراچی)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها وهي تصلي".

(صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمي)

=

سے اس کا وضو باقی نہیں رہے گا۔ فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہو جائے گا(۱) اشراق کے لئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی، پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی حتی کہ ظہر کے لئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی، بشرطیکہ اس عذر کے علاوہ کوئی اور حدث پیش آجائے(۲)۔

(ب) اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو، اعضائے وضو خشک رہ جاتے ہیں، یا نماز میں قراءت کی غلطی سے فساد آجاتا ہے اور اس کی اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں اور صاحبِ عذر بھی امامت نہیں کر سکتا(۳)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن المستحاضة قال: "تدع الصلوة أيامها، ثم تغتسل غسلاً واحداً، ثم تتوضأ عند كل صلوة".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالى: "عند بالكسر والفتح والضم ثلث لغات والمراد به الوقت الشرعي للصلوة كما هو المتبادر". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۳۶۰، إدارة القرآن، كراچی)

"المستحاضة ومن به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤن لوقت كل صلوة، ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل.

"ويبطل الوضوء عند خروج وقت المفروضة بالحدث السابق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۴۱، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعت الطست تحتها وهي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمي)

"(وإذا خرج الوقت، بطل) أي ظهر حدثه السابق، حتى لو توضأ على الانقطاع ودام إلى خروجه لم يبطل بالخروج ما لم يطرأ حدث آخر أو يسيل كمسألة مسح خفه. وأفاد أنه لو توضأ بعد الطلوع ولو لعيد أو ضحى، لم يبطل إلا بخروج وقت الظهر". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۰۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ: ۱/۴۱، رشيديه)

(۳) "(وفي المبسوط: و) يؤم القوم (أقرؤهم لكتاب الله) وأعلمهم بالسنة وأفضلهم ورعاً وأكبرهم سناً) لحديث أبي مسعود رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يؤم القوم أقرؤهم.

لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے، ترکِ جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا (۱)، اسی طرح نماز تراویح بھی درست نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

صاحبِ جریان کی نماز وامامت

سوال [۲۶۵۰]: احقر مدت سے مرضِ جریان میں مبتلا ہے اکثر اوقات بدون دفق وشہوت کے مذی

- لکتاب اللہ تعالیٰ، فإن کانوا سواءً فأعلمهم بالسنة، فإن کانوا سواء فأقدمهم هجرة ...... والأصح أن الأعلم بالسنة إذا کان یعلم من القرآن مقدار ما یجوز به الصلوۃ، فهو أولیٰ؛ لأن القراءة یحتاج إلیها في رکن واحد، والعلم یحتاج إلیه في جمیع، والخطأ المفسد للصلوۃ في القراءة لا یعرف إلا بالعلم". (مراقي الفلاح).

وقال الطحطاوي: "وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشیاء .... (والقراءة) بحفظ آیة تصح بها الصلوۃ علی الخلاف (والسادس) (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضروریة، فلا یصح اقتداء غیره به (کالرعاف) (والفأفأة) (والتمتمة) (واللثغ) ...... (والسلامة من فقد شرط کطهارة) فإن عدمها یجعل خبث، لا یصلي لا تصح إمامة للطاهر". (حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة، ص: ۲۸۸، قدیمي)

(وکذا في رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة: ۱/۵۲۸، سعید)

(۱) "عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من سمع النداء فلم یمنعه من اتباعه عذر" قالوا: وما العذر؟ قال: "خوف أو مرض، لم یقبل منه الصلوۃ التي صلی".

قال الشیخ ظفر أحمد العثماني رحمه اللہ تعالیٰ: "قوله: عن ابن عباس رضي اللہ تعالیٰ ...... قلت: دل علی کون الخوف والمرض عذراً". (إعلاء السنن، کتاب الصلوۃ، أبواب الإمامة: ۴/۱۷۹، إدارة القرآن، کراچي)

"وتسقط الجماعة بالأعذار حتی لا تجب علی المریض". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوۃ، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة: ۱/۸۳، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: کتاب الصلوۃ، باب الإمامة: ۱/۵۵۳، سعید)

(۲) (راجع ص: ۵۴۹، رقم الحاشیه ۳)

کی قسم کی کوئی چیز نکل کر کبھی مخرج کے منہ پر رہتی ہے اور کبھی مخرج سے تعدی کر کے پچھ پھیل جاتا ہے مگر کپڑے سے الگ ہو کر ساقط نہیں ہوتی، کبھی کپڑے پر بھی لگ جاتی ہے اور اکثر اوقات نماز میں بھی مذکورہ حالت ہو جاتی ہے، بعض وقت دو تین دفعہ نماز دہرانے تک یہی حالت رہتی ہے اور بعض وقت نہیں رہتی۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز دہراؤں یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مجبوراً امام بننا پڑتا ہے کہ جماعت میں عوام ہوتے ہیں جن کی قرأت صحیح نہیں ہے اور بعض کی قرأت صحیح ہے مگر مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اور بعض کے طہارت وغیرہ کے مسائل پر عمل نہیں ہے، چال چلن، لباس وغیرہ شریعت کے موافق نہیں ہے اور اگر کبھی جاننے والا آدمی موجود بھی ہے تو وہ امام نہیں ہوتا تو حالتِ مذکورہ میں احقر کو امام بننا درست ہوگا یا نہیں؟ بر تقدیرِ ثانی کیا کروں؟ فقط۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چیز کے ناقضِ وضو ہونے میں شک نہیں لیکن اس کی نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ شرعاً آپ کو معذور کہا جا سکے تو اس وقت آپ کے لئے یہ حکم ہوگا کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا آپ کو ضروری ہوگا اور اس وضو سے فرض، نفل سب پڑھ سکتے ہیں پھر جب نماز کا وقت خارج ہوگا تو یہ خروجِ وقت آپ کے حق میں ناقضِ وضو ہوگا عذر ناقض نہ ہوگا۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے کہ جس پر نماز کا ایک مکمل وقت اسی حالت میں گزر جائے کہ اس میں وہ عذر برابر ملحق رہے اور اتنی دیر کے لئے بھی مہلت نہ ہو کہ جس میں وہ وضو کر کے اس وقت فرض نماز ادا کر سکے، جب ایک نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گزر گیا تو یہ شخص شرعاً معذور ہوگا، اس کے بعد ہر نماز کے مکمل وقت میں اس عذر کا متحقق ہونا ضروری نہیں، بلکہ مکمل وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پایا جانا کافی ہے۔ پھر اگر کسی نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گزر گیا کہ ایک مرتبہ بھی عذر نہ پایا گیا تو یہ شخص شرعاً معذور نہیں رہے گا۔

اب آپ اپنی حالت کو خود ملاحظہ کر لیں آپ شرعاً معذور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو یہ خروجِ مذی آپ کے حق میں ناقض نہیں، لہٰذا اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ بھی درست نہیں ہے۔ اگر آپ معذور نہیں تو یہ خروجِ مذی ناقض

وضو ہے، اگر نماز میں خروج ہوجائے تو وضو اور نماز دونوں کا اعادہ لازم ہے(۱)۔

معذور کی امامت درست نہیں۔ جب آپ معذور ہوں تو آپ ہرگز امامت نہ کریں جو امام احسن ہو اس کی اقتدا کریں، اور جب معذور نہ ہوں تو پھر امام بننے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کسی حالت میں خروج ریح ہوگیا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۷/ رمضان/۶۲ھ۔

---

(۱) عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش رضي الله تعالیٰ عنها إلى النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدع الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلك عرق وليس بالحيضة، اجتنبي الصلوة أيام محيضك، ثم اغتسلي وتوضئي لكل صلوة وإن قطر الدم على الحصير". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب: إن المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة: ۱/۲۶۳، إدارة القرآن، كراچي)

عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعت الطست تحتها وهي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمي)

"شرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلوة كاملاً، وهو الأظهر كالانقطاع، لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله، حتى لو سال دمها في بعض وقت الصلاة فتوضأت وصلت، ثم خرج الوقت ودخل وقت صلوة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلوة لعدم الاستيعاب. وإن لم ينقطع في وقت الصلوة الثانية حتى خرج، لا تعيدها لوجود استيعاب الوقت. وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، أحكام المعذور: ۱/۴۰، ۴۱، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، قديمي)

(۲) "وشروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء: ... والسادس: السلامة من الأعذار، فإن المعذور صلاته ضرورية، فلا يصح اقتداء غيره به، كالرعاف الدائم وانفلات الريح" إلخ.

معذور تیمم اور اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[illegible]: زید بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا تو وضو تک کے لئے اٹھ نہیں سکتا، اس نے پاس مٹی رکھ کر تیمم کر کے قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کر لیتا ہے۔ اس طرح نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب خود وضو کی قدرت نہ ہو اور دوسرا آدمی وضو کرانے والا بھی نہ ہو تو مجبوراً تیمم درست ہے (۱)۔ جب کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھی جائے، بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھی جائے (۲)، جب قبلہ کی طرف رخ کرنے کی قدرت نہ ہو تو جس طرف ہو اسی طرف رخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے (۳)۔ اگر سجدہ کی قدرت ہو تو اشارہ کافی نہیں، سجدہ ضروری ہے خواہ معمولی سی کوئی چیز تکیہ

= (کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ، ص: ۸۲۶، قدیمی)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، بیان جواز الاقتداء: ۱/ ۳۵۰، رشیدیہ)

(۱) "(ومن عجز عن استعمال الماء) ... (أو لمرض) یشتد أو یمتد بغلبۃ ظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرک أو لم یجد من یوضئہ الخ" (الدر المختار).

"(قولہ: أو لم یجد، الخ) أی لو کان لا یخاف الاشتداد ولا الامتداد لکنہ لا یقدر بنفسہ ولم یجد من یوضئہ". (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب التیمم: ۱/ ۲۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الأول فی الأمور الخ: ۱/ ۲۸، رشیدیہ)

(۲) "عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ قال: کان بی الناصور، فسألت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ... فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلی جنب". (سنن أبی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ القاعد: ۱/ ۱۳۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

"أما إذا عجز عن القیام، یصلی قاعداً برکوع وسجود، فإن عجز عن الرکوع والسجود یصلی قاعداً ... فإن عجز عن القعود یستلقی ویومئ إیماءً الخ" (بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، صلوۃ المریض، فصل: وأما أرکانہا فستۃ: ۲/ ۲۸۴، رشیدیہ)

(۳) "(وقبلۃ العاجز عنہا) لمرض وإن وجد موجہاً عند الإمام". (الدر المختار) "(قولہ: عند الإمام)

وغیرہ رکھ کر ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ذی/ ۸۷ھ۔

آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم

سوال[۲۶۵۲]: آنکھ قدح(۲) کرنے میں جس وحرکت سر وغیرہ کی جازت نہیں ہوتی، بستر پر پیشاب کرنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ بدن وکپڑا پیشاب میں ملوث ہوجاتا ہے تو نماز قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کس طرح نماز وضو وتیمم ادا کرے جب کہ سر تک کو حرکت نہیں دے سکتا اور آدھے چہرہ تک پٹی لپٹی رہتی ہے جس سے پورا تیمم چہرہ کا بھی نہیں ہوسکتا؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

مکلف شاہ حبیب اللہ از خانقاہ مالک پورہ ضلع پرتاب گڑھ، ۱۳/ شوال ۵۴ھ (اودھ)۔

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر سر کی حرکت اور شورہ کو بھی ڈاکٹر ماہر سوئی منع کرتا ہے اور آنکھ کے لئے ایسی حالت میں مضر

= لأن القادر بقدرة الغير عاجز عنده؛ لأن العبد يكلف بقدرة نفسه لا بقدرة غيره" (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب شروط الصلوة: ۱/ ۴۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، فصل: استقبال القبلة: ۱/ ۶۳، رشيديه)

(۱) "ولا يرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، فإنه يكره تحريماً الخ" (الدر المختار). "قوله: فإنه يكره تحريماً، محمول على ما إذا كان يحمل إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، بخلاف ما إذا كان موضوعاً على الأرض، يدل عليه ما في الذخيرة حيث نقل عن الأصل الكراهة في الأول، ثم قال: فإن كانت الوسادة موضوعة على الأرض وكان يسجد عليها جازت صلاته، فقد صح أن أم سلمة رضي الله تعالى عنها كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من ذلك ..... بل يظهر لي أنه لو كان قادراً على وضع شيء على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك؛ لأنه قادر على الركوع والسجود حقيقةً، ولا يصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما، بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/ ۹۸، ۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/ ۲۰۱، رشيديه)

(۲) "قدح: چیرا، پھوڑا" (نور اللغات، تحت لفظ "قدح": ۳/ ۵۹۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاهور)

جلا جاتا ہے تو نماز کو قضا کرنا درست ہے یا پھر آنکھوں کے اشارہ سے نماز پڑھے

وفی الدر المختار: "ولم یوم بعینه وقلبه وحاجبه"(۱)۔ وفیہ قبلہ: "وإن تعذر الإیماء برأسه وکثرت الفوائت بأن زادت علی یوم ولیلة، سقط القضاء عنه وإن کان یفهم فی ظاهر الروایة، وعلیه الفتویٰ" در مختار، ص: ۷۹۵(۲)۔

اگر اشارہ سر سے نماز متعذر ہو تو اشارہ سر سے نماز پڑھنا ضروری ہے(۳)۔ اگر بستر پاک ہے اور

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب صلاة المریض: ۱۰۰/۲، سعید)

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یومی برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

قال العلامة العثمانی رحمه اللہ تعالیٰ: "کما ذکرنا فی المقدمة، فالحدیث حسن وفیه دلالة علی سقوط الصلوٰة عن المریض إذا لم یستطع الإیماء بالرأس، فإن قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم "فإن نالته مشقة سبح"، ورد فی مقابلة قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "صلی بإیماء" فلا یجوز إرادة الصلوٰة به، بل المراد به الذکر وحده، فدل علی أن هذا المریض لا صلوٰة علیه بل یذکر اللہ بقلبه ولسانه. ولیس هو واجب علیه إجماعاً، فالأمر للندب کما قال علماؤنا". (إعلاء السنن، کتاب الصلوٰة، أبواب صلوٰة المریض: ۱۷۳/۷، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المریض: ۹۹/۲، سعید)

"وإذا عجز المریض عن الإیماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلوٰة ولا یجب الإیماء بالعینین والحاجبین، ثم إذا خف مرضه هل یلزمه القضاء؟ اختلفوا فیه، قال بعضهم: إن دام عجزه علی یوم ولیلة، لا یلزمه القضاء، وإن کان دون ذلک یلزمه کما فی الإغماء، وهو الأصح، والفتویٰ علیه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوٰة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱۳۷/۱، رشیدیه)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلوٰة، أبواب المریض: ۱۷۵/۷، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم، قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یومی برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

(إعلاء السنن، کتاب الصلوٰة، أبواب المریض: ۱۷۳/۷، إدارة القرآن)

"وإن تعذر القعود أومأ بالرکوع والسجود مستلقیاً علی ظهره وجعل رجلیه إلی القبلة الخ"

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوٰة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱۳۶/۱، رشیدیه)

لئے احوط یہی ہے کہ قضا کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فوطے کے آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا

سوال [۲۶۵۴]: زید کے فوطے (۲) نیچے لٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی ہے، زید نے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اب زید کا ارادہ آپریشن کا ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ کروٹ وغیرہ نہیں بدل سکتا اور نہ ہی بیٹھ اٹھ جا سکتا ہے، لہذا ان دنوں کی نمازوں کو بعد میں قضاء کرے یا کس حالت میں نماز پڑھا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فوطے لٹک جانے کی وجہ سے جب آپریشن کرایا جائے اور اس میں کروٹ بدلنے، رکوع سجدہ کرنے سے زخم کو نقصان پہنچے گا تو لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو اشارہ سے نماز ادا کرے (۳)، اگر استنجا کرنا بھی مضر ہو

---

(۱) "وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم في ظاهر الرواية، وعليه الفتوى". (الدر المختار).

"(قوله: في ظاهر الرواية) وقيل: لا يسقط القضاء بل يؤخر عنه إذا كان يعقل، وصححه في الهداية، وهو من أهل الترجيح، لكن خالف نفسه في كتابه التجنيس، فصحح الأول كما أفاده في النهر، وصححه قاضي خان وصاحب المحيط ... ومشى عليه المصنف؛ لأنه ظاهر الرواية، ولما في الإمداد من أن القاعدة العمل بما عليه الأكثر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۰، سعيد)

"فإن لم يستطع الإيماء برأسه، أخرت عنه، ولا يومي بعينه ولا بقلبه ولا بحاجبيه، خلافاً لزفر، لما روينا من قبل، ولأن نصب الأبدال بالرأي ممتنع، ولا قياس على الرأس؛ لأنه يتأدى به ركن الصلوة دون العين وأختيها. (وقوله: أخرت عنه) إشارة إلى أنه لا تسقط الصلوة عنه وإن كان العجز أكثر من يوم وليلة إذا كان مفيقاً، وهو الصحيح؛ لأنه يفهم مضمون الخطاب، بخلاف المغمى عليه". (الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۶۱، ۱۶۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "فوطه: خصيه". (فيروز اللغات، ص: ۹۳۴، فيروز سنز لاهور)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: كانت بي بواسير، فسألت رسول الله صلى الله تعالى —

تو ویسے ہی پڑھ لے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۸۸ھ۔

آنکھ کے اشارے سے نماز

سوال [۳۶۵۵]: آنکھ قدح (۲) کرانے میں سر ہلانے کی اجازت نہیں دیا جاتا، آنکھ قدح میں ہوئی اس پر پٹی بندھی ہوئی ہے، کیا پلک کے اشارہ سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ کیا قدوری میں لکھا ہے "آنکھ سے جائز ہے"۔ یہ کس مفتی کا قول ہے یا نہیں؟ نماز قضاء ہونے کے خیال سے الجھن ہو رہی ہے تو شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض آنکھ کے اشارہ سے نماز درست نہیں، قدوری میں بھی اسی طرح ہے، کسی مفتی کا یہ قول ہے، جس شخص

= عنه وسلم عن الصلاة فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فعلى جنب، فإن لم تستطع فمستلقياً، ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب صلاة المريض: ۷/۲۰۴، إدارة القرآن كراچی)

"وإن لم يستطع السجود، استلقى على ظهره وجعل رجليه إلى القبلة وأومأ بالركوع والسجود، لقوله عليه الصلاة والسلام: "يصلي المريض قائماً، فإن لم يستطع فقاعداً، فإن لم يستطع فعلى قفاه يومئ إيماءً، فإن لم يستطع فالله تعالى أحق بقبول العذر منه". (الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المريض: ۱/۱۶۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(۱) "الرجل المريض إذا لم يكن له امرأة ولا أمة وله ابن أو أخ، وهو لا يقدر على الوضوء، فإنه يوضئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يمس فرجه، ويسقط عنه الاستنجاء، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۲، سعيد)

(۲) "القدح: چیرنا، پھاڑنا"۔ (نور اللغات: ۳/۲۵۰)

کی آنکھ میں پانی آگیا ہو اور وہ اس خیال سے فوراً شریک ہو جائے کہ میری نماز فاسد ہوئی، اور اپنے نابینا ہونے پر صبر کرے اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے، آنکھ بنوانا بھی درست ہے(1)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۸/جمادی الاولیٰ/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۱/جمادی الاولیٰ/۹۱ھ۔

اعرج کی نماز کا طریقہ

سوال[۲۱۵۹]: ایک شخص معذور ہے یعنی اس کا ایک پاؤں خراب ہے اور وہ ٹوٹ گیا ہے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر بھی ہے لیکن جب کھڑا ہوتا ہے تو چونکہ پاؤں ٹوٹا ہوا ہے اس کا انگوٹھا جدا رہتا ہے، اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں، کوئی تو کہتا ہے نماز ہوتی ہی نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر نماز میں انگوٹھا اٹھ جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی بلکہ ناقص رہتی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا اعتراض اس معذور کے حق میں باوجود قدرت علی

---

(1) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يصلي المريض قائماً، فإن نالته مشقة صلى جالساً، فإن نالته مشقة صلى يومئ برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

"كما ذكرنا في المقدمة، الحديث حسن، وفيه دلالة على سقوط الصلوة عن المريض إذا لم يستطع الإيماء بالرأس، لأن قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلى يومئ"، فلا يجوز إرادة الصلوة به، بل المراد به الذكر وحده، فدل على أن مثل هذا المريض لا صلوة عليه بل يذكر الله بقلبه ولسانه، وهذا الذكر ليس بواجب عليه إجماعاً، فالأمر للندب كما قال علماؤنا". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض، ٧/٢٠١، إدارة القرآن)

"إذا تعذر على المريض القيام صلى قاعداً ... فإن لم يستطع الإيماء برأسه أخر الصلوة، ولا يومئ بعينيه ولا بقلبه ولا بحاجبيه". (مختصر القدوري، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض، ص: ٣٦، قديمي)

"وإذا عجز المريض عن الإيماء بالرأس في ظاهر الرواية يسقط عنه فرض الصلوة، ولا يعتبر الإيماء بالعينين والحاجبين الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلوة المريض: ١/١٣٧، رشيدية)

القیام ہونے کے اور ارادہ حصولِ زیادتی ثواب کے یہ اعتراض صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس طرح نماز پڑھنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں اور اگر اس طرح نماز پڑھے تو پوری ہوتی ہے یا ناقص رہتی ہے، باوجودیکہ معذور ہے؟ مفصل جواب شافی تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

احقر عبدالرزاق، ۲۸/ربیع الاول/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر بلا عذر نفل کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں (۱) بلکہ کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے، ہاں! اگر کوئی عذر ہو کہ جس سے قیام نہ ہوسکتا ہو یا کھڑا ہونے سے کوئی دشواری پیش آتی ہو مثلاً کوئی زخم ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے وہ بند رہتا ہے اور قیام سے وہ جاری رہتا ہے، یا قیام سے وہ قرأت نہیں کرسکتا، یا سجدہ نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور صورت مسئولہ میں اس قسم کا کوئی عذر نہیں، لہٰذا شخص مذکور کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں:

"وإن تعذر القيام في مرض لعذر شيء وعلى السجود فهو قادر عليه دون السجود ندب إيمائه قاعداً، وكذا من يسيل جرحه لو سجد وينهم القعود، ومن يسيل جرحه إذا قام أو سلس بوله أو يبدو ربع عورته أو يضعف عن القراءة أصلاً". در مختار(۲)۔

---

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: ما مات رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى كان من أكثر صلاته قاعداً إلا المكتوبة، وكان أحب العمل إليه أدومه وإن قل". (سنن النسائي، كتاب الصلوة، باب صلوة القاعد في النافلة: ۱/۲۴۴، قديمي)

"ويجوز أن يتنفل القادر على القيام قاعداً بلا كراهة في الأصح، كذا في مجمع البحرين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۶، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

"ويفترض (القيام) وهو ركن مقدر عليه في الفرائض والواجبات، وحد القيام أن يكون بحيث إذا مد يديه لا ينال ركبتيه وقوله في غير النفل احتراز". (مراقي الفلاح)

"قوله: ويفترض (القيام) على قادر عليه وعلى الركوع والسجود، ولا يفوته بقيامه شرط

ہاں! اس کی رعایت ضرور رکھنی چاہیے کہ پیر کا انگوٹھا ملنے سے کسی دوسرے کو اذیت نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

قصداً اگر انگوٹھا ہلاتا رہتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر تاثر ٹوٹنے کی وجہ سے خود ہلتا رہتا ہے تو اس سے کوئی نقصان نماز میں نہیں ہوتا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھا ہل جانے سے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتے ہیں (۱)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ۔

= طهارة مطلقاً، ولا قدرة القراءة، فلو تعسر عليه القيام، أو قدر عليه و عجز عن السجود، لا يلزمه، لكنه يخير في الثانية بين الإيماء قائماً أو قاعداً، كما لو كان معه جرح يسيل إذا سجد، فإنه يخير كذلك. ولو كان بحيث لو قام سلس بوله أو لو قام ينكشف من العورة ما يمنع من الصلوة أو يعجز عن القراءة حال القيام وفي القعود، لا يحصل شيء من ذلك، يجب القعود" (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۲۲۳، قديمي)

(۱) "عن يحيى بن أبي كثير مرسلاً: "إن الله تعالى كره لكم ستاً: العبث في الصلوة، المن في الصدقة . . . والرفث في الصيام، والضحك عند القبور".

"قال الشيخ العثماني رحمه الله تعالى: قال الشيخ: و دلت الأحاديث على كراهة مطلق العبث؛ لأنهم لم يفرقوا بين عبث و عبث، فيتركان الجزئيين من الباب. قلت: و دلالة الحديث الرابع: أي حديث يحيى بن أبي كثير على كراهة مطلق العبث ظاهرة". (إعلاء السنن، أبواب مكروهات الصلوة: ۵/۸۷، إدارة القرآن، كراچي)

"يكره للمصلي سبعة و سبعون شيئاً . . . (كعبثه بثوبه و بدنه) لأنه ينافي الخشوع الذي هو روح الصلوة، فكان مكروهاً، لقوله تعالى: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾. وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله تعالى كره لكم العبث في الصلوة"، الحديث. "ورآى عليه الصلاة والسلام رجلاً يعبث بلحيته في الصلوة فقال: "لو خشع قلبه، لخشعت جوارحه". والعبث عمل لا فائدة فيه و لا حكمة تقتضيه، والمراد بالعبث هنا فعل ما ليس من أفعال الصلوة؛ لأنه ينافيها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، مكروهات الصلوة، ص: ۳۳۵، قديمي)

معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال [۳۶۵۷]: کوئی شخص مسجد میں آسکتا ہے لیکن بوجہ مرض کھڑا ہو کر باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا، ایسے شخص کو بیٹھ کر جماعت فرض نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/رجب/۵۹ھ۔

رحم میں دوا رکھ کر نماز پڑھنا

سوال [۳۶۵۸]: اگر حالتِ بیماری میں عورتوں کو جو دوا اندر رکھائی پڑتی ہے، اس حالت میں نماز کو ادا کرے یا قضا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی حالت میں نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو پی۔

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: كان بي الناصور، فسألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في صلوة القاعد: ۱/۱۳۷، امدادیہ ملتان)

"إذا عجز المريض عن القيام، صلى قاعداً يركع ويسجد. كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۶، رشيدية)

(۲) "إذا خاف الرجل خروج البول فحشا إحليله بقطنة، ولولا القطنة يخرج منه البول، فلا بأس به، ولا ينتقض حتى يظهر البول على القطنة. كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة=

قطرہ آنے کی حالت میں نماز

سوال[۳۶۵۹]: مجھے قطرہ کی شکایت ہے استنجاء پاک کرنے کے بعد بھی قطرہ آتا ہے، جانگیہ بھی پہنے رہتا ہوں اس کو بدل بھی دیتا ہوں مجھ کو ہروقت خیال رہتا ہے ایسی صورت میں پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

حاجی محمد علاء الدین کلاتھ مرچنٹ، سکن گنج ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نماز کے لئے مستقل ایک لنگی تجویز کرلیجئے کہ جب وقت آئے تو استنجاء پاک کرکے لنگی باندھ کر نماز پڑھ لیا کریں، یا پھر پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیا کریں یعنی پیشاب سے فارغ ہو کر استنجاء پاک کرکے روئی اندر رکھ لیا کریں اس طرح کہ کچھ حصہ باہر رہے، جب تک باہر والا حصہ تر نہیں ہوگا وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوگا(۱) اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۱ھ۔

معذور کے لئے صف کے کنارہ پر ہونا ضروری نہیں

سوال[۳۶۶۰]: اگر کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس صورت میں جماعت کے

= الفصل الخامس في نواقض الوضوء: ۱/۱۰، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۳۸، سعيد)

(۱) "كما ينتقض لو حشا إحليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر هذا لو القطنة عالية أو محاذية لرأس الإحليل، وإن متسفلة عنه، لا ينقض، وكذا الحكم في الدبر والفرج الداخل، الخ". (الدر المختار: ۱/۱۴۸، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۶۰، نواقض الوضوء، رشيديه)

(۲) "(و) كل (ما ليس بحدث) ... كقيئ قليل ودم لو ترك لم يسل (ليس بنجس) عند الثاني، وهو الصحيح". (الدر المختار). "(قوله: وهو الصحيح) كذا في الهداية، والكافي، وشرح الوقاية: إنه ظاهر الرواية عن أصحابنا الثلثة". (رد المحتار: ۱/۱۴۰، مطلب في حكم كي الحمصة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، ۱۲، الفصل الخامس: ومنها القيئ، رشيديه)

ساتھ صف کے درمیان بیٹھ کر نماز ادا کرنی زیادہ بہتر ہے یا صف کے بیچ میں جگہ چھوڑ کر بالکل آخر صف کے کنارے پر بیٹھ کر پڑھنا اولیٰ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کنارہ پر ہونا ضروری نہیں، درمیان صف میں بیٹھ کر بھی معذور آدمی نماز پڑھ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا

سوال[۱۲۰۲]: میں اپنے مکان پر قرآن شریف سناتا ہوں اور عشاء کی فرض نماز باجماعت مکان

---

(۱) کنارے پر ہونے کی صورت میں صف میں جگہ کم ہونے کی صورت میں خلل آئے گا، جب کہ صف کے خلا کو پر کرنا سنت مؤکدہ ہے، نیز درمیان صف میں خلا چھوڑ کر کنارہ پر نماز پڑھنے پر احادیث میں وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله عز وجل". (سنن النسائي، كتاب الإمامة، من وصل صفاً: ۱/۱۳۱، قديمي)

قال الشيخ العثماني رحمه الله تعالى تحت هذا الحديث: "والظاهر المتبادر أن "وصل" بمعنى إكمال الأول فالأول سنة مؤكدة، "وقطعه" بمعنى القيام في صف خلف صف فيه فرجة مكروه". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصفوف الخ: ۴/۳۶۲، إدارة القرآن، كراچي)

"(ويصف الرجال) ... وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، وسدوا الخلل، ولينوا بأيديكم إخوانكم، لا تذروا فرجات للشيطان، من وصل صفاً وصله الله، ومن قطع قطعه الله". (مراقي الفلاح)

"قوله: (وسدوا الخلل) أي الفرج، روى البزار بإسناد حسن عنه صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سد فرجة في الصف غفر له" ... قوله: "ومن قطع قطعه الله" المراد من قطع الصف كما في المناوي أن يكون فيه، فيخرج لغير حاجة أو يأتي إلى صف ويترك بينه وبين من في الصف فرجة". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، قديمي)

پڑھتا ہوں بوجہ سوائے ضعیفی کے کہ رات کے وقت سب کے ساتھ مسجد میں فرض نماز ادا نہیں کرسکتا اس لئے ہم اپنے مکان پر ہی جماعت سے عشاء کی نماز ادا کرلیتے ہیں، اس میں کوئی اشکال تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معذوری کی وجہ سے آپ مسجد نہیں جاسکتے اور مکان پر ایک دو آدمی کو ساتھ لیکر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو آپ کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۰ھ۔

مریض زندگی میں نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۳۴۲۲]: اگر کسی شخص کی نماز چھوٹ رہی ہے اور کمزوری کی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو اس کا کفارہ ادا کردیا جائے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زندگی میں کفارہ ادا نہیں ہوسکتا(۲)، جس طرح ہوسکتا ہو پڑھے، کھڑے ہوکر نہ ہوسکے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر جس

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من سمع المنادي فلم يمنعه من اتباعه عذر". قالوا: وما العذر؟ قال: "خوف أو مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلى". قال العلامة العثماني تحت هذا الحديث: "قلت: وكون الشيخ الكبير العاجز ملحقاً بالمريض ظاهر لا يخفى" (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب الإمامة: ۴/۱۸۷، إدارة القرآن كراچي)

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال ... على الرجال العقلاء البالغين ... الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج" (الدر المختار).

"(قوله: من غير حرج) ... وإذا انقطع عن الجماعة لعذر من أعذارها وكانت نيته حضورها لولا العذر، يحصل له ثوابها، والظاهر أن المراد به العذر المانع كالمرض والشيخوخة" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۴، سعيد)

"وتسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض ... والشيخ الكبير العاجز" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة: ۱/۸۳، رشيدية)

(۲) "ولو فدى عن صلواته في مرضه لا يصح بخلاف الصوم". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعيد)

طرح قدرت ہو پڑھے(۱)۔ اگر کسی طرح بھی نہ پڑھا تو مرنے کے وقت وصیت لازم ہے، ایک ثلث ترکہ میں سے فدیہ دیا جائے گا(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۱/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "وفي الخانية: سئل الحسن بن علي رضي الله تعالى عنه عن الفدية عن الصلوات في مرض الموت، هل يجوز؟ فقال: لا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۱) "قوله: (تعذر عليه القيام أو خاف زيادة المرض، صلى قاعداً يركع و يسجد) لقوله تعالى: ﴿الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلى جنوبهم﴾ (آل عمران: ۱۹۱، پ: ۴)

"قال ابن مسعود و جابر و ابن عمر رضي الله تعالى عنهم: والآية نزلت في الصلوة، أي ﴿قياماً﴾ إن قدروا ﴿وقعوداً﴾ إن عجزوا عنه، ﴿وعلى جنوبهم﴾ إن عجزوا عن القعود، ولحديث عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه أخرجه الجماعة إلا مسلماً، قال: كانت بي بواسير، فسألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". زاد النسائي: "فإن لم تستطع فمستلقياً، لا يكلف الله نفساً إلا وسعها".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۹۸، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما أركانها فستة: ۱/۲۸۴، رشيديه)

(۲) "أو يحصل الحدث بما عليه من الفرائض والواجبات كالحج والزكاة والكفارات والوصية بها واجبة عنده". (بدائع الصنائع، كتاب الوصية: ۷/۳۳۰، سعيد)

"(ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر) كالفطرة (وكذا حكم الوتر) والصوم، (وإنما يعطي) من ثلث ماله". (الدر المختار)

"(قوله: وعليه صلوات فائتة الخ) أي بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه ..... (قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله) أي فلو زادت الوصية على الثلث، لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

باب المتفرقات

عشاء کی نماز سے پہلے سونا

سوال[۲۱۶۳]: مغرب اور عشاء کے درمیان سونا کیسا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سونے سے عشاء کی نماز قضاء ہو جاتی ہے، چاہے سونے والا جماعت میں بھی شریک ہو گیا ہو، چاہے کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ گیا ہو، پھر اس کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء وقت غروب شفق سے شروع ہو کر صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، اسی وقت میں نماز عشاء پڑھنے سے ادا ہی ہوتی ہے قضاء نہیں، خواہ سو کر اٹھے تب پڑھے یا سونے سے پہلے پڑھے(۱)۔ البتہ عشاء پڑھنے سے پہلے سونا نہیں چاہئے کہ جماعت ترک ہونے کا خطرہ رہتا ہے، ہاں! اگر کوئی خاص ضرورت تکلیف، سفر، تکان وغیرہ ہو اور اس کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر سو جائے تو اس سے نماز قضاء نہیں قرار پائے گی جبکہ اس نے وقت کے اندر اندر پڑھ لی ہو، خاص کر جماعت سے پڑھی تو ترک جماعت سے محرومی نہیں ہوئی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ووقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى الصبح". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت الخ، الفصل الأول في أوقات الصلاة: ۱/۵۱، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الصلاة: ۱/۳۶۱، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۷، رشیدیہ)

(۲) "(تنبیه) . . . وقال الطحاوي: إنما کره النوم قبلها لمن خشي علیه فوت وقتها أو فوت الجماعة فیها، وأما من وکل نفسه إلی من یوقظه، فیباح له النوم". (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳۶۸، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۳۰، رشیدیہ)

سوتے ہوئے کو نماز کے لئے جگانا

سوال[۳۶۶۴]: ایک پابند جماعت شخص نماز کے وقت سورہا ہے اگرچہ اس نے جگانے کیلئے نہیں کہا تو کیا اگر نماز قضاء ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس کو جگایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو جگایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے بعد دعاء سے پہلے مسجد کے لئے روپیہ وصول کرنا

سوال[۳۶۶۵]: اذکار بعد الصلوٰۃ قبل السنن کے متعلق اہل سنت والجماعت واکابر دیوبند کا مسلک مع حوالہ تحریر فرمائیں، ہمارے یہاں بعد نماز جمعہ قبل الدعاء مسجد کیلئے مصلیوں سے پیسے وصول کئے جاتے ہیں جس میں چار پانچ منٹ لگ جاتے ہیں۔ از روئے تحقیق اس کی گنجائش ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

فتاویٰ دارالعلوم مکمل مبوب مرتبہ مولانا ظفیر صاحب مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند کے حصہ اول ودوم کے باب النوافل میں ص: ۲۴۴ پر سوال: ۴۳۹، کا جواب مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے:

"جن نمازوں کے بعد سنتیں مؤکدہ ہیں، ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مگر تاہم یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے"۔

اس سے گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ مفصل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویکرہ تاخیر السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام، الخ". قال الحلواني: لا بأس بالفصل

---

(۱) "لا یجب انتباه النائم في أول الوقت، ویجب إذا ضاق الوقت". (رد المحتار، کتاب الصلاۃ: ۱/۳۵۸، سعید)

(وکذا في منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاۃ: ۱/۴۲۵، رشیدیه)

وراجع للتفصیل: (احسن الفتاوی، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ وما یتعلق بها: ۳/۴۲، سعید)

بالأولى، واختاره الكمال، قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي حمله على القبلية لا البعدية"، درمختار، ص: ۴۵۶، قبيل فصل في القراءة، وبسط في رد المحتار (۱)۔

علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت کا مسلک بھی یہی ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال [۳۶۶۶]: ایک شخص ہے جو غسل خانہ میں برہنہ غسل کرتا ہے اور وہ غسل چاہے حدث اصغر کا ہو یا اکبر کا ہو تو اس غسل کے لئے جو وضو کرے گا تو اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جو برہنگی کی حالت میں کیا ہے، آیا اس وضو سے نماز پڑھ سکتے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وضو سے نماز درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، ص: ۳۳۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في فتح القدير، باب النوافل: ۱/۳۳۰، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في معارف السنن، باب ما يقول إذا سلم: ۳/۱۰۸، سعيد)

(۲) برہنہ وضو ناقض وضو نہیں ہے اور نہ ہی مفسدات صلاۃ میں ہے لہٰذا نماز درست ہے۔